اورینٹل کالج میگزین

فروری ۱۹۶۲ء

جلد ۳۸ عدد ۲

عدد مسلسل ۱۴۸

ایڈیٹر :

ڈاکٹر سیّد عبداللہ

★

باہتمام مسٹر احسان الحق ، ہیڈ کلرک ، یونیورسٹی اورینٹل کالج ، لاہور ، پرنٹر و پبلشر اورینٹل کالج میگزین جدید اردو ٹائپ پریس ، لاہور میں طبع ہوکر اورینٹل کالج لاہور سے شائع ہوا۔

سالانہ چندہ : چار روپے

ترتیب مضامین

ایک مکتوب

مالک بن الرَّیب کے شعر کی تشریح سے متعلق

عزیز برادرم !

آپ نے میری توجہ صدر اسلام کے مشہور شاعر مالک بن الریب التمیمی المازنی کے مشہور مرثیے کے ذیل کے شعر کی طرف منعطف کی ہے :

اقول لاصحابی ارفعونی فانّنی یقرّ بعینی ان سهیلٌ بدا لیا

اور پوچھا ہے کہ شاعر کی اس سے مراد کیا ہے ۔ المرزوقی کی کتاب الازمنة (تالیف ۴۲۳ھ) (جلد دوم ص ۳۲۱) پر اس شعر کی جو تشریح لکھی ہے وہ آپ دیکھ ہی چکے ہیں یعنی : عن بعض علماء العرب : النظر الی سهیل یشفی من البرسام ولذلك یقول مالك بن الریب اقول لاصحابی البیت ویقول سهیل اشفق الکواکب علی الغرباء وابناء السبیل وبین رؤیة سهیل بالحجاز وبین رؤیته بالعراق بضع عشرة لیلة (لسان العرب ۱۳ : ۳۷۲ پر حجاز اور پھر عراق میں اس کے نظر آنے کے وقت میں بیس دن کا فاصلہ لکھا ہے ۔ یعنی کسی خاص وقت پر اگر یہ ستارہ حجاز میں نظر آیا تو اسی وقت پر وہ عراق میں بیس دن کے بعد نظر آئے گا ۔ علمی طور پر یہ بات ممکن ہے) ۔

مالک بن الریب کے مطوّل مرثیے کو متعدد ادبی کتابوں میں نقل کیا گیا ہے ، مثلاً کتاب الاختیارین (اختیار المفضّل الضبّی

و الاصمعی)، کتاب العقد الفرید، امالی ابی علی القالی ، مجانی الادب وغیرہ میں (اور اشعار پر زیادہ یا کم تشریحی حاشیہ بھی ان میں لکھا ہے)- کتاب الاختیارین میں یہ مرثیہ ۲۲ اشعار پر مشتمل ہے مگر ابو عبید کہتا ہے کہ مالک نے تو مرثیے کے تیرہ ہی شعر کہے تھے، باقی اشعار منحول ہیں۔ اور لوگوں نے اس کی طرف منسوب کر دیے ہیں۔ (اغانی ، طبع دوم ، ۱۹ : ۱۶۹)-

سہیل والے شعر کے معنے سمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ مالک نے یہ شعر کون سے مقام پر کہے تھے- اغانی محل مذکور میں ہے :

قال ابن الاعرابی مرض مالک بن الریب عند قفول سعید بن عثمان [رض] من خراسان فی طریقه فلما اشرف علی الموت تخلف عنده (فلان و فلان۔ ۔ ۔) و مات فی منزله ذلک فدفناه و قبره هناک معروف الی الآن و قال قبل موته قصیدته هذه یرثی بها نفسه[1]- حاصل یہ کہ مالک خراسان سے اپنے وطن کو واپس جا رہا تھا کہ راستے میں اسے موت نے آ لیا ۔ مگر خراسان یا اس سے ورے کس مقام پر؟ مرثیے کی ابتدا میں ایک شعر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام کا نام ذوالطَّبَسَین تھا ، 'ذو' اس میں زائد ہے جیسے '' اتینا ذا یمن '' میں جو بمعنی '' اتینا الیمن '' ہے (دیکھیے لین Lane ، بذیل ذو) ۔ یاقوت (۳ : ۵۱۳) کہتا ہے کہ ''الطَّبَسان [جنھیں '' باب خراسان '' بھی کہتے ہیں ۔ بکری ص ۱۲۹] کُورتان بخراسان'' پورا شعر یہ ہے :

---

(۱) اسی قسم کی اور روایات کے لیے دیکھیے العقد طبع قاہرہ ۱۳۲۱ ھ ، ۳ : ۹ : لائل : *Ancient Arabian Poetry* ، ص ۶۱ ۔

دعانی الهوی من اهل وُدّی[1] و صحبتی

بذی الطَّبَسَین[2] فالتفتُّ ورائیا

اس سے یہی گمان ہوتا ہے کہ شاعر "بلا یا خراسان" کے قریب کہہ رہا ہے:

اقول لاصحابی ارفعونی فانّنی یقرّ بعینی ان سهیل بدا لیا

القالی (الامالی ، طبع اول، ۳: ۱۰۴ ، خزانة الادب) نے اس شعر کی تشریح یوں کی ہے:

یقرّ بعینی الخ برید ان سهیلا لایری بناحیة خراسان فقال ارفعونی لعلّی اراه فتقرّ عینی برویته لانه لایُری الّا فی بلده۔

مراد یہ کہ سہیل ناحیۂ خراسان میں نظر نہیں آتا اس لیے شاعر کہتا ہے مجھے اٹھاؤ شاید میں اپنی آنکھیں اسے دیکھ کر ٹھنڈی کر سکوں ۔ یعنی ایک غریب الوطن اپنے وطن کی ایک چیز کے دیکھنے کی صرف آرزو کا اظہار کر رہا ہے ۔ لسان العرب (۱۳ : ۳۷۲ بذیل

---

(۱) العقد طبع مذکور ، ۲ : ۹ پر ' اهل اُوْدَ ' ہے بجائے ' اهل ودّی' اور یہی قراءت بکری، یاقوت، امالی القالی اور خزانہ کی ہے ۔ بکری نے کہا ہے کہ اُوْدَ بلاد مازن میں ہے اور اسی بیت سے استناد کیا ہے ۔

(۲) عقد میں ' بذی الشَّیِّطین ہے ۔ الشَّیِّطان بنو تمیم کی دو وادیاں ہیں (بکری ۸۲۳ و ۳۹۲) جو الجزیرہ کے مقام لَعْلَع سے ۸ راتوں کے فاصلے پر ہیں ۔ عینی (برهامش خزانہ ۳ : ۱۶۵) میں ' بارض شُظین' ہے ۔ مالی نے بظاہر اسی مرثیے کی بنا پر قیاساً کہا ہے : شظین بخراسان او قریب منها (اس روایت کے مطابق شاعر خراسان یا اس سے قریب مرا مگر عراق میں داخل نہیں ہوا) ۔ عینی نے معنے یہ بتائے ہیں کہ : دعانی هوای من ذلک الموضع لاصحابی بالموضع الاخر ۔

سہل = تاج العروس ۷ : ۳۸۴) میں بھی کچھ ایسا ھی بیان دیا ھے :
و سہیل کوکب یمان ' (قال) الازھری : سہیل کوکب یمان لا یری بخراسان و یری بالعراق ۔ ۔ ۔ ۔ و قال ابن کُناسة سہیل یُری بالحجاز و فی جمیع ارض العرب و لایری بارض ارمینیة و بین رؤیة اھل الحجاز سہیلا و رؤیة اھل العراق ایاہ عشرون یوما ۔

لیکن امالی اور لسان و تاج کا یہ بیان کہ طبسان میں سہیل نظر نہیں آتا درست معلوم نہیں ھوتا ۔ پنجاب یونیورسٹی کے شعبۂ ھیئت (ایسٹرانومی) سے دریافت کرنے پر معلوم ھوا کہ سہیل (Canopus or alpha carina) کا استوای سماوی سے فاصلہ (declination) ۵۲ درجہ ۴۰ دقیقہ جنوبی ھے ۔ لہذا اسے ھر ایسے مقام سے موسم سرما کی راتوں کو دیکھنا ممکن ھے جس کا عرض بلد ۳۷ درجہ ۲۰ دقیقہ یا اس سے کم ھو اور اگر انحراف نور جوّی (atmospheric refraction) کو بھی حساب میں لیں جس کی قیمت افق پر ۳۵ دقیقہ ھوتی ھے تو ۳۷° ۲۰′ کے بجائے ۳۸ درجہ شمار کیے جا سکتے ھیں ' پھر اگر ھم بلند مقامات کے تمایل افقی (dip of the horizon) کو بھی محسوب کر لیں تو حد ۳۹ درجہ پر رکھی جا سکتی ھے ۔ حاصل یہ کہ خط استوا سے عرض بلد ۳۹ درجہ تک دنیا بھر میں ھر مقام سے سہیل کو دیکھا جا سکتا ھے ۔ (سہیل کے دیکھنے کا نہایت موزوں وقت جنوری کا پہلا ھفتہ ھے)[1] ۔ طَبَسَین کا عرض بلد ۳۳ اور ۳۴ درجے کے درمیان ھے (دیکھیے لیسٹرینج : *Lands* etc. ' نقشہ ۵) ' اس لیے سہیل وھاں سے یقیناً نظر آ سکتا ھے ۔ البتہ یہ ممکن ھے کہ شاعر نے جس وقت اسے دیکھنا چاھا سہیل افق سے

---

(۱) بشکریہ مسٹر حمّاد رضوی لکچرر شعبۂ ھیئت ' دانش گاہ پنجاب ۔

قریب تھا ' اس لیے اس نے دوستوں سے کہا کہ اسے اوپر اٹھائیں تاکہ وہ سہیل کو افق پر دیکھ سکے ۔ اس بنا پر شرح مجانی الادب ص ۱۲۳۲ کی تشریح احتیاط پر مبنی اور درست ہے ' یعنی :

یقرّ بعینی الخ ۔ یتقرّر لنظری ظہور کوکب سہیل ' و یروی وقرّ لعینی ' ای نرتاح عینی لمنظر نجم سہیل ۔

ابن کناسة (ابو محمد عبداللہ بن یحیی م ۲۰۷/۸۲۲ ' دیکھیے ابن ندیم ' ص ۷۰) کا یہ بیان جو لسان میں آیا ہے کہ سہیل ارمینیہ میں نظر نہیں آتا بہت حد تک درست ہے ' اس لیے کہ ارمینیہ کبیر کا بیشتر حصہ عرض بلد ۳۹ درجے سے اوپر ہے (دیکھیے لیسٹرینج : کتاب مذکور ص ۱۸۲ اور نقشہ ۳) ۔

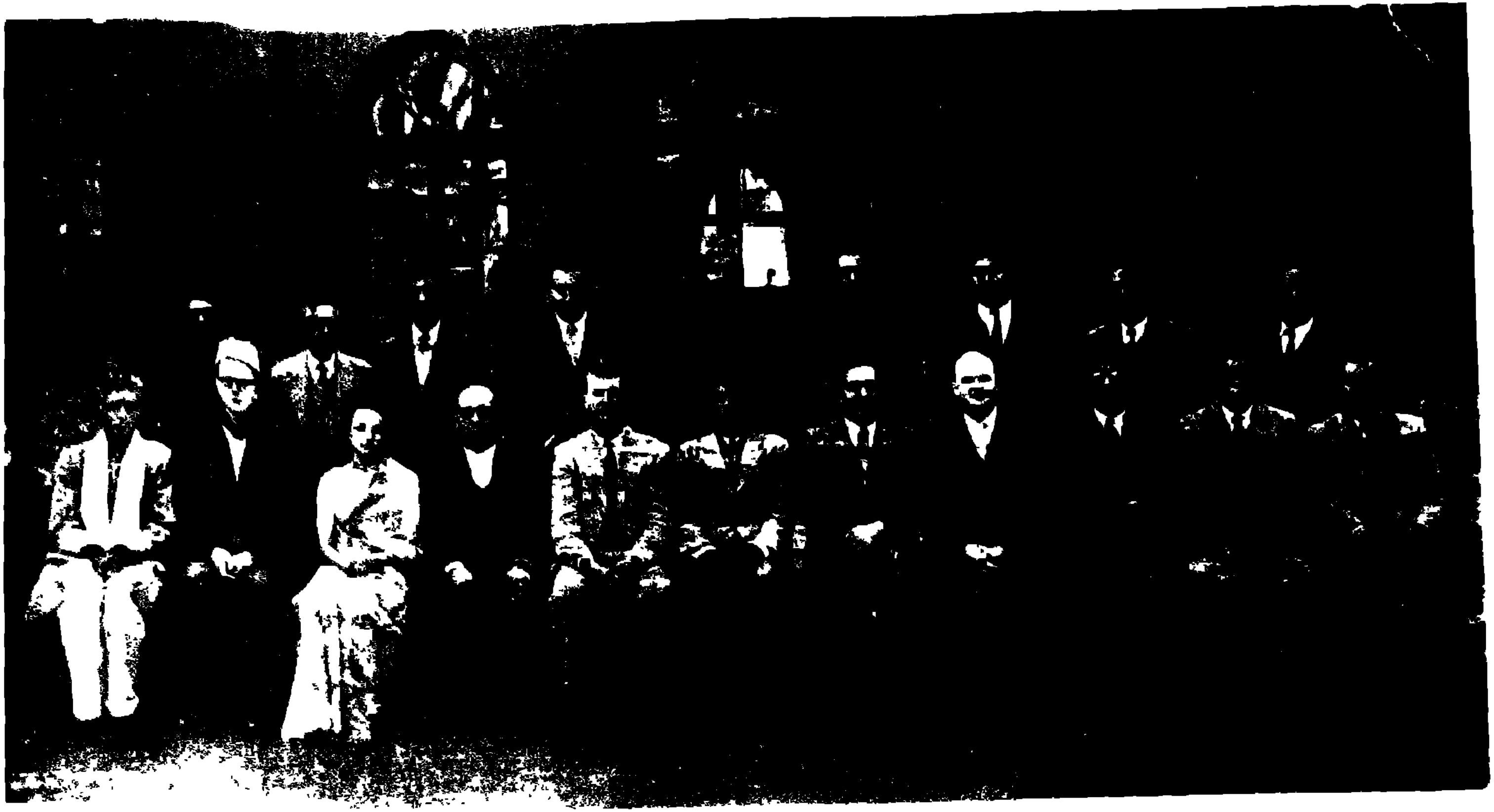
ڈاکٹر صوفی | والسلام
گورنمنٹ کالج | محمد شفیع

تاریخِ اورینٹل کالج

مرتبہ

ڈاکٹر غلام حسین

فہرست مندرجات



([illegible]) ڈاکٹر [illegible]
[illegible] ڈاکٹر [illegible]
[illegible]

آغاز سخن

اورینٹل کالج لاهور کو قائم هوئے قریباً ایک صدی کا زمانه بیت گیا ۔ اس کالج کا قیام جن غیر معمولی حالات میں هوا وه تاریخ کے هر طالب علم پر عیاں هیں ۔ اس طویل مدت میں مشرقی علوم و السنه کے اس ادارے نے تدریس ، تحقیق اور تصنیف کی جو عظیم الشان روایت قائم کی اس کی اهمیت و افادیت برّعظیم پاک و هند کی تعلیمی تاریخ میں بڑی واضح اور نمایاں هے ۔ اس روایت کی آبیاری میں کئی نامور علماء و فضلاء نے اپنے اپنے وقت پر حصّه لیا ۔ اور کئی نامور تلامذه نے اس سرچشمهٔ علوم سے فیض یاب هو کر ملکی و قومی زندگی میں کار هائے نمایاں سر انجام دیئے ۔ اس حقیقت کا اعتراف ملک اور بیرون ملک کے علمی حلقوں نے بھی کیا ۔ لیکن اورینٹل کالج کی روایت کے ساتھ اس کی اهمیت کا یه اعتراف بھی کچھ بکھرا بکھرا سا تھا جس سے کسی مجموعی تأثر کی صورت پیدا نه هوتی تھی ۔ اس صورت حال میں یه خیال آیا که اورینٹل کالج کی ایک مبسوط تاریخ لکھی جائے ۔ لیکن یه ذرا دقت طلب

مسئلہ تھا اس لیے میں نے یہ مناسب سمجھا کہ فی الحال کالج کی کارکردگی کی ایک مختصر سی روداد مرتب ہو جائے اور بعد میں اسے پھیلا کر مفصل تاریخ کی شکل دے دی جائے۔ چنانچہ میں نے یہ کام اپنے عزیز اور رفیق کار ڈاکٹر غلام حسین کے سپرد کیا، انہوں نے دو تین مہینوں میں یہ روداد ایک طویل مضمون کی صورت میں مرتب کی ہے۔ میں ان کی اس خدمت کا دل سے اعتراف کرتا ہوں اور ممنون ہوں۔

سیّد عبداللہ

پرنسپل، اورینٹل کالج، لاہور

۲ اپریل ۱۹۶۲ع

عرض احوال

دو سال ہوئے اورینٹل کالج کی تاریخ مرتب کرنے کی تحریک ہوئی تھی۔ خیال تھا کہ اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مؤلفین کا ایک بورڈ بنے گا اور چار پانچ سال کے عرصہ میں یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے گا۔ لیکن اس سلسلے میں کوئی ابتدائی قدم بھی نہ اٹھایا جا سکا۔ دسمبر ۱۹۶۱ء میں استاذ مکرم ڈاکٹر سیّد عبداللہ کا حکم ہوا کہ مفصّل تاریخ تو اپنے موقعہ پر لکھی جائے گی، فی الحال ایک مختصر تاریخ مرتّب کر دی جائے جو دو تین ماہ کے عرصہ میں تیار ہو جائے۔

دسمبر کا مہینہ اردو تدریس کانفرنس کی نذر ہوگیا۔ جنوری ۱۹۶۲ء کے پہلے ہفتہ میں مختصر تاریخ کالج کا آغاز کیا۔ جو مواد دستیاب ہو گیا تھا اسے کھنگالنے اور مطلوبہ ضروری مواد کی تلاش و جستجو کے سلسلے ایک ساتھ شروع ہوئے۔ پھر فرائض منصبی کے علاوہ جو فرصت کے لمحات میسّر آئے ان میں تاریخ کی ترتیب و تدوین کا کام بھی جاری رہا۔ اکثر رات رات بھر مصروف رہنا پڑا۔ پھر بھی وقت کا پیمانہ کم تھا اور کام کا سلسلہ خاصہ وسیع تھا۔ اس مشکل سے عہدہ برآ ہونے کی صورت یہ پیدا کی گئی کہ جتنا مسوّدہ تیار ہو جاتا اسے چھاپہ خانہ بھیج دیا جاتا۔ اس طرح نئے مسوّدے کی ترتیب کے ساتھ اگرچہ پروف دیکھنے کا کام بھی بڑھ گیا تاہم معیّنہ مدت کے اندر تاریخ تیار ہوگئی۔ لیکن

یہ تاریخ مختصر ہوتے ہوئے بھی خلاف توقع ذرا طویل ہوگئی ہے۔

مجھے اس سلسلے میں جو گزارش کرنی ہے وہ یہ ہے کہ اورینٹل کالج کی یہ مختصر تاریخ معہ تذکرۂ نامور اساتذہ وقت کے محدود پیمانے میں تیّار کی گئی ہے اس لیے اس میں بعض کوتاھیاں اور خامیاں ضرور ہوں گی۔ بعض تشنہ امور کا مرتّب کو خود بھی بہت احساس ہے۔ مثلاً کالج کے نامور طلبا اور دوسرے اساتذہ کا تذکرہ، نیز کالج کے تحقیقی کام کا جائزہ وغیرہ، لیکن ظاہر ہے کہ ان امور کے انصرام کے لیے وقت اور سہلت کی ضرورت تھی۔ جو کچھ ہو سکا ہے اس کے لیے مؤلف کو جن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا، وہ بھی خاصی تھیں۔ بہر کیف ان کا ذکر اب غیر ضروری ہے۔ البتہ جو نہیں ہو سکا اس پر آئندہ نظر رکھی جائے گی۔

میں ان بزرگوں اور دوستوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس اہم اور کٹھن کام میں میری اعانت فرمائی۔

اورینٹل کالج، لاہور
۲۷ مارچ ۱۹۶۲ع

غلام حسین ذوالفقار
لیکچرار اردو

حصّہ اوّل

تاریخِ کالج

انگریزی عہد اور نیا نظام تعلیم

برعظیم پاک و ہند پر انگریزی اقتدار قائم ہو جانے کے بعد یہاں کے تعلیمی نظام میں تبدیلیاں آنا شروع ہوئیں - ایسٹ انڈیا کمپنی کے نظماء نے ۱۸۱۳ء میں پہلی بار برعظیم کے باشندوں کی تعلیم پر ایک لاکھ روپیہ سالانہ خرچ کرنے کی سفارش کی - دس برس کے بعد ۱۸۲۳ء میں اس سفارش پر عمل شروع ہوا - اور کمپنی کی حکومت نے ملک کی کچھ دیسی اور کچھ بدیسی یعنی (مشنری) درسگاھوں کی سرپرستی شروع کی - ۱۸۲۵ء میں دلّی کالج کا افتتاح ھوا ، جس کی بنیاد مشرقی علوم والسنہ کی ایک قدیم درسگاہ مدرسہ غازی الدین فیروز جنگ پر رکھی گئی - اس طرح عربی ، فارسی ، سنسکرت وغیرہ مشرقی زبانوں اور علوم کی تعلیم کو سرکاری سرپرستی حاصل ھو گئی اور یہ علوم پہلی مرتبہ مسجدوں اور پاٹھ شالاؤں سے آٹھ کر نئی طرز کے کالجوں میں پہنچنے شروع ھوئے - لیکن اس ابتدائی مرحلے میں ھی انہیں اجنبی حکمرانوں کی سیاسی مصالح کے زیر اثر کشمکش کا شکار ھونا پڑا -

برعظیم کے آئندہ تعلیمی نظام کی درو بست کے لیے کمپنی کی حکومت نے ۱۸۳۵ء میں ایک تعلیمی کمیشن قائم کیا - جس کے چیئرمین لارڈ میکالے تھے - کمیشن کے ارکان اس اھم مسئلے پر دو برابر گروھوں میں تقسیم ھوگئے کہ برعظیم کے باشندوں کو علوم کی تعلیم دیسی زبانوں میں دی جائے یا انگریزی کے ذریعے سے - لارڈ میکالے نے اس مرحلے پر اپنا صدارتی (کاسٹنگ) ووٹ دے کر فیصلہ انگریزی ذریعۂ تعلیم کے

حق میں کر دیا ۔ اور اس طرح برعظیم کا آئندہ تعلیمی نظام ایک ایسی بنیاد پر استوار ہونا شروع ہوا ' جس کی خشت اوّل ہی ٹیڑھی رکھی گئی۔ علوم جدیدہ تو رہے ایک طرف' خود عربی' فارسی اور سنسکرت کے لیے بھی انگریزی ہی ذریعۂ تعلیم بن گئی ۔ لارڈ میکالے نے اپنی سفارشات میں مشرقی علوم والسنہ کا ذکر بڑے تحقیر آمیز لہجے میں کیا تھا تاہم بعض منصف مزاج اور حقیقت پسند انگریز اس بارے میں میکالے کے نظریات سے متفق نہیں تھے ۔ یہ لوگ علوم جدیدہ کی اشاعت کے ساتھ ساتھ علوم مشرق کا تحفظ اور اُن کا احیاء بھی چاہتے تھے۔ اس طرح خود انگریزوں میں برعظیم کے نظام تعلیم کے سلسلے میں دو نظریے اور دو گروہ پیدا ہوگئے ۔ ایک گروہ مشرقی علوم کو بالکل نیست و نابود کر دینا چاہتا تھا اور دوسرا جدید علوم کے فروغ کے ساتھ ساتھ مشرقی علوم کی بقاء و احیاء کا بھی حامی تھی —— یہ مشرقی علوم کی خوش بختی تھی کہ اس کشمکش میں وہ مکمل طور پر تباہ ہونے سے بچ گئے ۔

مغربی پاکستان میں نئے تعلیمی نظام کے نفاذ کی تاریخ ۱۸۴۹ء میں پنجاب کے الحاق سے شروع ہوتی ہے ۔ صیغۂ تعلیم کے پہلے سر براہ رابرٹ منٹگمری ' جوڈیشل کمشنر تھے ۔ ۱۸۵۴ء میں نظم و نسق کی تبدیلیوں کے سلسلے میں یہ اہم فریضہ فنانشل کمشنر سر ڈانالڈ میکلوڈ (جو آگے چل کر گورنر پنجاب ہوئے اور پنجاب یونیورسٹی کے قیام میں سر گرم معاون بنے) کو سونپا گیا ۔ سکھ عہد میں سرکاری زبان فارسی تھی ۔ انگریزی قبضے کے بعد سرکار دربار میں فارسی کی جگہ اردو نے لے لی ۔ چنانچہ سکولوں میں اردو کو ذریعۂ تعلیم بنایا گیا ۔ اردو میں درسی کتابیں تالیف و ترجمہ کرائی جانے لگیں ۔ جس سے مغربی

پاکستان میں اُردو کے فروغ کا ماحول پیدا ہونے لگا۔

۱۸۵۴ء کا سال برعظیم کی تعلیمی تاریخ میں بڑا اہم سال تھا۔ اس سال ہر صوبے میں باقاعدہ محکمہ ہائے تعلیم قائم کیے گئے۔ اُن درس گاہوں کے لیے جو براہ راست حکومت کی تحویل میں نہیں تھیں، امدادی رقوم (گرانٹ ان ایڈ) دینے کا فیصلہ ہوا۔ نیز کلکتہ، مدراس اور بمبئی میں یونیورسٹیوں کے قیام کا فیصلہ کیا گیا اور ۱۸۵۷ء میں اس فیصلے پر عمل بھی ہو گیا۔ پنجاب میں صرف پہلے دو امور پر عمل درآمد ہوا۔ جنوری ۱۸۵۶ء میں یہاں باقاعدہ محکمہ تعلیم قائم کیا گیا، جس نے سکول جاری کیے اور مشنری سکولوں کو امدادی رقوم دینی شروع کیں۔ تیسرا مرحلہ یعنی یونیورسٹی کے قیام کا سوال ہنوز دلّی دور است کے مصداق تھا۔ البتہ ۱۸۵۸ء میں لاہور میں ایک کالج کے قیام کی تحریک ہوئی جو طلباء کی کمی کی وجہ سے پروان نہ چڑھ سکی۔ تاہم اس دوران میں لاہور اور راولپنڈی میں اساتذہ کی تربیت کے لیے نارمل سکول قائم کیے گئے۔

۱۸۵۸ء میں برعظیم کی حکومت براہ راست تاج برطانیہ کے زیر سایہ آ گئی۔ پنجاب میں ایک ایسے کالج کے قیام کی کوششیں ازسرنو شروع ہو گئیں جہاں میٹرک کے بعد طلباء اپنی اعلیٰ تعلیم کے سلسلے کو جاری رکھ سکیں۔ اس بارے میں ۱۸۶۳ء میں لفٹیننٹ گورنر پنجاب کی تجویز منظور ہوئی۔ اور جنوری ۱۸۶۴ء میں لاہور میں گورنمنٹ کالج کا قیام عمل میں آیا۔ جہاں طلباء کو کلکتہ یونیورسٹی کے امتحانات کے لیے تیار کیا جاتا تھا۔ ڈاکٹر جی۔ ڈبلیو لائٹنر ایم۔اے، پی ایچ۔ ڈی، ایل ایل۔ ڈی، بار ایٹ لا، (جو پہلے کنگز کالج لندن میں عربی اور مسلم قانون کے پروفیسر تھے) گورنمنٹ کالج کے پہلے پرنسپل مقرر ہوئے۔ لیکن صاحب

موصوف نے نومبر ۱۸۶۴ع میں اس منصب کو سنبھالا ۔

ڈاکٹر لائٹنر کے برعظیم میں آنے سے علوم مشرق کے بقاء و احیاء کی تحریک کو بڑی تقویت پہنچی ۔ موصوف ایک صاحب نظر مستشرق تھے ۔ اُنھوں نے نئے نظام تعلیم کی خامیوں اور کوتاھیوں کو یہاں آتے ھی بھانپ لیا اور گورنمنٹ کالج کے منصرم کی حیثیت سے جلد ھی ان کا مشاھدہ بھی کر لیا ۔ اس تجربے و مشاھدے کے بعد اُنھوں نے آئندہ جدوجہد کے لیے ایک ھمہ گیر نظریہ قائم کرلیا ۔ اور اس کے لیے تن دھی سے کوشش شروع کر دی ۔

ڈاکٹر لائٹنر کلکتہ یونیورسٹی کے محدود اور سطحی نصابات، طریق کار اور نئے نظام تعلیم کے اس پہلو سے مطمئن نہیں تھے جس میں تعلیم اور امتحان کا ذریعہ صرف انگریزی زبان کو بنا دیا گیا تھا ۔ نصاب کی چند کتابوں کے تعیّن اور تعلیم کے لیے نوٹس (خلاصوں) کی حوصلہ افزائی کا نتیجہ سطحی عام کے حصول کے سوا اور کیا ھوسکتا تھا ؟ دوسری طرف طلباء اپنی زبان اور تہذیبی و ثقافتی روایات سے، جو مشرق ادبیات میں موجود ھیں، منقطع ھو جاتے تھے ۔ نتیجہ ظاھر تھا کہ فارغ التحصیل طلباء نہ جدید مغربی علوم کی تحصیل میں پوری طرح کامیاب ھوتے تھے اور نہ اپنی تہذیبی و ثقافتی روایات سے آگاہ ھوتے تھے۔ ھاں یہ ضرور تھا کہ اس طرز تعلیم سے اجنبی حکومت کی دفتری مشینوں کو چلانے کے لیے ارزاں دیسی کل پُرزے (کارکون اور بابوؤں کی صورت میں) کثیر تعداد میں فراھم ھو سکتے تھے ۔ اور میکالے کا منشا بھی غالباً یہی تھا لیکن اس سے ملک کی ذھنی اور اخلاق نشوونما اور ترقی کا خاتمہ یقینی تھا ۔ یہ بات بنی نوع انسان کے ھمدردوں اور برعظیم کے باشندوں کے

خیرخواہوں کو پسند نہ تھی - وہ صحیح معنوں میں برعظیم کے طلباء کی ذہنی و اخلاق ترقی کے خواہاں تھے جس کو نیا نظام تعلیم پورا نہیں کرتا تھا - ڈاکٹر لائٹنر اس گروہ کے سرخیل بن گئے تھے - بہت سے دوسرے منصف مزاج اور حقیقت شناس انگریز ماہرین تعلیم بھی اس امر میں اُن کے ہم نوا تھے - گورنمنٹ کالج دہلی کے پرنسپل مسٹر ای ولمٹ (E Willmot) نے اپنی رپورٹ (مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۸۶۷ ع) میں اس خیال کی تائید کرتے ہوئے کہ ہمارے طلباء کی کثیر تعداد انگریزی زبان اور اُن علوم کا جو انگریزی زبان میں پڑھائے جاتے ہیں، سطحی علم حاصل کرتی ہے جس کو محض نقالی کہا جا سکتا ہے اور جس سے حریت فکر کی عادت مفقود ہوجاتی ہے، کلکتہ یونیورسٹی کے نصابات اور طریق کار کی پر زور مذمت کی ہے -[۱]

ڈاکٹر لائٹنر محض ایک مفکر اور ماہر تعلیم ہی نہیں تھے بلکہ وہ ایک عالم باعمل اور ایک اولوالعزم انسان بھی تھے - اور اپنے نظریات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے تنظیمی صلاحیت سے بھی بہرہ ور تھے - اُنہوں نے محض اپنے خیالات کے اظہار پر اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ عمل کے میدان میں بھی نکلے اور اس خطّے کے باشندوں کی وسیع پیمانے پر تعلیم و تربیت کے لیے جدوجہد شروع کر دی جس میں ذہنی و اخلاق تربیت کو مرکزی حیثیت حاصل تھی - اس مقصد کی تکمیل کے لیے پہلا اقدام انجمن پنجاب کا قیام تھا -

---

(۱) بحوالہ ہسٹری آف دی پنجاب یونیورسٹی، جے۔ایف بروس، صفحہ ۹—۱۰

انجمن پنجاب اور اورینٹل یونیورسٹی کی تحریک

انجمن پنجاب کی داغ بیل ۲۱ جنوری ۱۸٦۵ع کو لاہور میں ڈالی گئی ۔ اس علمی و تعلیمی انجمن کے اغراض و مقاصد یہ تھے :

(۱) قدیم مشرقی علوم کا احیاء ۔

(۲) باشندگان ملک میں دیسی زبان کے ذریعے علوم مفیدہ کی اشاعت ۔

(۳) صنعت و تجارت کا فروغ ۔

(۴) علمی ' ادبی ' معاشرتی ' سیاسی مسائل پر بحث و نظر ۔

(۵) صوبے کے بارسوخ ' اہل علم طبقات اور افسران حکومت میں رابطہ ۔

ڈاکٹر لائٹنر نے ' جو اس انجمن کی روح و رواں تھے ' ان مقاصد کی تکمیل کے لیے پر خلوص جد و جہد جاری رکھی ۔ آنھوں نے انجمن کے مقاصد کو عوام میں مقبول بنانے کے لیے مختلف پبلک مجالس اور تقریبات میں تقریریں کیں ۔ استفادۂ عام کے لیے ایک لائبریری اور ریڈنگ روم قائم کیا ۔ مختلف مضامین پر ہفتہ وار مباحث کا سلسلہ جاری کیا ۔ تعلیم کی ایک کمیٹی بنائی جو علوم و فنون کو دیسی زبانوں میں منتقل کرے ۔ نیز انجمن کے قیام کے پہلے سال ہی علوم مشرق کا ایک مدرسہ بھی جاری کر دیا . . . . لیکن ڈاکٹر لائٹنر کا مقصد اس سے بہت عظیم تھا ۔

وہ علوم مشرق کی ایک ایسی یونیورسٹی قائم کرنا چاہتے تھے جس میں جدید علوم اور قدیم علوم کا سنگم ہو ۔ اور جو یہاں کے باشندوں کی ذہنی و اخلاقی سطح کو بلند کر کے آنھیں صحیح معنوں

میں عالم فاضل بنائے۔

۱۰ جون ۱۸۶۵ء کو لفٹننٹ گورنر پنجاب سر ڈانلڈ میکلوڈ نے ناظم سررشتہ تعلیم کے نام ایک چٹھی جاری کی جس میں دیسی زبانوں کی توسیع و ترقی اور اُن میں مغربی علوم و ادبیات کو سمونے کے لیے تجاویز طلب کیں۔ ڈاکٹر لائٹنر نے اس پر ایک کہتے ہوئے اگست ۱۸۶۵ء میں انجمن پنجاب کی طرف سے لاہور میں ایک جلسۂ عام منعقد کیا جس میں پنجاب کے چیدہ چیدہ امرا و رؤسا اور دیگر اشخاص مشاورت کے لیے جمع ہوئے۔ ڈاکٹر لائٹنر نے اس مجلس مشاورت کے سامنے ایک اوریئنٹل یونیورسٹی کا تصوّر پیش کرتے ہوئے یہ کہا:

"مد نظر یہ ہے کہ سلف کی مشرقی تعلیم کو از سر نو جاری کیا جائے جس سے زبان ہائے دیسی کی تکمیل ہو سکے۔ اس لیے یہ تجویز پیش کی جاتی ہے کہ لاہور میں ایک یونیورسٹی قائم کی جائے جس کا کام یہ ہو کہ انشاء وغیرہ میں وہ سب سے اعلیٰ بیت العلوم ہو اور علوم مشرقی اور علوم مروّجہ میں امتحان اور تعلیم کیا کرے۔ اور جو اسباب تعلیم کے فی الحال موجود ہیں اُن کو استعمال میں لا کر واجب طور پر وسعت دیوے۔ زبان ہائے مشرقی تعلیم کی بنیاد ہوں اور ان زبانوں کے ذریعہ سے یورپ کے علوم کی تعلیم ہو اور ہر ایک شخص اس تجویز کی کامیابی کے لئے کوشش و سعی کرے"۔[۱]

اس مجلس نے ڈاکٹر لائٹنر کے خیالات سے مکمل اتفاق کیا۔

---

(۱) بحوالہ دستورالعمل (کیلنڈر) پنجاب یونیورسٹی کالج بابت ۱۸۷۴ء۔ ۱۸۷۵ء صفحہ ۷۔

لاہور اور امرتسر کے مشاہیر کی دوسری مجلس اگلے ماہ (۱۱ ستمبر ۱۸۶۵ء کو) منعقد ہوئی جس میں ڈاکٹر لائٹنر نے اورینٹل یونیورسٹی کا منصوبہ منظوری کے واسطے پیش کیا ۔ اس منصوبے میں یہ تجویزیں شامل تھیں :

(۱) ایک سینیٹ اور افسران یونیورسٹی مقرر ہوں ۔

(۲) ایک کمیٹی علمی مقرر کی جائے جس کا کام یہ ہوگا کہ انگریزی کتب درسی کو منتخب کرکے اُن کا ترجمہ دیسی زبانوں میں کرے اور زبان ہائے مشرق کی تعلیم کو باقاعدگی سے جاری کرے اور صرف و نحو کی کتب اور ابتدائی رسالہ جات تیار کروائے ۔

(۳) ایک کمیٹی واسطے زبان ہائے مشرق کے مقرر ہو جس کا کام یہ ہو کہ عربی و فارسی و سنسکرت کی باقاعدہ تعلیم کرائے ۔ اور عربی و فارسی و سنسکرت میں بڑے بڑے شاعروں اور مؤرخوں کی کتابیں طبع کروائے اور زبان و علوم مشرق کا کتب خانہ قائم کرنے اور بڑھانے میں مدد اور سعی کرے ۔

(۴) زبان ہائے مندرجہ ذیل میں امتحان کرنے کی تجویز ہوئی : عربی ، فارسی ، سنسکرت ، اردو ، ہندی اور کوئی مضمون علمی یا زبان مشرق جس میں طلبا امتحان دینا چاہیں[1] ۔

ان تجاویز کو منصوبے کی صورت میں پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر

---

(۱) دستور العمل پنجاب یونیورسٹی کالج بابت ۱۸۷۴ء — ۱۸۷۵ء صفحہ ۸

لائٹنر نے کہا کہ " اس یونیورسٹی کے قیام سے ایک نئے دور کا آغاز ہوگا جس میں علم و فن کا ماحصل تمام لوگوں کی دسترس میں ہوگا "۔[1]

شرکائے مجلس نے اس منصوبے کو منظور کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ اس کی ایک نقل لفٹیننٹ گورنر پنجاب کی خدمت میں پیش کی جائے - امید واثق ہے کہ ہزآنر اس منصوبے کو زیادہ ہمہ گیر، سہل الحصول اور قابل عمل محسوس فرمائیں گے -

کچھ عرصے کے بعد رؤسائے لاہور و امرتسر نے ایک محضر تیار کرکے لفٹیننٹ گورنر پنجاب سر ڈانلڈ میکوڈ کی خدمت میں پیش کیا جس پر ۹۶ امرا و رؤسا کے دستخط تھے۔ اور جس میں اورینٹل یونیورسٹی کے قیام کی درخواست کی گئی تھی - لفٹیننٹ گورنر پنجاب نے اس محضر کا جواب ایک طویل خط کی صورت میں ۲ فروری ۱۸۶۶ء کو دیا - جس میں ان تجاویز پر اظہار خوشنودی کیا گیا تھا - تاہم کوئی حتمی وعدہ نہیں کیا گیا تھا - (محضر اور اس کا جواب ضمیمہ الف میں ملاحظہ فرمائیے) -

ڈاکٹر لائٹنر نے دیسی امرا و رؤسا کے اس ذوق و شوق اور عزم و ہمت کو تقویت پہنچانے کے لیے ۲۷ ستمبر ۱۸۶۵ء کو چند یورپین حضرات پر مشتمل ایک تائیدی کمیٹی کی مجلس منعقد کی - جس میں مسٹر برانڈرتھ (کمشنر لاہور) مسٹر سی - یو ایچی سن (ڈپٹی کمشنر) مسٹر الیگزنڈر (انسپکٹر آف سکولز) مسٹر لیپل گریفن وغیرہ شامل تھے - اس مجلس نے اورینٹل یونیورسٹی کے قیام کی حمایت کا فیصلہ کیا - اور اس طرح انگریز صاحبان کی امدادی کمیٹی اور دیسی صاحبان کی اصل کمیٹی نے مل کر مجوزہ اورینٹل یونیورسٹی کے لیے

---

(۱) ہسٹری آو دی پنجاب یونیورسٹی' جے - ایف بروس صفحہ ۱۱ -

سرمایہ فراہم کرنے اور اس تجویز کو لفٹیننٹ گورنر پنجاب کی خدمت میں پیش کرکے حکومت کی تائید و حمایت حاصل کرنے کا پروگرام بنایا - چنانچہ تجویز قرار یافتہ کو مسٹر برانڈرتھ اور مسٹر ایچی سن نے ۱۳ اکتوبر ۱۸۶۵ع کو سر ڈانلڈ میکلوڈ (لفٹیننٹ گورنر پنجاب) کی خدمت میں پیش کیا - جناب ممدوح علوم مشرق کی تقویت کے لیے یونیورسٹی کے قائم کرنے کی تجویز پر بہت خوش ہوئے - اور نیز اس اس بات پر شاد ہوئے کہ ایسی عمدہ اور اعلیٰ تجویز لاھور میں شروع ہوئی ہے - صاحب محتشم الیہ نے فرمایا کہ تجویز مذکور میں جو امور عطائے ڈگری یعنی خطاب یونیورسٹی وغیرہ کے متعلق ھیں اس میں گورنمنٹ ھند کی منظوری ضروری ہے - مگر اقرار کیا کہ جہاں تک ھم سے ھو سکے گا، ھم ان تجاویز کی مدد اور اعانت کریں گے[1] -

در حقیقت قدیم مشرقی علوم کے احیاء کی تحریک کو حکومت ناپسند کرتی تھی - اس لیے یہ بات کچھ آگے نہ بڑھ سکی - لفٹیننٹ گورنر نے اس مسئلہ پر بعض دوسرے ماھرین تعلیم سے بھی مشورہ کیا - میجر این - لیز پرنسپل مدرسہ کالج کلکتہ نے گورنر کو محتاط رھنے کی تلقین کی[2] لیکن انجمن پنجاب نے اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھا - تاکہ مدارس قائم کرکے اور دیسی زبانوں کو باثروت بنا کر عملاً یہ ثابت کر دے کہ اس کی تجاویز کتنی ٹھوس اور حقیقت پسندانہ ھیں -

پنجاب کی اس تحریک کی صدائے بازگشت برعظیم کے دوسرے علاقوں میں بھی سنائی دینے لگی - اگست ۱۸۶۷ع میں برٹش انڈین

(۱) بحوالہ دستورالعمل پنجاب یونیورسٹی کالج بابت ۱۸۷۴ع-۱۸۷۵ع صفحہ ۱۰
(۲) ھسٹری آو دی پنجاب یونیورسٹی ' جے - ایف بروس ' صفحہ ۱۲ -

ایسوسی ایشن نے بھی ایک عرضداشت وائسرائے ہند کی خدمت میں پیش کی جس میں ملکی باشندوں میں عالی ہمتی اور بلند خیالی پیدا کرنے کے نقطۂ نظر سے مروجہ طرز تعلیم کو ناقص بتایا گیا تھا اور جدید علوم مفیدہ کو دیسی زبانوں میں پڑھائے جانے کے مؤقف کی حمایت کرتے ہوئے کہا گیا تھا :

" ہماری دانست میں حال کے طریقۂ تعلیم سے جو سرکار کی طرف سے مقرر ہے یہ مقاصد حاصل نہیں ہوتے۔ لاکھوں میں سے صرف چند اشخاص کو عمدہ تعلیم کے فوائد حاصل ہوتے ہیں باقی سب محروم رہتے ہیں۔ موجودہ یونیورسٹیوں میں صرف انگریزی کی تعلیم ہوتی ہے۔ مشرقی اور دیسی زبانوں کی طرف توجہ نہیں دی جاتی۔ گو انگریزی مفید اور ضروری زبان ہے۔ تاہم یہ غیر ملک کی زبان ہے۔ اور ہنوز اس ملک کے لوگ اس کے دقائق کو نہیں پہنچے۔ موجودہ سرشتہ تعلیم کو وسعت دینی چاہیئے اور انگریزی اور دیسی دونوں زبانیں سرشتہ تعلیم میں شامل کرنی چاہئیں۔ اس سوسائٹی کا ہرگز یہ منشا نہیں ہے کہ زبان ہائے مشرق کی تعلیم مع اُن کے کُہنہ اور فرسودہ علوم و فنون کے جاری کی جاوے۔ بلکہ اُن کی رائے یہ ہے کہ ملک کی زبانوں کو تقویت دے کر مغربی علوم و فنون کی تعلیم دیسی زبانوں کے ذریعہ سے کی جاوے۔ اگرچہ لوگ علوم و زبان ہائے مشرق کے خواہاں ہیں اور اس کو بہت مفید اور دلچسپ سمجھتے ہیں۔ "

اس عرضداشت میں انجمن پنجاب کی تجاویز کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی کہا گیا تھا کہ " اگرچہ ان تجاویز کا مدعا و مقصود بہت

عمدہ ہے مگر امر یونیورسٹی کے مطالب ' جو ہم ان اضلاع کے لیے تجویز کرتے ہیں ' اُس سے اعلیٰ ہیں - پنجاب کی یونیورسٹی کا منشا یہ ہے کہ زبان ہائے مشرق کو ازسر نو تازہ کرے - ہماری یونیورسٹی کا یہ منشا ہے کہ یورپ کے علوم اور شائستگی کل ملک میں دیسی زبانوں کے ذریعہ سے پھیلا دے'' -

یہ بیان حقیقت سے بعید ہے - کیونکہ انجمن پنجاب علوم مشرق کے احیاء کے ساتھ ساتھ جدید مغربی علوم کو دیسی زبانوں میں پڑھانے جانے کی بھی شدّت سے حامی تھی - انجمن کی رائے یہ تھی کہ اُردو اور ہندی اُس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتیں جب تک عربی ' فارسی' سنسکرت کی تعلیم کو تقویت نہ ہو' جن سے یہ زبانیں نکلی ہیں[1] - برٹش انڈین ایسوسی ایشن صرف دیسی زبانوں کو ذریعہ تعلیم بنا دینے کی حامی تھی - انجمن پنجاب اس کے علاوہ مشرقی علوم و السنہ کو بھی ترقی دینا چاہتی تھی - اس لحاظ سے انجمن کا مؤقف ایسوسی ایشن کے مؤقف سے اعلیٰ تر تھا -

پنجاب یونیورسٹی کالج کا قیام

حکومت نئی یونیورسٹیاں قائم کرنے میں متأمل تھی - اور کلکتہ یونیورسٹی پنجاب اور یو - پی کے باشندوں کی ضروریات کے مطابق اپنے طریقۂ تعلیم کو بدلنے پر کسی صورت میں آمادہ نہ ہوتی تھی - فروری ۱۸٦۸ء میں کلکتہ یونیورسٹی نے اپنے طریق کار میں تبدیلی سے قطعی انکار کرتے ہوئے شمالی ہند کے باشندوں کو یہ مشورہ دیا کہ وہ اپنے لیے علحدہ یونیورسٹی قائم کر لیں[2] ۱۲- مارچ ۱۸٦۸ء کو لاہور کے ایک جلسہ

(۱) و (۲) بحوالہ دستور العمل (کیلنڈر) پنجاب یونیورسٹی کالج ' ۱۸۷۴ء — ۱۸۷۵ء صفحہ ۲۵ تا ۳۱ -

عام میں، جس کے صدر سر ڈانلڈ میکلوڈ تھے، لاہور میں یونیورسٹی قائم کرنے کی تجویز منظور کی۔ ۲۶۔ مئی کو گورنمنٹ پنجاب نے ہندگورنمنٹ کی خدمت میں یونیورسٹی قائم کرنے کے لیے سفارش کی۔ اور اپنے مراسلہ میں علاوہ دیگر امور کے یہ بھی لکھا ۔

''صوبہ ھذا کے اعلیٰ افسران تعلیم کی یہ رائے ھے کہ کلکتہ یونیورسٹی کا طریقہ پنجاب کی تعلیم کی ضروریات کے مطابق نہیں۔ کیونکہ اس نے علوم مشرق کو اپنے سرشتہ میں مناسب دخل نہیں دیا ھے۔ بلکہ صرف انگریزی کو ذریعہ تعلیم کا مخصوص کیا ھے اور امتحان کا ایسا طریقہ مقرر کیا ھے جس سے، اس صوبہ کے افسروں کی رائے میں، ایسے کم لیاقت طلبا نکلتے ھیں جو علوم کے دقائق کو نہیں پہونچتے ۔''[1]

صوبائی حکومت اور مرکزی حکومت کے مابین خط و کتابت کا یہ سلسلہ تقریباً ڈیڑھ برس تک جاری رھا۔ اس سلسلے میں بعض دلچسپ حقائق بھی سامنے آئے ھیں۔ صوبائی حکومت کی طرف سے ۱۱- فروری ۱۸۶۹ع کے مکتوب میں نئی تعلیم یافتہ پود کے بارے میں اس بے لاگ رائے کا اظہار بہت حیرت انگیز معلوم ھوتا ھے :

'' یہ امر ظاھر ھے کہ جنھوں نے اعلیٰ تعلیم پائی ھے وہ اس تعلیم کے باعث اپنے ھم وطنوں سے علیحدہ ھو گئے ھیں اور اخلاقی نتیجہ اس تعلیم کا اچھا اور عمدہ نہیں ھوا ۔''[2]

---

(۱) دستور العمل پنجاب یونیورسٹی کالج، بابت ۱۸۷۴ع—۱۸۷۵ع صفحہ ۳٦ -
(۲) دستور العمل پنجاب یونیورسٹی کالج، ایضاً صفحہ ۳٦ -

بڑی ردّ و کدّ کے بعد بالآخر حکومت ہند اس شرط پر یونیورسٹی کی تجویز منظور کرنے پر آمادہ ہوگئی کہ مجوّزہ یونیورسٹی کو (جو یونیورسٹی کالج کہلائے گا) ڈگری عطا کرنے کے اختیارات نہ دیے جائیں، صرف اسناد دینے کے اختیارات عطا ہوں - نیز یونیورسٹی کالج کے متعلقہ تدریسی اداروں میں انگریزی زبان اور علوم پڑھائے جائیں گے - البتہ بعض مضامین کی تعلیم دیسی زبان میں ہوگی -

انجمن پنجاب نے حکومت کی پیش کش پر غور و فکر کرکے اپنے عذرات پیش کیے - نیز یونیورسٹی کے بارے میں اپنے موقف اور مدعا کی مزید وضاحت کرتے ہوئے حکومت ہند کے ہر ایک اعتراض کا تفصیل وار جواب دیا - اور آخر میں یہ لکھا کہ گورنمنٹ عالیہ کی عنایات کو ہم شکریہ کے ساتھ قبول کرتے ہیں مگر وہ بڑا مدعا جس کے لیے چندہ جمع ہوا، یعنی یونیورسٹی کے قیام کے ذریعے زبان ہائے مشرقی کو ازسر نو جاری کرنا، اس سے گورنمنٹ عالیہ نے ہم سے انکار کیا ہے -

لفٹیننٹ گورنر پنجاب نے اس کے جواب میں یہ لکھا کہ " ہماری رائے بھی آپ کے مطابق ہے - مگر ہمارے نزدیک یہ مناسب اور شایان نہیں کہ اس فیصلہ پر کچھ اعتراض کریں، جو گورنمنٹ ہند نے اس قدر غور کے بعد کیا ہے[1] - "

انجمن نے اس فیصلے کو اس یقین دھانی کے ساتھ قبول کر لی کہ یونیورسٹی کالج علوم مشرق کے فروغ میں پیش پیش رہے گا اور حسب

---

(۱) دستورالعمل پنجاب یونیورسٹی کالج، بابت ۱۸۷۳ء — ۱۸۷۵ء صفحہ ۴۹—۵۰

تک دیسی زبان میں علوم مفیدہ کی تعلیم ہو' انگریزی اختیاری زبان ہوگی - علاوہ بریں سینیٹ میں دیسی لوگ بھی شامل کیے جائیں گے -

۸ دسمبر ۱۸۶۹ع کو یونیورسٹی کالج کے اجراء کا اعلان کر دیا گیا - اعلان میں بیت العلوم کا نام یونیورسٹی کالج لاهور رکھا گیا لیکن بعد میں اس کا نام پنجاب یونیورسٹی کالج رکھ دیا گیا - سینیٹ کا پہلا اجلاس ۱۱ جنوری ۱۸۷۰ع کو سر ڈانلڈ میکلوڈ کی صدارت میں منعقد ہوا - صاحب موصوف نے سینیٹ کا افتتاح کرتے ہوئے اپنی تقریر میں اپنے مراسلہ (مورخہ ۱۰ جون ۱۸۶۵ع) کا حوالہ دے کر فرمایا :

'' اس چٹھی کی نقل صاحب ڈائریکٹر نے ان اشخاص کے پاس بھیجی جن کو صاحب موصوف نے سمجھا کہ اس معاملہ میں غالبا شوق رکھیں گے - اس امر میں لاهور اور امرتسر کی انجمن نے بلا تامل اور توقف بہت شوق سے تعلق اختیار کیا - اور ڈاکٹر لائٹنر صاحب کی صلاح سے انجمن نے میری هدایات کو بہت وسعت دی - اور یہ تجویز پیش کی کہ خاص زبان ہائے اور علوم مشرق کے مطالعہ کی ترغیب کے لیے اور دیسی علم ادب کے قائم کرنے کے واسطے لاهور میں ایک بیت العلوم مقرر کیا جائے ' جس کا نام اوری اینٹل یعنی مشرق یونیورسٹی رکھا جائے — دیسی عمائد اور شرفا نے خود بخود اپنی مرضی سے چندہ جمع کرنے کی تجویز کی اور اس تجویز کی پیروی اس شوق سے ہوئی کہ اس میں کچھ شک کی گنجائش نہیں رہی کہ رئیس اور شریف نہایت تعلق خاطر اور شوق سے اس کے گرویدہ ہیں - میری رائے میں لفظ مشرق کا استعمال ہونا مناسب نہیں معلوم

هوا - اس واسطے کہ میری دانست میں یہ بات تحقیق ہے کہ بیت العلوم مجوزہ کے قائم ہونے سے جن علوم وغیرہ کی ترقی منظور ہے اُن کے مطالعہ میں یورپ کی زبان اور علوم کی تحصیل کے داخل ہونے کے بغیر، جو اصل مقصد ہے، اُس کے حاصل ہونے کا امکان نہ ہوگا - کچھ مباحثہ کے بعد یہ نام ترک کیا گیا - باقی جو تجویز میرے پاس بھیجی گئی، میں نے غور کامل کے بعد اس کی دل سے تائید کی - اور اس موقعہ پر میں بیان کرنا چاہتا ہوں کہ جن وجوہات پر میں نے یونیورسٹی کے قائم کرنے کی سفارش کی ہے، کہ جس کی ضرورت یا مناسب ہونے کی نسبت پہلے مجھے شک تھا، وہ کچھ تو یہ ہیں کہ کل شمالی ہند کی جو ضروریات ہیں وہ کلکتہ یونیورسٹی سے پوری نہیں ہو سکتیں - مگر خاص وجوہ یہ ہیں کہ مجھے خوب یقین ہے کہ ہم اُس مقصد کو جو مدت سے میرے دل میں جا گزیں تھا یعنی تعلیم کی ترقی کی مساعی میں خلائق کے سرکردہ اشخاص جب تک ہمارے ساتھ تعاون نہ کریں، اُس مقصد کو کسی دوسرے طریق سے مناسب اور مؤثر طور پر حاصل نہیں کیا جا سکتا ''۔[1]

غرض انجمن پنجاب کی پُر خلوص اور شبانہ روز جد و جہد اور پنجاب کے نوابوں، راجاؤں اور دیگر امرا، رؤسا اور اشخاص کے تعاون اور دریا دلی سے بیت العلوم کا خواب، جو اُن کی اصل اُمیدوں

---

(۱) دستورالعمل پنجاب یونیورسٹی کالج، بابت ۱۸۷۴ع - ۱۸۷۵ع صفحہ ۵۴-۵۵

اور آرزوؤں کے اعتبار سے تشنہ اور ادھورا تھا، شرمندۂ تعبیر ہوا۔ اور پنجاب یونیورسٹی کالج کا قیام عمل میں آیا جس سے کچھ عرصہ بعد مکمل یونیورسٹی کے قائم ہونے کی اُمید بندھ گئی۔

ڈاکٹر لائٹنر، پرنسپل گورنمنٹ کالج لاہور و رئیسِ انجمنِ پنجاب، یونیورسٹی کالج کے پہلے رجسٹرار مقرر ہوئے۔

پنجاب یونیورسٹی کالج کے خاص مقاصد یہ قرار دیے گئے۔[۱]

(۱) جہاں تک ممکن ہو پنجاب کی دیسی زبانوں (اردو و ہندی) کے ذریعے یورپین علوم و فنون کو شائع کرنا اور دیسی ادبیات کو ترقی اور وسعت دینا۔

(۲) مشرقی السنہ (عربی فارسی سنسکرت) اور ادبیات کی عمدہ تعلیم کو ہر طرح سے تقویت دینا۔

(۳) تعلیم عامہ کی نگرانی اور ترقی میں صوبہ ہذا کے اہل علم اور معزز اشخاص کو سرکاری افسروں کے ساتھ شامل کرنا۔

امور مذکورہ بالا بیت العلوم ہذا کے خاص مقاصد میں۔ مگر یہ امر ملحوظ رہے کہ انگریزی زبان اور ادبیات کی تعلم کو ہر طرح تقویت دی جائے گی اور جن مضامین کی تعلیم دیسی زبانوں کے ذریعہ سے مکمل نہیں ہو سکتی اُن مضامین کی تعلیم اور امتحان انگریزی زبان کے ذریعہ سے ہوں گے۔

---

(۱) پنجاب گورنمنٹ گزٹ، ۲۳- دسمبر ۱۸۶۹ع، صفحہ ۱۳۲۳ -
یہ وہ اغراض و مقاصد ہیں جو اس کے بعد پنجاب یونیورسٹی کے کیلنڈروں میں ابتدائیہ (Preamble) کے طور پر ہمیشہ درج ہوتے رہے ہیں -

اورینٹل کالج کا قیام

انجمن پنجاب نے ڈاکٹر لائٹنر کی رہنمائی میں اورینٹل یونیورسٹی کی تحریک جاری کرنے کے ساتھ ساتھ اس سلسلے میں کچھ عملی اقدامات بھی اختیار کیے - ان اقدامات میں ایک اہم قدم مدرسہ علوم شرقیہ کے قیام کا تھا جو انجمن نے اپنی زندگی کے پہلے سال (۱۸۶۵ع) میں ہی اٹھایا - لاہور شکشا سبھا نے ۱۸۶۳ع میں ہیرا منڈی کے قریب ایک پاٹھ شالہ قائم کیا تھا ' جس میں ہندی اور سنسکرت کی تعلیم دی جاتی تھی - یہ پاٹھ شالہ انجمن نے اپنی تحویل میں لے کر اپنا مدرسہ قائم کیا اور اس میں عربی ' فارسی اور اردو کی تعلیم کا اضافہ کر دیا - اس مدرسے کے مقابل میں راجہ دھیان سنگھ کی حویلی تھی ' جہاں گورنمنٹ کالج لاہور پہلے پہل قائم ہوا - محکمۂ تعلیم کی طرف سے انجمن کے مدرسے کو پچاس روپے ماہوار دینے کا وعدہ کیا گیا ' جو کبھی پورا نہ ہوا - یہ مدرسہ باشندگان لاہور کی مالی امداد سے چلتا تھا -

مئی ۱۸۶۶ع میں تجربہ کے طور پر مدرسہ کے ساتھ کالج کی جماعتوں کا بھی اجراء ہوگیا - جن میں مولوی علمدارحسین (اسسٹنٹ پروفیسر عربی و فارسی گورنمنٹ کالج) اور مسٹر سٹینز ہفتہ میں دو مرتبہ علی الترتیب اردو اور طبیعیات بذریعہ اردو پڑھاتے تھے - اکتوبر ۱۸۶۶ع میں انجمن کو کالج کے لیے محلہ وچھو والی میں ایک ہندو مدرسے کی عمارت مل گئی - مالی دشواریوں کی وجہ سے انجمن کا اسکول جولائی ۱۸۶۷ع میں بند ہو گیا - البتہ کالج کی جماعتوں کو ' جن کے سالانہ مصارف ۱۶۶۴ روپے تھے ' جاری رکھا گیا - کالج کی یہ جماعتیں بھی جون

۱۸۶۸ء میں بند کر دی گئیں - اس موقعہ پر انجمن نے یہ قرار داد منظور کی کہ جس وقت خاطر خواہ امدادی رقم جمع ہو جائے، انجمن کی مجوزہ اورینٹل یونیورسٹی کے مقاصد کے مطابق مدرسہ اور کالج از سر نو جاری کر دیے جائیں گے - اس سلسلے میں ڈاکٹر لائٹنر اور ڈائریکٹر سررشتہ تعلیم کرنل ہالرائڈ کے درمیان گفت و شنید بھی ہوتی رہی - لیکن کوئی عملی قدم غالباً اس لیے نہ اٹھایا جا سکا کہ یونیورسٹی کے قیام کا مسئلہ مستقبل قریب میں کمر آور ہو رہا تھا -

یونیورسٹی کالج کے قیام میں علوم مشرقی کے احیاء کی تحریک اور اس سلسلے میں انجمن پنجاب کی جد و جہد نے فیصلہ کن عنصر کا کام دیا تھا - اس لیے یونیورسٹی کالج کے معرض وجود میں آنے کے فوراً بعد سب سے اہم مسئلہ مشرقی علوم و السنہ کے ایک عظیم اور باوقار ادارے کے قیام کا تھا - جس کے لیے پنجاب کے امرا و رؤسا اور اہل ثروت نے دل کھول کر مالی امداد دی تھی اور یونیورسٹی کے تخیل کو حقیقت کا جامہ پہنایا تھا - چنانچہ یونیورسٹی کالج کی سینیٹ نے اس مسئلہ پر فوری توجہ دی اور اپنی پہلی مجلس میں ہی ایک ایگزیکٹو کمیٹی مقرر کی جسے ہدایت کی گئی کہ علاوہ دیگر ضروری امور کے علوم مشرق کے فروغ کے سلسلے میں تجاویز پیش کرے - اس کمیٹی نے ۱۰ مارچ کو اپنی تجاویز مرتب کر کے پیش کر دیں - جن میں یہ کہا گیا تھا کہ چونکہ یونیورسٹی کے لیے چندہ دینے والے دیسی باشندے متفقہ طور پر ایک ایسے عظیم الشان اور باوقار مشرقی بیت العلوم کے قیام کے حامی ہیں جہاں مشرقی علوم والسنہ کی تعلیم جدید مقتضیات کے مطابق ہو لہذا کمیٹی سال رواں میں ایک ایسے مدرسۃ العلوم

مشرق کے قیام کی سفارش کرتی ہے جس میں سولہ برس سے زاید عمر کے طلبا، جنھوں نے عربی، فارسی اور سنسکرت میں اوسط درجے کی تعلیم حاصل کر لی ہو، داخل کیے جائیں۔ اس سلسلے میں کمیٹی نے دیگر متعلقہ امور کے بارے میں بھی تجاویز پیش کیں۔ سینیٹ نے مئی ۱۸۷۰ع میں سال رواں کا بجٹ منظور کرتے ہوئے ان تجاویز کو منظور کر لیا اور لاہور میں مدرسۃ العلوم مشرق کے قیام کا فیصلہ کر دیا۔ اس طرح ۱۸۷۰ع میں پنجاب یونیورسٹی کالج کے قیام کے فوراً بعد یونیورسٹی کا پہلا باقاعدہ تدریسی ادارہ معرض وجود میں آ گیا۔

اگرچہ یہ ادارہ ہیئت ترکیبی کے اعتبار سے انجمن پنجاب کے اُس کالج سے قدرے مختلف تھا جو ۱۸۶۸ع میں بند کر دیا گیا تھا، تاہم مقصد اور طریق کار کے اعتبار سے موجودہ ادارہ اور سابقہ کالج اُس تحریک کی قدرتی پیداوار تھے، جسے انجمن پنجاب نے ۱۸۶۵ع میں شروع کیا تھا.... یعنی اورینٹل یونیورسٹی کی تحریک....!

پہلا دور

۱۸۷۰ء تا ۱۸۸۲ء

مارچ ۱۸۷۲ء تک مشرق علوم و السنہ کا یہ ادارہ اورینٹل سکول کہلایا ۔ اس کے بعد اس کا نام اورینٹل کالج رکھ دیا گیا ۔ اور اسکول کے علاوہ اس میں کالج کی جماعتیں بھی جاری کر دی گئیں ۔

غالباً شروع میں سکول و کالج کی جماعتیں اپنی قدیم عمارت میں قائم کی گئیں ۔ کچھ عرصہ بعد اورینٹل کالج کے لیے کھڑک سنگھ کی حویلی حاصل کرلی گئی ۔ یہ حویلی لوھاری دروازہ کے اندر نہال چند کے مندر کے سامنے واقع تھی ۔ ۱۸۷۳ء میں اورینٹل کالج انارکلی میں کرایہ کی ایک عمارت میں منتقل ھو گیا ۔ انارکلی کی اس عمارت کی جگہ بعد میں برکت رام بلڈنگ بنی ۔ ۱۸۷۶ء میں جب گورنمنٹ کالج کی عمارت مکمل ھو گئی تو اورینٹل کالج اس کے شمال مشرق گوشہ میں منتقل ھوا ۔ شروع میں اوپر کی دونوں منزلیں اورینٹل کالج کی تحویل میں تھیں مگر گورنمنٹ کالج جوں جوں پھیلتا گیا ' اورینٹل کالج کا قبضہ اس عمارت کے اکثر حصوں سے سمٹتا گیا ۔

ڈاکٹر جی ۔ ڈبلیو لائٹنر ایم ۔ اے' پی ایچ ۔ ڈی' ایل ایل ۔ ڈی' بارایٹ لا ' اورینٹل کالج کے پہلے اعزازی پرنسپل مقرر ھوئے (موصوف

اس کے علاوہ گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل اور پنجاب یونیورسٹی کالج کے رجسٹرار بھی تھے) سات برس تک وہ اعزازی طور پر اس عہدے پر کام کرتے رہے اور یکم اگست ۱۸۷۷ع سے پرنسپل کے عہدے کی تنخواہ (۵۰۰ روپے ماہوار) قبول کی - پرنسپل شپ کے علاوہ انھوں نے شروع میں اعزازی سپرنٹنڈنٹ تحقیق و تصنیف کے فرائض بھی سرانجام دیے - یونیورسٹی کالج کی سینیٹ نے مئی ۱۸۷۰ع میں ڈاکٹر اوپرٹ (Dr. Oppert) اسسٹنٹ لائبریرین ونڈسر کو سنسکرت پروفیسر اور سپرانٹنڈنٹ تحقیق و تصنیف مقرر کیا - لیکن یہ تقرر عملی جامہ نہ پہن سکا - اس کے بعد سینیٹ نے ڈاکٹر ٹرمپ (Dr. Trumpp) کو دو سو روپے ماہوار پر عارضی طور پر سپرنٹنڈنٹ مقرر کیا - اکتوبر ۱۸۷۳ع میں پامر بایڈ بی - اے (Palmer Boyd) کو سپرنٹنڈنٹ مقرر کیا گیا جو ۱۸۷۶ع تک اس عہدے پر کام کرتے رہے - کالج کے دوسرے مشہور اساتذہ میں مولوی فیض الحسن سہارنپوری (صدر مدرس عربی) ' مولوی عبدالحکیم (صدر مدرس فارسی) ' پنڈت گورو پرشاد (صدر مدرس سنسکرت) کے اسماء قابل ذکر ہیں (مفصل فہرست ضمیمہ ب میں ملاحظہ فرمائیے) -

اورینٹل کالج کے مقاصد میں تدریس علوم والسنہ کے علاوہ تحقیق و تصنیف اور ان کی طباعت و اشاعت کا اہم کام بھی شامل تھا - اس مقصد کے لیے کالج کے ساتھ مندرجہ ذیل ریسرچ فیلوز منسلک تھے - الگزنڈر فیلوشپ ' میکلوڈ کشمیر سنسکرت فیلو شپ ' میکلوڈ پنجاب عربک فیلوشپ ' جالندھر طبی فیلو شپ ' پٹیالہ میڈو فیلوشپ ' کپورتھلہ علم طبعی فیلو شپ ' پٹیالہ ٹرانسلیٹر ' بہاول پور عربی سکالر وغیرہ (تفصیلات کے لیے ضمیمہ ج ملاحظہ فرمائیے) -

ان ریسرچ فیلوز کے علاوہ کالج کے تدریسی شعبے کے ارکان درس و تدریس کے علاوہ تحقیق و تصنیف کا کام بھی کرتے تھے ۔ کالج سے عربی اور سنسکرت کے علمی تحقیقی ماھوار رسالے بھی جاری ھو گئے تھے ۔ عربی کا رسالہ " شفاء الصدور " مولانا فیض الحسن کی ادارت میں اور سنسکرت کا رسالہ " ودیودای" (Vidyodai) پنڈت رکھی کیش شاستری کی ادارت میں نکلتا تھا ۔ اس طرح اوریئنٹل کالج نے شروع سے ھی تدریس و تحقیق کی ایک ایسی عظیم الشان روایت قائم کی کہ جس کی مثال اس عہد میں برصغیر کے کسی دوسرے تدریسی ادارے میں ملنی مشکل تھی ۔

ڈاکٹر لائٹنر نے اوریئنٹل کالج کی تدریسی روایت میں مشرقی زبانوں کی تحصیل کے پرانے طریقوں میں ایک خاص تبدیلی پیدا کی اور وہ یہ کہ زبان کے مطالعہ کی بنیاد فقہ اللسان پر رکھی اور ادب کے مطالعے کے لیے سیاسی اور سماجی پس منظر پر زور دیا ۔ تصنیف و تالیف کے سلسلے میں بھی ڈاکٹر لائٹنر نے اوریجنل تصنیف اور مواد سازی کو تراجم سے زیادہ اھمیت دی کیونکہ ڈاکٹر لائٹنر کا خیال یہ تھا کہ ترجمہ بیکار چیز ھے جس سے اصل اور ترجمے دونوں کا حلیہ بگڑ جاتا ھے ۔

۱۸۷۳ع میں ڈاکٹر لائٹنر علالت کے سبب رخصت پر یورپ چلے گئے اور فروری ۱۸۷۶ع میں واپس آئے ۔ اس دوران میں کالج کے تدریسی اور تحقیقی شعبوں کا کام کچھ رو بہ انحطاط ھو گیا تھا ۔ چنانچہ ڈاکٹر لائٹنر نے کالج کی سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۷۵ع - ۱۸۷۶ع میں بڑے عدم اطمینان کا اظہار کیا ۔ اور اساتذہ اور محققین کی کوتاھی اور غفلت پر سخت زجر و توبیخ کی ۔ اس کے بعد انھوں نے اندرونی نظم و نسق

کو درست کرنے کے علاوہ تدریسی اور تحقیقی شعبوں کو از سر نو منظم کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند برس میں کالج کی علمی شہرت دور و نزدیک پہنچ گئی - ۱۸۸۲ء میں دوبارہ رخصت علالت پر جانے سے پیشتر ڈاکٹر لائٹنر نے سال ۱۸۸۰ء تا ۱۸۸۱ء کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے کالج کے گزشتہ پانچ برس کے تدریسی، تحقیقی اور تصنیفی کاموں کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا ہے - جس سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ اوریئنٹل کالج ایک ایسا عظیم ادارۂ تدریس و تحقیق اور تصنیف و تالیف بن گیا تھا کہ اکثر علمی حلقوں میں اسے صحیح معنوں میں بیت العلوم (یونیورسٹی) کہا جانے لگا تھا -

لیکن اوریئنٹل کالج کے بارے میں بعض حلقوں میں، کچھ تو کم علمی کی وجہ سے اور کچھ بر بنائے تعصب، شکوک و شبہات کا سلسلہ بھی جاری تھا - دوسرے انگریزی کالجوں کی مفیدیت کے مقابلے میں اسے غیر مفید اور کم حیثیت ادارہ تصور کیا جا رہا تھا - حکومت کا محکمہ تعلیم اس ادارے سے جو سلوک کر رہا تھا، اسے معاندانہ نہیں تو ہمدردانہ اور منصفانہ بھی نہیں کہا جا سکتا - اوریئنٹل کالج حکومت سے کوئی مدد نہیں لیتا تھا، سوائے اس کے کہ اسے اقامت کے لیے گورنمنٹ کالج کی عمارت کا ایک گوشہ مل گیا تھا جس کا معاوضہ گورنمنٹ کالج کو بعض مضامین میں تدریسی امداد کی صورت میں دے دیا جاتا تھا - اوریئنٹل کالج کے اخراجات کی کفالت عوام کی نجی امداد اور امرا و رؤسا کے عطیات کے منافع سے ہوتی تھی - حکومت کی سرپرستی سے اسے براہ راست کوئی تعلق نہیں تھا - اگر کوئی تعلق تھا تو صرف اسی قدر کہ اس کالج کا الحاق رسمی طور پر پنجاب یونیورسٹی کالج

کے ساتھ تھا ، جس کو حکومت امداد دیتی تھی -

ان مشکلات اور غلط فہمیوں کے باوجود اورینٹل کالج کی حسن کارکردگی با اعتبار وسعت و جامعیت اور با اعتبار معیار و فضیلت کسی دوسرے جدید طرز کے تعلیمی ادارے سے کم نہ تھی - بلکہ بعض لحاظ سے اورینٹل کالج بر عظیم کے دوسرے جدید کالجوں اور یونیورسٹیوں کے مقابلہ میں زیادہ با وقار ادارہ تھا - اس کی دو حیثیتیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں - اوّل یہ کہ یہ ادارہ کم خرچ تھا اور دوم یہ کہ اس کا ذہنی و علمی معیار بلند تر تھا - کیونکہ یہ قدیم و جدید اور مشرقی و مغربی علوم کا سنگم ہونے کی حیثیت سے ایک صحت مند تہذیبی و ثقافتی روایت کا نمونہ پیش کر رہا تھا - یہاں علوم کی تعلیم ان کے سیاق و سباق کے ساتھ اور ملکی زبانوں میں دی جاتی تھی - جس سے طلبا میں اوریجنل غور و فکر کا احساس اُبھرتا تھا - اس کے برعکس جدید طرز کے سکولوں اور کالجوں میں انگریزی ذریعہ تعلیم اور خلاصوں کی مدد سے خام اور ادھورے علوم پڑھائے جا رہے تھے جس سے طلباء میں نقالی اور تقلید کے سوا اور کوئی صلاحیت پیدا نہیں ہوتی تھی -

یہ بھی اتفاق کی بات ہے کہ ڈاکٹر لائیٹنر اورینٹل کالج کے پرنسپل بھی تھے اور گورنمنٹ کالج کے پرنسپل بھی - اس لیے وہ ان دونوں اداروں کی ماہیت اور نتائج علمی سے پوری طرح باخبر تھے - اپنے وسیع اور طویل تعلیمی تجربہ کی روشنی میں انھوں نے اپنی بعض رپورٹوں میں دونوں تعلیمی اداروں کا موازنہ بھی کیا ہے اور حکومت کے اس ترجیحی سلوک کا شکوہ بھی کیا ہے جو اورینٹل کالج کے بارے میں غلط فہمیوں ، مغالطوں اور طرح طرح کی مشکلات کی صورت

میں ظاہر ہوتا رہتا تھا ۔

ذیل میں گورنمنٹ کالج اور اورینٹل کالج کی تدریسی کارکردگی اور اُن کے اخراجات کا نقشہ ملاحظہ فرمایے ۔ یہ نقشہ سال ۱۸۷۸ء تا ۱۸۷۹ء کی رپورٹ سے ماخوذ ہے :

کوائف	گورنمنٹ کالج	اورینٹل کالج
(۱) اساتذہ ۔	۹	۲۲
(۲) مضامین ۔	۱۰	۳۰
(۳) جماعتیں ۔	۲۲	۶۰
(۴) طلبا ۔	۸۸	۱۹۶
(۵) امتحانات ۔	۳ (آرٹس)	۲۶ (آرٹس کے علاوہ مختلف دوسرے امتحان)
(۶) اخراجات ۔	۵۹٫۸۴۴ روپے سالانہ	۱۳٫۶۴۴ روپے سالانہ

یہ مقابلہ و موازنہ تو صرف تدریسی کام کا تھا اورینٹل کالج کا تحقیقی و تصنیفی کام اس کے علاوہ ہے جس میں گورنمنٹ کالج سے مقابلے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا[1]۔ اس کے باوجود یہ اعتراض کہ حکومت کے انگریزی کالج زیادہ مفید اور اورینٹل کالج ایک بے سود اور بے کار ادارہ ہے، نا انصافی پر مبنی تھا، جس کو بے خبری کہا جا سکتا ہے اور یا پھر تعصب ۔ لیکن ان مشکلات اور اعتراضات کے باوجود ڈاکٹر لائٹنر کا احساس یہ تھا کہ ”اگر اورینٹل کالج

۱۔ البتہ اس کا موازنہ گورنمنٹ ٹرانسلیٹنگ ڈیپارٹمنٹ سے کیا جا سکتا ہے ۔ اس کے لیے ذیل کا نقشہ ملاحظہ ہو جس میں دو برس (۱۸۷۷ء تا ۱۸۷۹ء) کی

اپنے مقاصد کے حصول کی راہ پر گامزن رہا تو عنقریب یہ ادارہ نہ صرف برعظیم میں ایک عظیم الشان ثقافتی و تہذیبی مرکز بن جائے گا بلکہ دنیا بھر کے محققین کے لیے علوم مشرق کی تحقیق کے ایک فعّال مرکز کی حیثیت حاصل کر لے گا" (بحوالہ رپورٹ ۱۸۷۸ء تا ۱۸۷۹ء)

اس دور میں اورینٹل کالج میں مندرجہ ذیل ۲۰ مضامین پڑھائے جاتے تھے:

(۱) اُردو (منشی اور مولوی جماعتوں کے سلسلے میں)۔
(۲) هندی (پنڈت جماعتوں کے سلسلے میں)۔
(۳) گورمکھی (بھائی جماعتوں کے سلسلے میں)۔
(۴) پشتو (آن افغان طلبا کے لیے جو پشتو، عربی اور دیگر

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۲۵)
کارکردگی درج ہے:

کوائف	حکومت کا محکمہ ترجمہ	اورینٹل کالج کا عملہ
(۱) کتب جو دو سال کے عرصہ میں تالیف و ترجمہ ہوئیں۔	۸ مطبوعات	۵۰ کتب کے علاوہ عربی اور سنسکرت کے ماہوار علمی رسالے۔
(۲) تعداد صفحات	۲۷۹۰ صفحات	۶۳۷۳ صفحات کے علاوہ عربی اور سنسکرت رسائل کے ۴۵۴ صفحات۔
(۳) محکمہ اشاعت کا خرچ۔	۱۳'۳۵۶ روپے	۵'۰۸۸ روپے (فیلوز کے وظائف)
(۴) طباعت کا خرچ	۵'۴۳۶ روپے	۱'۰۰۰ روپے

ابتدائی مضامین کی تیاری کریں) -

(۵) علم انشاء (اُردو) (منشی اور مولوی جماعتوں کے لیے) -

(٦) فوجداری ' سول ' مالیات وغیرہ پر شری شتیدر کی تصنیفات (منشی جماعتوں کے لیے) -

(۷) علم انشاء (هندی) معه بہی کھاته ' لنڈے ' صراف (بنک طریق پر) -

(۸) پیمائش (انجنیئرنگ کی جماعتوں کے لیے) -[1]

(۹) علم تعمیرات (انجنیئرنگ کی جماعتوں کے لیے) -

(۱۰) نقشه کشی (انجنیئرنگ کی جماعتوں کے لیے) -

(۱۱) زمین کی پیمائش (انجنیئرنگ کی جماعتوں کے لیے) -

(۱۲) علم تخمینه (انجنیئرنگ کی جماعتوں کے لیے) -

(۱۳) حساب (اُردو و هندی ' انٹرنس جماعت کے لیے) -

(۱۴) تاریخ و جغرافیه (اُردو و هندی ' انٹرنس جماعت کے لیے) -

(۱۵) طبیعیات (اُردو و هندی ' انٹرنس جماعت کے لیے) -

(۱٦) منشی (فارسی ادبیات ' تاریخ ' فلسفهٔ اخلاق ' فن خطابت ' گفتگو) -

(۱۷) منشی عالم (فارسی ادبیات ' تاریخ ' فلسفه اخلاق ' فن خطابت ' گفتگو) -

(۱۸) منشی فاضل (فارسی ادبیات ' تاریخ ' فلسفهٔ اخلاق ' فن خطابت ' گفتگو) -

(۱۹) مولوی (عربی صرف و نحو ' ادبیات ' تاریخ ' منطق ' فلسفه '

---

(۱) انجنیئرنگ کی جماعتوں کا اجراء اپریل ۱۸۷۷ع سے هوا -

فقہ ، فن خطابت ، مضمون نگاری ، گفتگو) ۔

(۲۰) مولوی عالم (عربی صرف و نحو ، ادبیات ، تاریخ ، منطق ، فلسفہ ، فقہ ، فن خطابت ، مضمون نگاری ، گفتگو) ۔

(۲۱) مولوی فاضل (عربی صرف و نحو ، ادبیات ، تاریخ ، منطق ، فلسفہ ، فقہ ، فن خطابت ، مضمون نگاری ، گفتگو) ۔

(۲۲) پراگ (سنسکرت گرامر ، ادبیات ، ناٹک ، خطابت ، فلسفہ ، ویدک علوم) ۔

(۲۳) بشارد (سنسکرت گرامر ، ادبیات ، ناٹک ، خطابت ، فلسفہ ، ویدک علوم) ۔

(۲۴) شاستری (سنسکرت گرامر ، ادبیات ، ناٹک ، خطابت ، فلسفہ ویدک علوم) ۔

(۲۵) (و) بدیمن (بھاشی) (ب) ودوان (ج) معلومات عامہ

(۲۶) شیعہ قانون وراثت (معہ عربی کی تعلیم) ۔

(۲۷) حکیم جماعتیں (مختلف یونانی طبی موضوعات) ۔

(۲۸) بید جماعتیں (مختلف ویدک طبی موضوعات) ۔

(۲۹) قانون اسلامی (اردو) ۔

(۳۰) قانون ہنود (ہندی) ۔

(۳۱) علم طبقات الارض (اردو و ہندی) ۔

(۳۲) کیمیا (اردو و ہندی) ۔

(۳۳) سیاست مدن (اردو و ہندی) ۔

(۳۴) ریاضی (اردو ، ہندی ۔ وسطانی و فوقانی جماعتوں کے لیے) ۔

(۳۵) تاریخ و جغرافیہ .... ایضاً

(۳٦) منطق و فلسفۂ اخلاق (بطرز جدید) ایضاً
(۳۷) مبادیات قانون (اُردو و ھندی) -
(۳۸) مشاعرہ و مناظرہ -
(۳۹) فوٹوگراف -
(۴۰) مختلف مضامین کے سلسلے میں تجربات (مثلاً قانون کے طلبا کچہریوں میں ' طب کے ھسپتالوں میں ' انجنیئرنگ کے تعمیراتی منصوبوں یعنی عمارتوں ، پلوں ، سڑکوں پر جا کر اپنے علم کے سلسلے میں تجربات حاصل کریں)[1] -

ان مضامین پر ایک نظر ڈالنے سے یہ واضح ھو جاتا ھے کہ اورینٹل کالج میں ھر نوع کے علوم اور السنہ کی تعلیم کا مناسب بندوبست تھا - جو طلبا کو زندگی کے مختلف شعبوں میں کام کرنے کے لیے تیار کر سکتا تھا - اورینٹل کالج میں انجنیئرنگ کے طلبا کو رڑکی انجنیئرنگ سکول کے بعض امتحانات کے لیے تیار کیا جاتا تھا - ان جماعتوں کا مقصود یہ تھا کہ ایسے ارزاں لیکن لائق اور محنتی دیسی انجنیئر تیار کیے جائیں جو سرکاری ملازمت سے بے نیاز ھو کر میونسپلٹیوں ' سرکاری ٹھیکوں اور نجی اداروں میں کام آ سکیں - نیز اگر ضرورت پڑے تو یورپین انجنیئروں کی جگہ بھی کام کر سکیں - جہاں تک قانون کی

---

(۱) اس کے مقابلے میں گورنمنٹ کالج میں جو دس مضامین پڑھائے جاتے تھے اُن کی تفصیل یہ ھے :
(۱) انگریزی (زبان و ادب) - (۲) فارسی - (۳) عربی - (۴) سنسکرت - (۵) علم طبقات الارض (ذریعہ تعلیم انگریزی) - (٦) کیمیا (ذریعہ تعلیم انگریزی) (۷) علم الحیوانات (ذریعہ تعلیم انگریزی) - (۸) تاریخ و جغرافیہ (ذریعہ تعلیم انگریزی)- (۹) منطق و فلسفۂ اخلاق (ذریعہ تعلیم انگریزی) - (۱۰) ریاضی -

جماعتوں کا تعلق تھا یونیورسٹی کے ماتحت لاء سکول اور اورینٹل کالج کی جماعتوں کا یہ فرق ملحوظ رهنا چاهیے کہ لاء اسکول کے سلسلے کی بعض جماعتیں اورینٹل کالج میں پڑھتی، تھیں جس میں شیعہ قانون وراثت کی جماعت بھی شامل هے جو شیعہ طلبا پر مشتمل تھی۔ علاوہ بریں ان مولویوں اور پنڈتوں کے لیے، جو عربی اور سنسکرت میں تحصیل علم کے بعد اپنے ان مذهبی قوانین کا مطالعہ کرنا چاهیں جو ملک میں مروج نہیں۔ یہ اقدام آن لیگل ٹائٹلز امتحانات کے لیے اٹھایا گیا جنھیں لاء فیکلٹی اور آرٹ فیکلٹی نے حکومت کی سفارش (۱۸۷۱ء) پر جاری کیا۔

اورینٹل کالج میں طلبا کو مندرجہ ذیل ۲۶ امتحانات کے لیے تیار کیا جاتا تھا:

(الف) آرٹس:

(۱) انٹرنس (اردو اور هندی)۔

(۲) پرافیشنسی ایضاً

(۳) اعلیٰ پرافیشنسی ایضاً

(۴) آنرزان آرٹس (السنہ شرقیہ، تاریخ، ریاضی)۔

(ب) مشرقی السنہ و ادبیات:[1]

(۵) منشی۔

(۶) منشی عالم۔

(۷) منشی فاضل۔

(۸) مولوی۔

---

(۱) صابات کی تفصیل کے لیے ضمیمہ د ملاحظہ فرمائیے۔

(۹) مولوی عالم۔
(۱۰) مولوی فاضل۔
(۱۱) پراگ۔
(۱۲) بشارد۔
(۱۳) شاستری۔

(ج) قانون:

(۱۴) لیگل ٹائیٹلز شرع اسلامی (گورنمنٹ کمیٹی ۱۸۷۱ء کی تجویز کے مطابق)۔
(۱۵) لیگل ٹائیٹلز۔ دھرم شاستر (برائے ہندو وکلاء)۔

(د) ادویات:

(۱۶) حکیم حاذق (طبّ یونانی)۔
(۱۷) عمدۃ الحکماء — ایضاً —
(۱۸) زبدۃ الحکماء — ایضاً —
(۱۹) ویدیہ (ویدک طبّ)
(۲۰) بھیکھک — ایضاً —
(۲۱) مہابھیکھک یا راج ویدیہ (ویدک طبّ)
(۲۲) سول انجنیئرنگ (پہلا امتحان)۔
(۲۳) ورنیکلر دفاتر (امور سول، فوجداری، مالیات)۔
(۲۴) بدیمن (گورمکھی)۔
(۲۵) ودوان۔
(۲۶) حساب اور خوش نویسی کا امتحان (پبلک ملازمت کے سلسلے میں)۔

ان امتحانات کے علاوہ ایف۔ اے اور بی۔ اے یا پرافیشنسی اور ہائی پرافیشنسی کے عربی، فارسی، سنسکرت کے اُن نصابات کی تدریس بھی اورینٹل کالج میں ہوتی تھی جنھیں کلکتہ اور پنجاب کی یونیورسٹیوں نے تجویز کیا تھا۔

اورینٹل کالج میں طلبا کے داخلے کے قواعد یہ تھے:

جو طالب علم عربی، فارسی، سنسکرت کے ہر سہ مدارج میں کامیاب ہو کر کالج میں آئندہ ترقیٔ علم کے لیے داخل ہوتے انھیں بجٹ کی حد تک حسب لیاقت وظائف دئیے جاتے۔

جن طلبا نے پنجاب یونیورسٹی کالج کا امتحان (انٹرنس) پاس کر لیا ہوتا وہ داخلے کے مستحق تھے۔ جو طالب علم بغیر کسی امتحان پاس کرنے کے اورینٹل کالج میں کسی آئندہ امتحان کی تیاری کے لیے داخل ہونا چاہتا، اُس کے لیے ضروری تھا کہ اتنی استعداد رکھتا ہو کہ کالج کی ابتدائی جماعت میں داخل ہو سکے۔ اگر کوئی طالب علم زیادہ لیاقت رکھتا ہو تو اُسے متعلقہ اُستاد کی سفارش پر اُسی جماعت میں داخل کیا جاتا جس کا وہ اہل ہوتا۔ مستحق طلبا کو وظائف بھی دئیے جاتے تھے۔

اورینٹل سکول میں بھی اُن طالب علموں کو داخل کیا جاتا تھا جن کی عمر سولہ برس کی ہو اور جو انٹرنس یا السنہ شرقیہ کا ابتدائی امتحان پاس کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ گویا یہ سکول ہائی یا اپر مڈل سکول کی حیثیت رکھتا تھا۔

اورینٹل کالج اپنی علمی شہرت کی وجہ سے دور دور کے لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گیا تھا۔ ہر سال برعظیم کے مختلف گوشوں کے

علاوہ وسط ایشیا ، بخارا ، کابل ، بدخشاں ، تبّت ، گلگت ، سوات ، ھنزہ کے علاقوں سے طلبا یہاں تحصیل علم کے لیے آتے تھے - یہ امر قابل ذکر ھے کہ علاّمہ شبلی نعانی بھی مولانا فیض الحسن سہارنپوری سے (جو اس زمانے میں برّعظیم میں عربی زبان و ادبیات کے ایک جیّد عالم تھے) فیض حاصل کرنے کے لیے ۱۸۷۵ع میں لاھور پہنچے اور چھ ماہ تک اُن سے دامسہ پڑھتے رھے - داخلوں کا وقت گزر جانے کی وجہ سے وہ کالج میں باقاعدہ داخل نہ ھو سکے - تاھم کچھ عرصہ بعد کالج کی طرف سے شبلی نعانی کو (اضافی Casual طالب علم کی حیثیت سے) جاعت میں بیٹھنے کی اجازت مل گئی تھی - ۱۸۷۰ع سے ۱۸۸۲ع تک اورینٹل کالج سے مختلف امتحانات میں کامیاب ھونے والے طلبا کی تعداد ۹۳۰ تھی -

مذکورہ بالا احوال و تصریحات پر سرسری سی نگاہ ڈالنے سے یہ امر واضح ھو جاتا ھے کہ اوریئنٹل کالج نے اپنی زندگی کے ابتدائی بارہ برس کے عرصہ میں اپنے صاحبِ عزم و ھمت اور صاحبِ فہم و بصیرت پرنسپل ڈاکٹر لائٹنر کی رھنمائی میں انجمن پنجاب کے مقاصد کی تکمیل میں جو جد و جہد کی ، وہ کس قدر ثمر آور ھوئی - اوریئنٹل کالج نے اپنی اس قلیل عمر میں تدریسی میدان میں علوم و فنون اور زبان و ادبیات کے مختلف شعبوں میں کار ھائے نمایاں سر انجام دئیے - تحقیق و تصنیف کے میدان میں کالج کے علماء و فضلا کا کام اتنا وسیع اور وقیع تھا کہ برعظیم کے علاوہ یورپ کے مستشرقین بھی اس کو سراھنے لگے تھے - اور اس طرح یہ ادارہ اپنے محدود وسائل اور محدود تر دائرۂ عمل میں برعظیم میں

ایک ایسے بیت العلوم (یونیورسٹی) کی مثال پیش کر رہا تھا جو حقیقت میں تو یونیورسٹی کی سطح کا حامل تھا لیکن بظاہر یونیورسٹی نہیں تھا یا نہیں سمجھا جا رہا تھا - کیونکہ اسے یونیورسٹی کے بقیہ اختیارات یعنی امتحانات کے انصرام اور اسناد کے اجراء کے اختیارات حاصل نہیں تھے - گویا یہ کالج انجمن پنجاب کی اورینٹل یونیورسٹی کے تخیّل کی عملی تعبیر و تفسیر تھا ' جو عملاً یونیورسٹی ہونے ہوئے بھی قانوناً یونیورسٹی کہلانے کا مجاز نہیں تھا ۔

دوسرا دور

۱۸۸۲ تا ۱۹۱۰ء

ڈاکٹر لائٹنر نے سترہ برس قبل پنجاب اور شمالی ہند کو کلکتہ یونیورسٹی کے حلقۂ اثر سے نجات دلانے کے لیے جس ان تھک جدّ و جہد کا آغاز کیا تھا، اور اُن کی رہنمائی میں انجمن پنجاب اور اس کے معاون دیسی اُمرا و رؤسا نے جس صبر و استقامت سے انتظار کی گھڑیاں گنی تھیں، وہ دور بالآخر ختم ہوا اور یہ جدّ و جہد کامیابی سے ہم کنار ہوئی — یعنی ۱۸۸۲ء میں پنجاب کو ایک مکمل یونیورسٹی مل گئی۔

۱۳ جون ۱۸۸۲ء کو پنجاب یونیورسٹی بل گورنر جنرل کی کونسل میں پیش ہو کر ایک منتخب کمیٹی کے سپرد ہوا، جس میں سر چارلس ایچی سن (لفٹیننٹ گورنر پنجاب) بھی شامل تھے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ سر ایچی سن اُس امدادی کمیٹی کے بھی رکن رہ چکے تھے جس نے ۱۸٦۵ء میں انجمن پنجاب کی دیسی کمیٹی کے ساتھ تعاون کیا تھا۔ منتخب کمیٹی نے اپنی رپورٹ ۲۰ ستمبر کو پیش کر دی اور ۵ اکتوبر کو گورنر جنرل کی منظوری سے بل کونسل میں پیش ہوا۔ اس موقع پر سر چارلس ایچی سن نے کونسل میں ایک طویل تقریر کی جس میں انجمن پنجاب کی اورینٹل یونیورسٹی کی تحریک، اس کے مقاصد

اور پس منظر پر بھی روشنی ڈالی، نیز اُس نظریاتی اختلاف کا ذکر بھی کیا جو لارڈ میکالے کی سفارشات سے شروع ہوا اور شمالی ہند علی الخصوص پنجاب میں خاصا ترقی پذیر رہا۔ حتیٰ کہ پنجاب یونیورسٹی کالج نے دیسی زبانوں کی نشوو نما اور علوم مشرق کے فروغ کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان اور انگریزی ذریعۂ تعلیم کے استحکام کو اپنے مقاصد کی بنیاد بنایا۔ صاحب موصوف کی رائے میں اب جب کہ انگریزی کی حیثیت یہاں مستحکم ہوگئی ہے اور حکمرانوں کی زبان ہونے کے علاوہ یورپین افکار و علوم کی تحصیل کا اہم ذریعہ ہونے کے اعتبار سے اس کی فوقیت اور برتری کو عام طور پر مان لیا گیا ہے، تو پھر مجوّزہ یونیورسٹی کی کامیابی کے نقطۂ نظر سے اس امر کی مخالفت کرنا یا اس کے اثر کو کم کرنے کی کوشش کرنا احمقانہ ہی نہیں بلکہ مہلک بات ہے۔ اس کے بعد صاحب موصوف نے دیسی اُمرا و رؤسا کی اُمیدوں اور آرزوؤں کا خیال کرتے ہوئے اُن کی اشک شوئی بھی ضروری سمجھی اور فرمایا کہ اب جبکہ اعلیٰ انگریزی تعلیم کے مفاد کا پورا پورا تحفّظ کر لیا گیا ہے، یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یونیورسٹی بل کی تشکیل کرتے ہوئے پنجاب کے اُن دیسی اُمرا و رؤسا کی معقول توقّعات اور اُمیدوں کی تشفی کا بھی کوئی بندوبست کیا جائے، جو اگرچہ ایک خالصتاً انگریزی طرز کی یونیورسٹی کے منصوبے میں کوئی دلچسپی نہ لیتے، لیکن اس کے مشرقی پہلو سے اُنھیں گہرا لگاؤ ہے۔ مشرقی شعبے کے بغیر نہ صرف اُن کی توقعات ختم ہو جائیں گی بلکہ اس منصوبے کی تکمیل ناممکن ہو جائے گی جس کی خاطر پنجاب یونیورسٹی کالج کے لیے بڑی بڑی رقوم حاصل کی گئی تھیں۔ در حقیقت مجوّزہ یونیورسٹی کی

حیثیت کے سلسلے میں ساری بحث اس مفروضہ ناممکن صورت پر مرکوز ہو جاتی ہے کہ انگریزی کا معیار گرائے بغیر اور مشرق اور انگریزی ڈگریوں میں الجھے بغیر یہ اہم مقصد حاصل کیسے ہو سکتا ہے؟ بل کی دفعات ۲۱ و ۳۱ اسی نازک مسئلے کے متعلق ہیں، اور میری رائے میں یہ دفعات اس بل کی اہم ترین دفعات ہیں جو اس مسئلے کو اطمینان بخش طریقے سے حل کرتی ہیں۔

ان دفعات کے مطابق ایک الگ اوریئنٹل فیکلٹی بنائی جائے گی جو اپنے مضمون کی ڈگریاں دینے کی مختار ہوگی۔ اور یونیورسٹی کی تحریک کی حقیقت و ماہیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اوریئنٹل فیکلٹی کو ایک نظیر کے طور پر یونیورسٹی میں تقدم بھی حاصل ہوگا۔[1]

کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق پنجاب یونیورسٹی کالج میں اوریئنٹل کالج کا مشرقی شعبہ آرٹس فیکلٹی کا حصہ تھا اور اب مجوزہ یونیورسٹی میں بالکل جدا اور دوسری فیکلٹیوں کے مقابلے میں ممتاز فیکلٹی بن گیا۔ اس طرح نئے یونیورسٹی ایکٹ نے انگریزی طریقۂ تعلیم کی حفاظت کے ساتھ ساتھ دیسی امرا و رؤسا کو مطمئن کرنے کے لیے مشرقی علوم و السنہ کی اشک شوئی کا بھی سامان پیدا کردیا۔ مجوزہ یونیورسٹی کے مقاصد میں دیسی زبانوں کی تعمیر و ترقی اور مشرقی کلاسیکی زبانوں اور ادبیات کی تعلیم و ترقی کے وسائل مہیا کرنا سر فہرست تھا۔ اس طرح گویا نئے قانون نے "عطیہ دہندگان، امداد کنندگان اور یونیورسٹی تحریک کے حامیوں اور معاونوں کی خواہشات کو ایک اوریئنٹل یونیورسٹی اور ایک انگریزی یونیورسٹی کی پیوندکاری سے (رسمی حد تک) مکمل

۱۔ بحوالہ ہسٹری آف دی پنجاب یونیورسٹی، جے۔ ایف بروس: صفحہ ۷۵ تا ۷۹۔

طور پر پورا کر دیا'' ۔[1]

۱۴ اکتوبر ۱۸۸۲ع کو مجوزہ پنجاب یونیورسٹی کا قیام عمل میں آگیا ۔ سر سی ۔ یو ایچی سن یونیورسٹی کے پہلے چانسلر، جیمز برڈوڈ پہلے وائس چانسلر اور ڈاکٹر جی ۔ ڈبلیو لائٹنر (پرنسپل اورینٹل کالج و گورنمنٹ کالج) یونیورسٹی کے پہلے رجسٹرار مقرر ہوئے ۔ یونیورسٹی سینیٹ کی پہلی مجلس ۱۴ اکتوبر ۱۸۸۲ع کو شملہ میں ہوئی ۔ اورینٹل فیکلٹی کے علاوہ قانون ، آرٹس ، سائنس ، ادویات اور انجینئرنگ کی فیکلٹیاں بنائی گئیں ۔ اورینٹل فکلٹی میں بی ۔ او ۔ ایل اور ایم ۔ او ۔ ایل کی ڈگریاں اور آرٹس فیکلٹی میں بی ۔ اے اور ایم ۔ اے کے امتحانات جاری کرنے اور ڈگریاں دینے کا فیصلہ ہوا ۔ ڈاکٹر لائٹنر کو ڈی ۔ او ۔ ایل کی پہلی ڈگری دینے کا فیصلہ بھی سینیٹ کی اسی مجلس میں ہوا ۔

۱۸ نومبر ۱۸۸۲ع کو پنجاب یونیورسٹی کا پہلا کانووکیشن منعقد ہوا ، جس میں لارڈ رپن، وائسرائے ہند، یونیورسٹی کے سرپرست کی حیثیت سے شریک ہوئے ۔ کانووکیشن کے آغاز کے اعلان کے بعد ڈاکٹر لائٹنر نے بحیثیت رجسٹرار یونیورسٹی سالانہ رپورٹ کا خلاصہ اُردو میں پڑھا اور پنجاب یونیورسٹی کی تاریخ میں ایک ایسی منفرد روایت قائم کی جس کو موجودہ زمانے کا کوئی شخص سن کر تعجب کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ بہر کیف یونیورسٹی کے پہلے جلسۂ تقسیم اسناد میں ڈاکٹر لائٹنر (ایم ۔ اے، پی ایچ ۔ ڈی ، ایل ایل ۔ ڈی ، بارایٹ لا) کو ڈی ۔ او ۔ ایل کی ڈگری ملی، اور اس طرح پنجاب یونیورسٹی نے معرض وجود

۱۔ بحوالہ پنجاب یونیورسٹی کیلنڈر ۱۸۸۴ تا ۱۸۸۵ع ۔

میں آکر اپنے حقیقی موسس اور برّعظیم کے باشندوں کے سچے بہی خواہ، ہمدرد رہنما، عالم با عمل، مستشرق، مفکّر اور ماہر تعلم کی اُن عظیم خدمات کا اعتراف کیا جو اس ملک کی تعلیمی تاریخ میں آب زر سے لکھی جائیں گی ۔

اوریئنٹل کالج نئی پنجاب یونیورسٹی کا اپنا واحد تعلیمی ادارہ تھا جہاں ڈگری کے درجوں کی تعلیم کا بندوبست تھا ۔ گویا یہ ادارہ یونیورسٹی کی اساس و بنیاد تھا جسے باوقار طور پر قائم رکھنے اور ترقّی دینے کا عہد یونیورسٹی ایکٹ ۱۸۸۲ء کے ذریعے کیا گیا اور جو تدریس، تحقیق اور تصنیف کے میدان میں یونیورسٹی کا ایک ایسا قیمتی اثاثہ تھا کہ جس پر پنجاب یونیورسٹی بجا طور پر فخر کر سکتی ہے ۔

یونیورسٹی کے قیام سے فوری طور پر اوریئنٹل کالج کی عملی زندگی پر کوئی زیادہ اثر نہیں پڑا ۔ البتہ رفتہ رفتہ یونیورسٹی کے دوسرے شعبوں کے پھیلنے سے اوریئنٹل کالج کی بعض علمی جماعتوں پر اثر پڑنا شروع ہوا ۔ کچھ جماعتیں کالج سے الگ کر دی گئیں ۔ کچھ نئی جماعتوں کا اضافہ ہوا، جس کی تفصیل آگے آئے گی ۔ جہاں تک کالج کی عمارت کا تعلق ہے اس دور میں بھی اوریئنٹل کالج گورنمنٹ کالج کی عمارت میں ہی مقیم رہا ۔ البتہ عمارت کا بہت سا حصہ اوریئنٹل کالج کے قبضے سے نکل گیا ۔ جب گورنمنٹ کالج میں بیالوجی کی جماعتیں شروع ہوئیں تو اوریئنٹل کالج نچلی منزل میں آگیا اور آخرکار یونیورسٹی ہال کے متصلہ کمروں میں جانے پر مجبور ہوا ۔[1] مسلم بورڈنگ ہاؤس جنوری ۱۸۹۷ء میں حضوری باغ میں منتقل کر دیا گیا ۔ اگلے

۱۔ بحوالہ اوریئنٹل کالج میگزین ۔ بابت فروری ۱۹۲۶ء ۔

سال هندو بورڈنگ هاؤس بھی وهیں منتقل هوگیا ۔[۱]

ڈاکٹر لائٹنر یکم دسمبر ۱۸۸۲ع کو دو سال کے لیے رخصت پر یورپ چلے گئے اور یکم جنوری ۱۸۸۴ع کو واپس آئے ۔ آن کی جگہ بابو نوبین چندر رائے (سپرنٹنڈنٹ تحقیق و تصنیف) پرنسپل کے فرائض انجام دیتے رهے ۔ اپریل ۱۸۸۶ع میں ڈاکٹر لائٹنر پھر خرابیٔ صحت کی بنا پر رخصت لے کر یورپ رو نہ هوگئے اور پھر اپنے فرائض منصبی سے سبکدوش هو کر وهیں مقیم رهے ۔ ڈاکٹر لائٹنر کے بعد مسٹر ٹی ۔ سی لوئیس، ایم ۔ اے، دو سو روپے ماهوار مشاهرے پر عارضی پرنسپل مقرر هوئے اور جولائی ۱۸۸۷ع میں مستعفی هوگئے ۔

آس زمانے میں کالج کے انتظامی امور میں بدنظمی پھیل گئی تھی، جس پر سینیٹ نے تحقیقات کے بعد ایک کالج کمیٹی بنا دی ، جو کالج کے نظم و نسق کی ذمہ دار تھی ۔ یکم اگست ۱۸۸۷ع کو ڈاکٹر تھائی باٹ (Dr. Thibaut) ، سنسکرت پروفیسر ، کالج کے پرنسپل اور یونیورسٹی کے رجسٹرار مقرر هوئے لیکن خرابیٔ صحت کی بنا پر یکم اکتوبر ۱۸۸۷ع کو مستعفی هو گئے ۔ یکم نومبر ۱۸۸۷ع سے لاله منشی لال ، ایم ۔ اے ، عارضی پرنسپل مقرر هوئے اور اس کے بعد یکم فروری ۱۸۸۸ع کو ڈاکٹر ایم ۔ اے شٹائین (بعد میں سر آرل شٹائین) پرنسپل و رجسٹرار هو کر آ گئے ۔ ان کے عہد میں کالج کی از سر نو تنظیم هوئی ۔ ڈاکٹر آرل شٹائین گیارہ برس سے زائد عرصہ تک اوریئنٹل کالج کے پرنسپل رهے ۔ وہ ۲۸ اپریل ۱۸۹۹ع کو مستعفی هوئے اور کلکتہ مدرسہ کالج کے پرنسپل بن کر چلے گئے ۔

۲۔ بحوالہ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۷ تا ۱۸۹۸ع ۔

اساتذہ اورینٹل کالج لاہور ۱۹۰۳ء



(پہلی صف) بھائی گلاب سنگھ ـ مولوی محمد سعید ـــــ پنڈت ہیرا نند ـــــ ـــــ ـــــ ـــــ

(دوسری صف) ـــــ ـــــ پنڈت دیب دت ـ پنڈت شیو دت ـ مسٹر اے ـ سی وولنر (پرنسپل) ـ مسٹر ٹی ـ ڈبلیو آرنلڈ (پرنسپل سابق) ـ

مولوی عبدالحکیم کلانوری ـ مولوی غلام مصطفیٰ ـ قاضی ظفرالدین ـ مولوی عزیز شاہ ـ مولوی محمدالدین مختار

آرل شٹائین کی جگہ عارضی طور پر ٹامس آرنلڈ (پروفیسر گورنمنٹ کالج) پرنسپل مقرر ہوئے اور ۲۳- نومبر ۱۸۹۹ء تک یہ فرائض سرانجام دیتے رہے - ۲۳- نومبر ۱۸۹۹ء سے ڈاکٹر اے - ڈبلیو سٹراٹن (Dr. A.W. Stratton Phd.) پروفیسر سنسکرت، پرنسپل و رجسٹرار مقرر ہوئے - انہوں نے ۲۳- اگست ۱۹۰۲ء کو گلمرگ میں وفات پائی - ٹامس ارنلڈ نے دوبارہ پھر عارضی طور پر پرنسپل کے فرائض انجام دیے - حتیٰ کہ اپریل ۱۹۰۳ء میں مسٹر اے-سی وولنر (پروفیسر سنسکرت) کالج کے مستقل پرنسپل اور یونیورسٹی کے رجسٹرار بن کر آ گئے - اس طرح اس دور میں ڈاکٹر لائٹنر کے جانے کے بعد پانچ عارضی اور دو مستقل پرنسپل آئے - چھوٹے چھوٹے وقفوں میں سنسکرت اور عربی شعبوں کے سپرنٹنڈنٹ یہ فرائض انجام دے لیتے تھے -

کالج کے دوسرے اُستادوں اور ریسرچ فیلوز کے سلسلے میں بھی اس دور میں بڑی تبدیلیاں رونما ہوئیں - ۱۸۸۴ء میں گورنمنٹ کالج سے عربی اور سنسکرت کے شعبے علیحدہ کر دیے گئے جس کے نتیجے میں مولانا محمد حسین آزاد (اسسٹنٹ پروفیسر عربی) اور پنڈت بھگوانداس (اسسٹنٹ پروفیسر سنسکرت) کا تبادلہ گورنمنٹ کالج سے اوریئنٹل کالج میں ہوگیا۔ مولانا آزاد یکم اکتوبر ۱۸۸۴ء سے اوریئنٹل کالج میں آ گئے- مولانا فیض الحسن سہارنپوری نے ۶- فروری ۱۸۸۷ء کو وفات پائی۔ اُن کی جگہ مولانا محمد حسین آزاد شعبۂ عربی کے سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئے - ۱۶- اکتوبر ۱۸۸۹ء سے مولانا آزاد رخصت علالت پر چلے گئے اور اختلال دماغ، نیز مدت ملازمت کے پورا ہو جانے کی وجہ سے ۱۸۹۰ء میں اُنہیں پنشن دے کر سبکدوش کر دیا گیا - اُن کی جگہ شعبۂ عربی

کے سپرنٹنڈنٹ مفتی مولانا عبد اللہ ٹونکی مقرر ہوئے۔ شعبۂ سنسکرت کے سپرنٹنڈنٹ پنڈت گورو پرشاد ۱۲- مارچ ۱۸۹۴ع کو وفات پا گئے۔ اُن کی جگہ مہا مہاؤ پادیہ پنڈت سیوادت یکم مئی ۱۸۹۴ع سے شعبۂ سنسکرت کے سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئے۔ شعبۂ فارسی کے صدر مدرس اور سپرنٹنڈنٹ مولوی عبدالحکیم کلانوری اس طویل دور میں مسلسل اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ شعبہ فارسی کے مدرس دوم مولوی محمد دین ایم او ایل ۲۶- نومبر ۱۹۹۸ع کو وفات پا گئے۔ شعبۂ سنسکرت کے ایک پرانے اُستاد سکھ دیال ۶- اپریل ۱۸۹۲ع کو وفات پا گئے۔ لالہ گنگا رام، انجنیرنگ ماسٹر و پٹیالہ میو ریڈر (جو بعد میں ھیلی کالج آو کامرس کے بانی ہوئے[1]) ۲۲- اپریل ۱۸۸۴ع کو سبکدوش ہوگئے (باقی اساتذہ اور فیلوز و ریڈرز کے سلسلے میں ضمیمہ ج ملاحظہ فرمائیے)۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ ۱۸۸۳ع تک اورینٹل کالج کے سکالر ''فیلو'' کہلاتے تھے - ۱۸۸۴ع سے فیلو کی بجائے ریڈر کہلانے لگے - پرنسپل کے علاوہ بابو نوبین چندر رائے اور پنڈت گورو پرشاد پنجاب یونیورسٹی کے پہلے فیلوز مقرر ہوئے۔

شاعرمشرق علامہ اقبال جنہوں نے ۱۸۹۹ع میں ایم-اے (فلسفہ) کا امتحان پاس کیا تھا اسی سال ۱۳- مئی کو میکلوڈ پنجاب عربک ریڈر مقرر ہوئے اور چار برس تک اس حیثیت سے تصنیف و تالیف اور درس و تدریس کےفرائض انجام دیتےرہے۔ واکرز کی سیاست مدن کا اُردو ترجمہ اور اردو میں علم اقتصاد پر ایک تالیف اُنہوں نے اسی دوران میں مرتب کی -

یونیورسٹی کے قیام کے بعد اورینٹل کالج میں دیگر جماعتوں کے

---

(۱) بحوالہ ھسٹری آف دی پنجاب یونیورسٹی' جے - ایف بروس : صفحہ ۱۰۲ -

علاوہ (جن کا ذکر گذشتہ دور میں ہوا) ایم - او - ایل ' بی - او - ایل اور بی - اے کی جماعتوں کا آغاز ہوا - بی - اے کے طلباء مشرقی زبانیں اورینٹل کالج میں پڑھتے تھے اور انگریزی کی تیاری کے لیے گورنمنٹ کالج کی جماعتوں میں شریک ہوتے تھے - اس زمانے میں اورینٹل کالج اور دوسرے کالجوں و سکولوں کے مابین تدریسی لین دین کا یہ سلسلہ بڑی کامیابی سے جاری تھا - چنانچہ اس دور کی سالانہ رپورٹوں سے عوض معاوضے کا حال معلوم ہوتا ہے - سال ۱۸۸۲ع - ۱۸۸۳ع کی رپورٹ یہ بتاتی ہے کہ اورینٹل کالج کے پانچ طالب علم گورنمنٹ کالج کی جماعتوں میں انگریزی پڑھتے رہے - گورنمنٹ کالج کے دو طالب علم اورینٹل کالج میں مشرقی زبانوں کا مطالعہ کرتے رہے - میڈیکل اسکول کے چار طلباء اورینٹل کالج میں طبّ یونانی و آیور ویدک کا مطالعہ کرتے رہے - ٹریننگ کالج کے دو طالب علم اورینٹل کالج کی جماعتوں میں شریک ہوتے رہے - وٹرنری کالج کے آٹھ طلباء اورینٹل کالج میں کپور تھلہ نیچرل سائنس فیلو کی جماعتوں میں درس لیتے رہے —' اسی طرح ۱۸۸۳ع - ۱۸۸۴ع کی رپورٹ یہ بتاتی ہے کہ اورینٹل کالج کے طبّ یونانی کے گیارہ طلباء میڈیکل سکول میں یورپیئن ادویات کا مطالعہ کرتے رہے - اورینٹل کالج کے چھ طالب علم گورنمنٹ کالج میں انگریزی پڑھتے رہے اور گورنمنٹ کالج کے دو طالب علم مشرقی زبانوں کا مطالعہ اورینٹل کالج میں کرتے رہے —! ۱۸۸۴ع کے بعد یہ صورت حال کافی بدل گئی - گورنمنٹ کالج میں علوم مشرق کے شعبوں کو بالکل بند کر دیا گیا اور مشرقی زبانوں کے اساتذہ اورینٹل کالج میں بھیج دئیے گئے - اس کے بعد گورنمنٹ کالج کے مشرقی زبانوں کے طالب علم سب کے سب

اورینٹل کالج میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ چنانچہ سال ۱۸۸۴ع-۱۸۸۵ع میں اورینٹل کالج کے آٹھ طالب علم گورنمنٹ کالج میں انگریزی پڑھتے رہے اور گورنمنٹ کالج کے ۲۱۰ طلباء اورینٹل کالج میں مشرق زبانوں کی تعلیم مندرجہ ذیل لسانی شعبوں میں حاصل کرتے رہے :

سنسکرت	=	۴۰
عربی	=	۲۰
فارسی	=	۱۳۶
عربی و فارسی	=	۱۴

۱۸۸۶ع میں ڈاکٹر لائٹنر کے رخصت ہو جانے کے بعد کالج کے نظم و نسق میں کچھ اختلال سا پیدا ہو گیا۔ جس سے علوم مشرق کے مخالفین کو کالج کے خلاف شکایت کا طومار باندھنے کا موقعہ ہاتھ آ گیا یونیورسٹی سینیٹ نے ۱۸۸۵ع میں اورینٹل کالج کے نظم و نسق کے سلسلے میں سینیٹ کی ایک کمیٹی مقرر کر دی تھی جس کے ارکان وائس چانسلر (صدر)، پرنسپل اورینٹل کالج (بشرطیکہ وہ سینیٹ کا رکن ہو)، اورینٹل فیکلٹی کے چھ ارکان اور ایک ایک رکن آرٹس، قانون، سائنس، ادویات، انجنیئرنگ کی فیکلٹیوں کے تھے۔ پہلی کمیٹی مندرجہ ذیل ارکان پر مشتمل تھی۔ مسٹر پارکنز، ڈاکٹر لائٹنر، نواب نوازش علی خاں، فقیر سیّد قمر الدین، رائے کنھیا لال، مسٹر ایبٹ سن اور مہاراجہ پٹیالہ کا نمائندہ۔ کالج کمیٹی نے ۱۸۸۸ء میں ایک سب کمیٹی مقرر کی جو کالج کی اصلاح احوال کے لیے تجاویز پیش کرے۔ چنانچہ اس کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق اورینٹل کالج میں بہت سی تبدیلیاں کی گئیں۔ علوم و فنون کی جماعتوں کو بند کر دیا گیا۔ اس سلسلے میں سول

انجینئرنگ کی جماعتیں جون ۱۸۸۸ع میں میؤ اسکول آف آرٹس میں منتقل کر دی گئیں جہاں یہ کچھ عرصہ تک جاری رہیں اور پھر گورنمنٹ انجینئرنگ سکول (بعد میں گورنمنٹ انجینئرنگ کالج مغل پورہ) میں ضم ہوگئیں —— اسی طرح طبّ یونانی اور ایور ویدک کی جماعتیں بھی یکم جون ۱۸۸۸ع سے متعلقہ اساتذہ سمیت میڈیکل سکول میں منتقل کر دی گئیں جہاں کچھ عرصہ جاری رہ کر ۱۸۹۸ع میں یہ جماعتیں علی الترتیب اسلامیہ کالج اور ڈی - اے - وی کالج میں چلی گئیں (انجمن حمایت اسلام کا طبیّہ کالج انہی جماعتوں کی بنیاد پر قائم ہوا) - میڈیکل سکول (بعد میں میڈیکل کالج) اس کے بعد کلیتاً مغربی طرز کا ادارہ بن گیا - قانون کی جماعتیں البتہ کچھ عرصہ تک جاری رہیں جن میں لاء اسکول کے طلباء قانون اسلامی اور قانون ھنود کا درس لیتے تھے - رفتہ رفتہ یہ سلسلہ بھی ٹوٹ گیا -

اصلاح کے بعد عربی، سنسکرت، گورمکھی میں عالم اور فاضل جماعتوں کا سلسلہ اورینٹل کالج میں جاری رہا - سکول کی بعض جماعتیں بھی جاری رہیں - عالم و فاضل سلسلے کے طلبا کے لیے انگریزی کی دو نئی جماعتیں جاری کی گئیں - ایک ابتدائی اور دوسری وسطانی درجے کی - پہلی جماعت میں وہ طالب علم شریک ہوتے جو ابتدا سے انگریزی سیکھتے اور دوسری میں وہ طلبا جو انگریزی میں کچھ درک رکھتے - انگریزی جماعت کے لیے دو استاد مقرر کیے گئے - لالہ شوگن چند—مدرس اوّل بنائے گئے - عربی اور سنسکرت میں بی-او - ایل اور ایم-او-ایل کی ڈگریوں کے علاوہ ۱۸۸۸ع— ۱۸۸۹ع سے ان زبانوں میں آرٹس کی ایم-اے جماعتوں کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا - اس کے علاوہ انٹرمیڈیٹ اور بی-اے کا سلسلہ بھی جاری رہا - ھائی

سکول (یعنی اوریئنٹل اسکول) میں اُردو اور ھندی کی انٹرنس جماعتیں بھی جاری رھیں۔ نیز گورنمنٹ کالج کی ایف۔ اے اور بی۔ اے کی جماعتیں بھی مشرقی زبانوں کی تعلیم اوریئنٹل کالج میں حاصل کرتی رھیں جن کے لیے جداگانہ جماعتوں کا سلسلہ شروع ھوگیا تھا۔ ۱۸۹۰ع میں ایف۔ اے اور بی۔ اے کے امتحان میں گورنمنٹ کالج کے شریک طلبا کی (جو اوریئنٹل کالج میں پڑھتے تھے) شرح کامیابی کا خاکہ درج ذیل ہے:

جماعت		تعداد طلبا	شریک امتحان ھوئے	کامیاب ھوئے	نتیجہ فی صد
سنسکرت	بی۔ اے	۱	۱	....	....
	ایف۔ اے	۶	۶	۵	۸۳ فی صد
عربی	بی۔ اے	۶	۶	۵	۸۳ فی صد
	ایف۔ اے	۳	۳	۳	۱۰۰ فی صد
فارسی	بی۔ اے	۳۶	۳۶	۳۳	۹۱ فی صد
	ایف۔ اے	۲۳	۲۳	۲۰	۸۶ فی صد
میزان		۷۵	۷۵	۶۶	۸۸ فی صد

اس خاکے پر ایک نظر ڈالنے سے اوریئنٹل کالج کی تدریسی وقعت کا بخوبی اندازہ ھو سکتا ہے۔

علوم و فنون کی جماعتوں کے بند ھونے کے علاوہ اوریئنٹل کالج میں آرٹس فیکلٹی کے انٹرنس، ایف۔ اے اور بی۔ اے کے اُن طلبا کے داخلے کا سلسلہ بھی منقطع ھو گیا جو یہ امتحانات انگریزی ذریعۂ تعلیم کی صورت میں دینا چاھتے۔ اس طرح گویا اوریئنٹل کالج کی اس روایت کا

خاتمہ ہو گیا، جس میں مختلف علوم و فنون کی تعلیم کا انتظام کیا گیا تھا اور جس کی وجہ سے اورینٹل کالج علمی حلقوں میں صحیح معنوں میں ایک بیت العلوم کہلاتا تھا۔

اس کے بعد اورینٹل کالج صرف مشرقی السنہ کی تدریس و تحقیق کا ایک ایسا مرکز بن کر رہ گیا جہاں جدید دور کے تقاضوں کی روشنی میں مشرق و مغربی افکار کے عمومی مطالعے کے ساتھ ساتھ مشرقی زبانوں کے علمی، ادبی، لسانی اور صوتی پہلوؤں کے خصوصی مطالعے کو زیادہ اہمیت دی جانے لگی۔

اورینٹل کالج میں ٹیوشن فیس کی شرح حسب ذیل تھی:

کالج میں آرٹس کے طلبا کی فیس ایک روپیہ ماہوار تھی اور اسکول میں چار آنے ماہوار — عالم فاضل جماعتوں کے طلبا اپنے وظائف میں سے ایک آنہ فی روپیہ کے حساب سے فیس دیتے تھے۔ یہ ادائیگی خود بخود اس شکل میں ہو جاتی تھی کہ انہیں سال میں دس ماہ کا وظیفہ ملتا تھا۔

اس دور میں اورینٹل کالج اور اورینٹل اسکول میں داخل ہونے والے طلبا کی تعداد، نیز گورنمنٹ کالج کے آرٹس کے اُن طلبا کی تعداد جو اورینٹل کالج میں مشرقی زبانوں (عربی، فارسی، سنسکرت) کی تعلیم حاصل کرتے تھے، حسب ذیل تھی:

تعلیمی سال	اورینٹل کالج	اورینٹل اسکول	گورنمنٹ کالج
۱۸۸۲ع—۱۸۸۳ع	۱۲۹	۱۲۰	۲
۱۸۸۳ع—۱۸۸۴ع	۱۲۱	۱۳۲	۲
۱۸۸۴ع—۱۸۸۵ع	۱۱۹	۱۳۵	۲۱۰

تعلیمی سال	اورینٹل کالج	اورینٹل اسکول	گورنمنٹ کالج
۱۸۸۵ء–۱۸۸۶ء	۱۴۴	۱۱۴	؟
۱۸۸۶ء–۱۸۸۷ء	۱۲۲	۱۱۵	؟
۱۸۸۷ء–۱۸۸۸ء	۱۳۵	۵۷	۱۸۷
۱۸۸۸ء–۱۸۸۹ء	۷۶	۴۶	۱۵۶
۱۸۸۹ء–۱۸۹۰ء	۸۱	۵۷	۱۲۵
۱۸۹۰ء–۱۸۹۱ء	۷۹	۴۹	۱۲۰
۱۸۹۱ء–۱۸۹۲ء	۷۲	۵۶	۱۰۲
۱۸۹۲ء–۱۸۹۳ء	۷۲	۵۰	۱۱۴
۱۸۹۳ء–۱۸۹۴ء	۷۳	۵۴	۱۳۵
۱۸۹۴ء–۱۸۹۵ء	۷۳	۵۱	۲۱۲
۱۸۹۵ء–۱۸۹۶ء	۷۲	۵۲	۱۸۷
۱۸۹۶ء–۱۸۹۷ء	۷۰	۵۲	۱۵۷
۱۸۹۷ء–۱۸۹۸ء	۷۴	۶۲	۱۶۳
۱۸۹۸ء–۱۸۹۹ء	۸۵	۶۷	۱۸۲
۱۸۹۹ء–۱۹۰۰ء	۹۲	۷۲	۱۴۲
۱۹۰۰ء–۱۹۰۱ء	۹۹	۴۹	۱۳۲
۱۹۰۱ء–۱۹۰۲ء	۸۷	۴۴	۱۴۷
۱۹۰۲ء–۱۹۰۳ء	۸۵	۵۴	۱۲۲
۱۹۰۳ء–۱۹۰۴ء	۷۹	۴۱	۱۱۷
۱۹۰۴ء–۱۹۰۵ء	۸۶	۵۰	۱۰۹

تعلیمی سال	اورینٹل کالج	اورینٹل اسکول	گورنمنٹ کالج
۱۹۰۵ع—۱۹۰۶ع	۸۱	۴۱	۱۳۲
۱۹۰۶ع—۱۹۰۷ع	۹۰	۵۱	۱۴۷
۱۹۰۷ع—۱۹۰۸ع	۹۴	۳۵	۱۸۰
۱۹۰۸ع—۱۹۰۹ع	۹۹	۳۹	۱۷۷
۱۹۰۹ع—۱۹۱۰ع	۷۳	۲۹	۱۷۲
میزان	۲۵۶۲	۱۸۴۴	۳۶۶۱

گورنمنٹ کالج کے اُن طلبا کی تعداد، جو سال ۸۵—۱۸۸۶ع و ۱۸۸۷—۸۶ع میں اورینٹل کالج میں پڑھتے رہے معلوم نہیں ہو سکی۔ البتہ ان برسوں میں گورنمنٹ کالج کے طلبا کی مجموعی تعداد علی الترتیب ۲۳۸ و ۲۴۸ تھی، جو اس دور میں گورنمنٹ کالج کے انتہائی اعداد کو ظاہر کرتی ہے۔ کیونکہ اس کے بعد دس برس تک یہ تعداد ایک سو اور دو سو کے درمیان رہی[1]۔ جن میں سے کثیرالتعداد طلبا اورینٹل کالج کی جماعتوں میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔

اورینٹل کالج کے اپنے طلبا کی تعداد اس دور میں چار ہزار چار سو چھ (۴،۴۰۶) تھی۔ اس میں مسلمان طلبا کی تعداد دو ہزار دو سو بتیس (۲،۲۳۲) تھی۔ ایک ہزار تین سو چوراسی کالج کے طلبا اور آٹھ سو اڑتالیس سکول کے طلبا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اورینٹل کالج، جو اس زمانے میں ملک بھر میں معیار میں اعلیٰ اور خرچ میں ارزاں تعلیمی ادارہ تھا، ان مسلمان عوام کے لیے کتنا پُرکشش تھا جو تعلیم کے میدان میں

(۱) بحوالہ تاریخ گورنمنٹ کالج لاہور، ایچ-ایل-او گیرٹ: صفحہ ۶۷۔

بھی اور معاش کے بازار میں بھی اپنے دوسرے ہم وطنوں کے مقابلے میں زیادہ پس ماندہ تھے۔ یہ امر اس لحاظ سے اور بھی اہم اور جاذب توجہ ہو جاتا ہے کہ علی گڑھ کی تعلیمی تحریک کے سلسلے میں سرسیّد احمد خاں کو بھی پُر خلوص اور شبانہ روز جد و جہد کے باوجود مسلمانوں کی شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ اور وہ اپنے مقصد میں اتنی کامیابی بھی حاصل نہ کر سکے جتنی کامیابی انجمن پنجاب کی تعلیمی تحریک کے سلسلے میں ڈاکٹر لائٹنر اور اورینٹل کالج کو حاصل ہوئی۔ اور وہ بھی بغیر کسی عوامی مخالفت کے—! اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ علی گڑھ تحریک کے سلسلے میں مسلمانوں کی مخالفت تعلیمی وجوہ کی بنا پر نہیں تھی، بلکہ اس کے اسباب کچھ اور تھے۔ ورنہ انجمن پنجاب کی تعلیمی تحریک میں مسلمان اتنے پیش پیش نہ ہوتے۔

مذکورہ بالا نقشے پر ایک نظر ڈالنے سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ۱۸۸۷ع–۱۸۸۸ع کے بعد اورینٹل کالج میں طلبا کی تعداد روز بروز کم ہوتی گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہاں اس کے بعد علوم و فنون کی جماعتوں کا سلسلہ بند کردیا گیا۔ گویا اورینٹل کالج میں علوم مفیدہ کا یہ سلسلہ بھی، جو یہاں کے عوام کے لیے بڑی کشش رکھتا تھا، اس دور کی ایک اہم روایت تھی، جو بالآخر منقطع کردی گئی۔ اور السنہ اور علوم کے درمیان رفتہ رفتہ ایک آہنی دیوار حائل ہوتی گئی جس کو توڑنا کسی کوہکن کے بس کی بات ہو تو ہو، عام انسان بس کی بات نہیں—!

اس دور میں اورینٹل کالج کے مختلف امتحانات میں کامیاب ہونے

والے طلبا کی مجموعی تعداد ایک هزار چار سو اکہتر (۱۴۷۱) تھی جس کا سال به سال گوشوارہ درج ذیل ھے :

۱۸۸۲ع—۱۸۸۳ع	=	۹۴
۱۸۸۳ع—۱۸۸۴ع	=	۷۳
۱۸۸۴ع—۱۸۸۵ع	=	۹۲
۱۸۸۵ع—۱۸۸۶ع	=	۶۹
۱۸۸۶ع—۱۸۸۷ع	=	۸۱
۱۸۸۷ع—۱۸۸۸ع	=	۴۰
۱۸۸۸ع—۱۸۸۹ع	=	۴۴
۱۸۸۹ع—۱۸۹۰ع	=	۴۰
۱۸۹۰ع—۱۸۹۱ع	=	۴۲
۱۸۹۱ع—۱۸۹۲ع	=	۴۷
۱۸۹۲ع—۱۸۹۳ع	=	۳۹
۱۸۹۳ع—۱۸۹۴ع	=	۵۲
۱۸۹۴ع—۱۸۹۵ع	=	۴۵
۱۸۹۵ع—۱۸۹۶ع	=	۸۲
۱۸۹۶ع—۱۸۹۷ع	=	۴۷
۱۸۹۷ع—۱۸۹۸ع	=	۴۵
۱۸۹۸ع—۱۸۹۹ع	=	۴۴
۱۸۹۹ع—۱۹۰۰ع	=	۷۱
۱۹۰۰ع—۱۹۰۱ع	=	۵۴
۱۹۰۱ع—۱۹۰۲ع	=	۵۳

۱۹۰۲ء—۱۹۰۳ء = ۴۴
۱۹۰۳ء—۱۹۰۴ء = ۳۴
۱۹۰۴ء—۱۹۰۵ء = ۵۴
۱۹۰۵ء—۱۹۰۶ء = ۵۷
۱۹۰۶ء—۱۹۰۷ء = ۴۹
۱۹۰۷ء—۱۹۰۸ء = ۴۱
۱۹۰۸ء—۱۹۰۹ء = ۴۶
۱۹۰۹ء—۱۹۱۰ء = ۴۲

کامیاب طلبا کی اس فہرست میں ایم ۔ اے یا ایم ۔ او ۔ ایل کے طلبا کی تعداد انتیس (۲۹) اور بی ۔ اے یا بی ۔ او ۔ ایل کے طلبا کی تعداد باون (۵۲) ہے ۔ جن کے اسماء کی فہرست درج ذیل ہے :

ایم ۔ اے یا ایم ۔ او ۔ ایل (عربی و سنسکرت) میں کامیاب ہونے والے طلبا :—

سال	۱۸۸۲ء—۱۸۸۳ء	پیرزادہ محمد حسین ۔ ایم ۔ محمد دین ۔ غلام مصطفیٰ ۔ عبدالعزیز ۔
,,	۱۸۸۴ء—۱۸۸۵ء	پنڈت متھراداس ۔ سیّد محمد جمال ۔
,,	۱۸۸۹ء—۱۸۹۰ء	پنڈت ہری کرشن کول ۔ حافظ علی احمد ۔
,,	۱۸۹۱ء—۱۸۹۲ء	اصغر علی ۔
,,	۱۸۹۲ء—۱۸۹۳ء	عبدالحق ۔
,,	۱۸۹۳ء—۱۸۹۴ء	علی گوہر ۔
,,	۱۸۹۴ء—۱۸۹۵ء	محمد اسحاق ۔ لکشمن داس ۔
,,	۱۸۹۵ء—۱۸۹۶ء	محمد ایوب ۔ منسارام بھارگو ۔

سال ۱۸۹۶ع—۱۸۹۷ع امیرالدین ۔ بھگوان داس ۔

,, ۱۸۹۸ع—۱۸۹۹ع اودے چند ۔

,, ۱۸۹۹ع—۱۹۰۰ع ہیرانند ۔ غلام رسول ۔

,, ۱۹۰۱ع—۱۹۰۲ع جسونت رائے ۔

,, ۱۹۰۲ع—۱۹۰۳ع دیا رام ساھنی (ایم ۔ اے سنسکرت)۔ ھرسرن (ایم ۔ اے عربی) ۔

,, ۱۹۰۳ع—۱۹۰۴ع پیر محمد ۔

,, ۱۹۰۵ع—۱۹۰۶ع پربھو دت شرما ۔ مفتی محمد انوارالحق ۔ محمد ابراہیم ۔

,, ۱۹۰۷ع—۱۹۰۸ع ٹوڈرمل ۔

,, ۱۹۰۸ع—۱۹۰۹ع سید غلام حسین شاہ ایم ۔ اے (اورینٹل کالج سے دوسرا ایم ۔ اے عربی میں کیا اور یونیورسٹی میں اوّل رہے) ۔

بی ۔ اے اور بی ۔ او ۔ ایل (عربی ، سنسکرت) میں کامیاب ہونے والے طلبا کے اسماء درج ذیل ہیں ۔ ان میں بی ۔ اے کا صرف ایک طالب علم نہال چند ہے جس نے ۱۸۸۵ع میں بی ۔ اے کیا ۔ باقی سب بی ۔ او ۔ ایل کے طلبا ہیں ۔ کیونکہ اس کے بعد بی ۔ اے کی جماعتوں کا سلسلہ اورینٹل کالج میں بند ہوگیا تھا :

سال ۱۸۸۲ع—۱۸۸۳ع محمد جمال

,, ۱۸۸۳ع—۱۸۸۴ع الف دین ۔ متھراداس ۔ اننت رام ۔

,, ۱۸۸۴ع—۱۸۸۵ع پنڈت رام کرشن ۔ امام دین ۔

,, ۱۸۸۵ع—۱۸۸۶ع نصراللہ خاں ۔ غلام شاہ ۔

سال ۱۸۸۶ع—۱۸۸۷ع کاہن چند ۔
,, ۱۸۸۷ع—۱۸۸۸ع حافظ علی احمد ۔ سکھ رام داس ۔ بھوانی شنکر۔ دیوان چند ۔
,, ۱۸۸۸ع—۱۸۸۹ع عبدالقادر ۔ جسّا رام ۔
,, ۱۸۸۹ع—۱۸۹۰ع اصغر علی ۔ عابد علی ۔ عبدالحق ۔
,, ۱۸۹۰ع—۱۸۹۱ع عبدالحق ۔ لچھمن داس بالی ۔
,, ۱۸۹۱ع—۱۸۹۲ع نین سنگھ ۔
,, ۱۸۹۲ع—۱۸۹۳ع محمد اسحاق ۔ ہرنام سنگھ
,, ۱۸۹۳ع—۱۸۹۴ع ارجن سنگھ ۔ محمد ایّوب ۔ محمد سعید ۔ مہتراداس ۔ اجیت سنگھ ۔
,, ۱۸۹۴ع—۱۸۹۵ع محمد اشرف ۔ امیرالدین ۔ رادھا کشن ۔
,, ۱۸۹۵ع—۱۸۹۶ع غلام محی الدین ۔ گوپی ناتھ ۔ دیوا سنگھ
,, ۱۸۹۷ع—۱۸۹۸ع علی محمد خان ۔ غلام رسول ۔
,, ۱۸۹۸ع—۱۸۹۹ع عبدالحلیم ۔
,, ۱۸۹۹ع—۱۹۰۰ع سردار بیگ ۔
,, ۱۹۰۰ع—۱۹۰۱ع فقیر خدا بخش ۔ سندرداس ۔ شیخ محمدسعید علیم ۔ لبھا رام ۔
,, ۱۹۰۱ع—۱۹۰۲ع رحمت علی ۔
,, ۱۹۰۲ع—۱۹۰۳ع عطا محمد ۔ کرم الہی ۔
,, ۱۹۰۳ع—۱۹۰۴ع پیر محمد ۔ محمد ابراہیم ۔
,, ۱۹۰۴ع—۱۹۰۵ع احمد بخش ۔ حسن دین ۔
,, ۱۹۰۶ع—۱۹۰۷ع رحمت اللہ ۔

سال ۱۹۰۷ع–۱۹۰۸ع قاسم علی
،، ۱۹۰۹ع–۱۹۱۰ع جان محمد

عالم فاضل جماعتوں کے سلسلے میں انگریزی کے خاص امتحان کا سلسلہ ۱۸۹۱ع–۱۸۹۲ع سے شروع ہوگیا تھا۔ ۱۹۰۰ع سے میٹرک، ایف۔ اے اور بی۔ اے یا بی۔ او۔ ایل کے لیے صرف انگریزی امتحان دینے کا سلسلہ شروع ہوا۔ عالم فاضل جماعتوں کے فارغ التحصیل طلبا صرف انگریزی کا امتحان دے کر یہ اسناد حاصل کر سکتے تھے۔ اس سلسلے میں سید مراتب علی شاہ کی مثال قابل ذکر ہے۔ انہوں نے ۱۹۰۷ع میں منشی عالم کا امتحان پاس کر کے ۱۹۰۸ع میں صرف انگریزی کا امتحان دیا اور میٹرک کی سند لی۔ ۱۹۰۹ع میں منشی فاضل کا امتحان پاس کر کے ۱۹۱۰ع میں انہوں نے صرف انگریزی کا امتحان دیا اور ایف۔ اے کی سند حاصل کی۔ اس طرح مشرقی علوم والسنہ کی علمیت و فضیلت کے بعد انگریزی کی تحصیل سے ایسے فارغ التحصیل گریجویٹ عملی زندگی میں آنے لگے جو خالص مغربی طرز کے فارغ التحصیل گریجویٹوں کے مقابلے میں ذہنی اعتبار سے زیادہ بالغ نظر تھے اور عملی زندگی میں زیادہ کامیاب!

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ اورینٹل کالج نے پنجاب یونیورسٹی کے قیام کے بعد اعلیٰ تعلیم کے سلسلے میں بھی قابل قدر خدمات سر انجام دینا شروع کر دی تھیں۔ اس طرح تدریس کے میدان میں اس کا مرتبہ خاصا باوقار ہو گیا تھا۔

اورینٹل کالج کے آغاز کار ہی سے تدریس کے علاوہ تحقیق و تصنیف کا سلسلہ ہمہ گیر پیمانے پر شروع ہو گیا تھا۔ جس سے یہ ادارہ ایک

تعلیمی مرکز ہونے کے علاوہ علوم و فنون کی ایک بلند پایہ اکیڈمی کی صورت اختیار کر گیا تھا - اس حیثیت سے یہاں ایک مناسب کتب خانے کا ہونا از بس ضروری امر تھا - چنانچہ اوریئنٹل کالج کے ساتھ لائبریری کا بھی باقاعدہ انتظام کیا گیا اور ہر سال اس میں ادبیات، لسانیات اور علوم و فنون کی قلمی و مطبوعہ کتابیں فراہم ہوتی رہیں - جس کے لیے بجٹ میں ہر سال گنجائش رکھی جاتی تھی - پنجاب یونیورسٹی کے قیام کے ایک عرصہ بعد تک یونیورسٹی میں ایک اوسط درجے کی لائبریری کا انتظام بھی نہ ہوسکا۔ جب (۱۹۰۳ء میں) مسٹر وولنر یونیورسٹی کے رجسٹرار اور اوریئنٹل کالج کے پرنسپل بنے تو اس وقت بقول مسٹر جے - ایف بروس یونیورسٹی لائبریری کی کل کائنات دو الماریوں تک محدود تھی[1] - اوریئنٹل کالج لائبریری کو رائل ایشیاٹک سوسائٹی (کلکتہ) اور بعض دوسری ملکی و غیر ملکی انجمنیں وقتاً فوقتاً اپنی مطبوعات بھیجتی رہتی تھیں - بابو این - این مترا (جو جون ۱۸۹۹ء میں بطور کلرک ملازم ہوئے تھے) ۱۹۰۰ء سے کلرک کے علاوہ لائبریرین کے فرائض بھی انجام دیتے رہے -

اوریئنٹل کالج کی تحقیق و تصنیف کی روایت اس دور میں بھی جاری رہی - علوم و فنون، لسانیات، ادبیات اور تاریخ و تحقیق کے موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی اور ترجمہ کی گئیں - لیکن علوم و فنون کا سلسلہ رفتہ رفتہ ٹوٹتا گیا - البتہ تاریخ و تحقیق کا کام جاری رہا -

---

(۱) ہسٹری آو دی یونیورسٹی آو دی پنجاب : صفحہ ۱۳۱

نوٹ : ۱۸۷۳ء میں پنجاب یونیورسٹی کالج نے سر ڈانلڈ میکلوڈ کا مجموعۂ کتب (تقریباً دو ہزار کتابیں) ۲۰۰۰ روپے میں خرید کیا تھا - لیکن اس میں عرصے تک کوئی اضافہ نہ ہوا -

تیسرا دور

۱۹۱۱ع تا ۱۹۱۸ع

اورینٹل کالج کے قیام کے بیالیس (۴۲) برس بعد کالج کی عمارت کے سوال نے عملی صورت اختیار کی ۔ ایک عرصے سے گورنمنٹ کالج کی توسیع کے نتیجے میں اورینٹل کالج کا دخل اس کی عمارت سے کم سے کم تر ھوتا جا رھا تھا - ۱۹۱۲ع میں حکومت ھند نے اورینٹل کالج کی عمارت کے لیے ایک لاکھ روپیہ عطا کیا۔ ۱۹۱۳ع میں یونیورسٹی نے اورینٹل کالج اور لاءکالج کے لیے کونونٹ سکول کی عمارت خرید لی اور دونوں کالج اس عمارت میں آ گئے ۔ اس عمارت کے کمرے تنگ و تاریک تھے ۔ حکومت کی امدادی رقم عمارت کے خرید نے پر صرف ھو گئی تھی اس لیے کالج کو مجبوراً ایک عرصے تک انھی کمروں میں رھنا پڑا ۔ جب لا کالج کی اپنی عمارت بن گئی تو چند کمروں کے سوا ، جن میں لا کالج کا دارالاقامہ تھا، کونونٹ کی باقی ساری عمارت اورینٹل کالج کو مل گئی ۔ اورینٹل کالج کا دارالاقامہ حضوری باغ میں ھی رھا ۔

کالج کی عمارت کے علاوہ اس دور میں قدیم انداز اور جدید طرز کے امتزاج سے تعلیم و تحقیق کے نئے پہلوؤں پر بھی توجہ دی گئی اور یونیورسٹی نے عربی اور سنسکرت کے لیے ایسے پروفیسروں کے تقرر کا

فیصلہ کیا جو قدیم مشرقی زبانوں کے بھی ماہر ہوں اور جدید مغربی طریقوں سے بھی آگاہ ہوں تاکہ اعلیٰ جماعتوں کی تدریس کے علاوہ وہ تحقیق کے طلبا کی رہنمائی بھی کر سکیں[1] - چنانچہ اس مقصد کی خاطر ڈاکٹر عظیم الدین احمد (پی ایچ - ڈی) جنوری ۱۹۱۴ء سے پانچ سو روپے ماہوار مشاہرے پر عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے - (پرنسپل مسٹر اے - سی وولز کی تنخواہ بھی پانچ سو روپے ماہوار تھی) - لالہ رگھبر دیال شاستری ایم - اے ' ایم - او - ایل کو جنوری ۱۹۱۶ء سے ساڑھے تین سو روپے ماہوار پر سنسکرت کا پروفیسر مقرر کیا گیا - ۱۹۱۷ء میں اُن کی تنخواہ بھی اضافہ کرکے پانچ سو کر دی گئی - ۱۹۱۸ء میں لالہ رگھبر دیال سناتن دھرم کالج لاہور کے پرنسپل ہو کر چلے گئے - مسٹر اے - سی وولز سنسکرت پروفیسر اس دور میں بھی اورینٹل کالج کے پرنسپل رہے - ۱۹۱۲ء میں اُن کی رخصت کے دوران میں چند ماہ کے لیے ڈاکٹر پر بھودت شاستری ایم - اے' ایم - او - ایل' ی - ایس سی' کالج کے عارضی پرنسپل رہے - اس دور میں دوسرے اساتذہ کے ضمن میں جو تبدیلیاں آئیں ' وہ درج ذیل ہیں :

مفتی مولانا عبداللہ ٹونکی ۱۹۱۷ء سے رخصت پر چلے گئے پھر ملازمت سے سبکدوش ہو گئے - اُن کی جگہ مولوی مومن علی صیغۂ عربی کے صدر مدرس مقرر ہوئے - صیغۂ عربی میں مولوی سید محمد طلحہ اپریل ۱۹۱۸ء سے مدرس دوم مقرر ہوئے -

کالج کے ایک قدیم ترین استاد مولوی عبدالحکیم ' جو ۱۸۷۲ء سے صیغۂ فارسی میں صدر مدرس اور ۱۸۹۰ء سے سپرنٹنڈنٹ تحقیق و تصنیف

---

(۱) بحوالہ پنجاب یونیورسٹی کیلنڈر بابت ۱۹۱۵ء—۱۹۱۶ء صفحہ ۵۷ -

کے فرائض انجام دے رہے تھے ' ۱۹۱۴ع سے رخصت (فرلو) پر چلے گئے اور پھر ۱۹۱۶ع میں ملازمت سے سبکدوش ہو گئے - اُن کی جگہ مولوی محمد دین کو صدر مدرس (فارسی) مقرر کیا گیا[1] شعبۂ انگریزی کے مدرس اول شوگن چند ۱۹۱۳ع سے رخصت پر چلے گئے اور ۱۹۱۵ع میں ملازمت سے سبکدوش ہوگئے - اُن کی جگہ پہلے مسٹر جی- سی چیٹر جی اور پھر اگست ۱۹۱۵ع سے لالہ بنارسی داس ایم- اے انگریزی کے مدرس اوّل مقرر ہوئے - (سابق اساتذہ کے سلسلے میں ضمیمہ ب ملاحظہ فرمائیے) -

اس دور میں اورینٹل کالج کی تدریسی اور تحقیقی سرگرمیوں کا دائرہ خاصا محدود ہو کر رہ گیا تھا - ۱۹۰۷ع سے ہم کالج کی اصلاح کا چرچا پھر سننے لگتے ہیں - اور اس سلسلے میں منصوبہ بندی کے لیے ایک کمیٹی کا تقرر بھی ہوا - لیکن کوئی خاص نتیجہ نہ نکلا - ۱۹۰۹ع

---

(۱) یہ امر قابل ذکر ہے کہ مولوی عبدالحکیم کے سبکدوش ہونے کے بعد علّامہ اقبال اور سنڈیکیٹ کے بعض ارکان کی یہ خواہش تھی کہ اس منصب پر علامہ سیّد سلیمان ندوی کا تقرر ہو- اس سلسلے میں اقبال نے سید صاحب کو ایک خط (مؤرخہ یکم نومبر ۱۹۱۶ع) میں یہ لکھا :

مخدومی ' السلام علیکم -

اورینٹل کالج لاہور میں ہیڈ پرشین ٹیچر کی جگہ خالی ہوئی ہے- اس کی تنخواہ ایک سو بیس روپے ماہوار ہے - میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ اس جگہ کو اپنے لیے پسند فرماتے ہیں - اگر ایسا ہو تو آپ کے لیے سعی کی جائے- اپ کا لاہور میں رہنا پنجاب والوں کے لیے بے حد مفید ہوگا - والسلام

آپ کا خادم

محمد اقبال ' بیرسٹر ' لاہور

(بحوالہ اقبال نامہ - حصہ اوّل صفحہ ۵)

لیکن علّامہ سیّد سلیمان ندوی نے ملازمت قبول کرنے سے معذوری کا اظہار کیا -

میں پھر اوریئنٹل کالج کو قدیم اور جدید انداز کے امتزاج سے ایک اعلیٰ تعلیمی و تحقیقی ادارہ بنا دینے کا تصوّر سامنے لایا جاتا ہے - لیکن دو تین برس پھر یونہی گزر جاتے ہیں - سال ۱۹۱۰ع-۱۹۱۱ع سے اوریئنٹل کالج کا سکول کا شعبہ بند کر دیا گیا - ایم - او - ایل کی جاعتیں ایک عرصے سے معطّل پڑی تھیں، اس سال بی - او - ایل کی جاعتوں کا سلسلہ بھی بند کر دیا گیا - اس دور میں اوریئنٹل کالج کے تدریسی شعبے مندرجہ ذیل جاعتوں پر مشتمل تھے:

نام جاعت	تعداد طلباء (۱۹۱۰-۱۹۱۱ع میں)
۱- ایم - اے (سنسکرت)	۲
۲- ایم - اے (عربی)	—
۳- شاستری	۲۰
۴- بشارد	۲۶
۵- مولوی فاضل	۱۴
۶- مولوی عالم	۱۲
۷- منشی فاضل	۷
۸- منشی عالم	۱۰
۹- گیانی (گورمکھی)	۱
۱۰- بھائی رو	۱
۱۱- انگریزی (میٹرک)	۵
میزان	۹۹

گورنمنٹ کالج کی مشرقی زبانوں کی آرٹس کی جاعتیں ۱۹۰۳ع تک

اورینٹل کالج میں رہیں ۔ اس کے بعد گورنمنٹ کالج نے اپنا انتظام خود کر لیا ۔ اور بی ۔ اے آرٹس ' کی یہ جماعتیں اورینٹل کالج سے چلی گئیں ۔ ان کی بجائے اس سال مقامی کالجوں کے باہمی تعاون کے طریق پر ایم ۔ اے (عربی و سنسکرت) کی جماعتیں اورینٹل کالج میں منعقد ہونے لگیں ۔ جن میں اورینٹل کالج کے علاوہ دوسرے کالجوں کے اساتذہ بھی شریک ہوتے تھے ۔ اس دور میں اورینٹل کالج میں مسلمان طلبا کی تعداد نسبتاً کم ہو گئی تھی ۔ طلبا کی تعداد کا نقشہ درج ذیل ہے ۔

تعلیمی سال	کل طلبا (اورینٹل کالج)	مسلمان طلبا کی تعداد	گورنمنٹ کالج کے طلبا
۱۹۱۰—۱۹۱۱ء	۹۹	۴۷	۱۳۴
۱۹۱۱—۱۹۱۲ء	۱۲۰	۴۶	۱۳۵
۱۹۱۲—۱۹۱۳ء	۱۱۶	۳۴	۱۳۷
۱۹۱۳—۱۹۱۴ء	۱۰۸	۳۴	—
۱۹۱۴—۱۹۱۵ء	۱۲۶	۴۰	—
۱۹۱۵—۱۹۱۶ء	۱۳۰	۴۲	-
۱۹۱۶—۱۹۱۷ء	۱۴۵	۴۰	—
۱۹۱۷—۱۹۱۸ء	۱۱۳	۳۵	
میزان	۹۸۴	۳۱۴	

مختلف امتحانات میں کامیاب ہونے والے طلبا کی مجموعی تعداد دو سو چھیانوے (۲۹۶) تھی۔ اس میں ایم ۔ اے (سنسکرت) کے طالب علم نو (۹) تھے جن کے اسماء یہ ہیں :

گنپت رائے شرما (۱۹۱۱ع)۔ کاشی پرشاد (۱۹۱۳ع) لکشمن
سروپ (۱۹۱۷ع) ۔ جگن ناتھ پاٹک (۱۹۱۶ع) کپل دیو
دویودی (۱۹۱۶ع)۔ ایشوری دت درگاوتی (۱۹۱۷ع)۔
منگل دیو شاستری (۱۹۱۸ع)۔ مادھو سروپ دت (۱۹۱۸ع)
برج لال مہاجن (۱۹۱۸ع) ۔

اس دور میں ہم طلبا کے لیے کھیلوں کے انتظام سے بھی پہلی بار روشناس ہوتے ہیں - ۱۹۱۲ع میں فٹ بال کی باقاعدہ ایک جماعت (ٹیم) بنی ' منٹو پارک میں تربیتی کھیل کا بندوبست کیا گیا تھا - اورینٹل کالج کی فٹ بال کی جماعت نے کئی مقابلوں میں حصہ لیا اور اکثر میں کامیابی حاصل کی ۔ فٹ بال کے علاوہ بیڈمنٹن کے کھیل کا بھی اہتمام کیا گیا تھا ۔ ان کھیلوں کے علاوہ ایک کشتی رانی کلب بھی بنائی گئی اور دریائے راوی میں کشتی رانی کے لیے دو کشتیوں کا اہتمام بھی کیا گیا ۔

اس دور میں تحقیق و تصنیف کا سلسلہ گزشتہ ادوار کے مقابلے میں کچھ نرم پڑ گیا تھا ۔ تاہم بالکل ختم نہیں ہوا تھا ۔ کالج کے پرانے اور نئے اساتذہ اورینٹل کالج کی اس عظیم الشان روایت کو نباہتے رہے ۔ مہا مہاؤ پادیہ پنڈت سیوادت نے پتن جلی کی مہابھاشیہ پر حواشی کی تکمیل کے علاوہ ھتو پدیش کا ھندی میں ترجمہ کیا ۔ مفتی مولانا عبداللہ ٹونکی نے شرع محمدی (اردو) اور فتاویٰ صابریہ (چار جلدیں) مرتّب کیں ۔ مولوی محمد دین نے شرح اخلاق ناصری اور اخلاق جلالی کی تلخیص مرتّب کی ۔ مولوی مومن علی نے شرح کتاب الفرائض لکھی ۔ ڈاکٹر عظیم الدین احمد نے بروکلمن کی کتاب

Semetische Sprachwissen Schatten کا جرمن زبان سے انگریزی میں ترجمہ کیا۔ لالہ رگھبر دیال نے پنینی کی سنسکرت قواعد کی تالیف مرتب کی۔ اور لالہ پیارسی داس نے پنجابی انگریزی کی لغت کا آغاز بھی اسی دور میں کیا۔

۱۹۱۳ع—۱۹۱۴ع میں اورینٹل کالج کا قیمتی کتب خانہ یونیورسٹی لائبریری میں منتقل کر دیا گیا، اور وہاں عربی اور سنسکرت کے شعبوں کی تکمیل کے کام آیا۔ کالج میں طلبا اور اساتذہ کے استفادے کے لیے صرف چند کتابیں باقی رکھی گئیں۔

اس طرح یہ مختصر سا دور اختتام پذیر ہو جاتا ہے، جس میں اورینٹل کالج کے گزشتہ عظیم الشان کارناموں کی تاریخ کا سلسلہ کسی قدر ماند پڑ جاتا ہے اور ایک خلا سا محسوس ہونے لگتا ہے۔ پھر کیف خزاں بھی آمد بہار ہی کی ایک علامت ہوتی ہے—بقول شیلے:

"If winter comes, can spring be far behind!"

چوتھا دور

۱۹۱۹ع تا اگست ۱۹٤۷ع

اورینٹل کالج کی تاریخ کا یہ دور تحقیق، تصنیف، تدریس اور تنظیم کے اعتبار سے بڑا عظیم الشان دور ہے۔ اس عہد میں کالج کی وہ علمی، ادبی، تحقیقی اور ثقافتی روایات، جن کی آبیاری ڈاکٹر لائٹنر اور اُن کے ساتھیوں نے خون جگر سے کی تھی، سر سبز و شاداب ہو کر لہلہانے لگیں۔ اور مشرقی علوم والسنہ کا یہ ادارہ نہ صرف بر عظیم هندوستان اور ایشیا میں بلکہ یورپ اور امریکہ میں بھی قدرومنزلت کی نگاھوں سے دیکھا جانے لگا۔

اس دور کے آغاز میں بی۔ اے آنرز، آنرز سکول اور ایم۔ اے کی جماعتوں کو السنہ شرقیہ میں تعلیم دینے کا کام بتدریج اس کالج کے سپرد هوا، اور ان مضامین میں لاهور کے تمام کالجوں کے طلبا اورینٹل کالج کی جماعتوں میں شریک ھونے لگے۔ یہ جماعتیں یونیورسٹی هال کے اطراف کے کمروں میں هوتی تھیں۔ اوریئنٹل کالج ابھی کونونٹ کی تنگ و تاریک عمارت میں مقیم تھا۔ ۱۹۲۳ع میں کوشش کی گئی کہ اس عمارت کی نچلی منزل کے تاریک کمروں میں روشنی کے منفذ کشادہ کیے جائیں۔ لیکن نتیجہ یہ ھوا کہ عمارت کی بعض دیواریں گر گئیں۔

لا، کالج کا دارالاقامہ ایک اور جگہ منتقل کیا گیا - اور ایک برس چند مہینوں تک کالج کی اکثر جماعتیں کونونٹ کی عمارت کے کھنڈروں میں سر چھپاتی رہیں - اس زمانے میں سر جان مینارڈ، وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی کے تدریسی اور انتظامی شعبوں کی عمارات کی طرف پوری توجہ دے رہے تھے - ۱۹۲۰ع میں لاء کالج اور اورینٹل کالج کی نئی عمارتیں بنانے کا فیصلہ ہو چکا تھا - ۱۹۲۲ع میں لاء کالج کی عمارت مکمل ہو گئی - اس کے بعد اورینٹل کالج کی باری آئی - اورینٹل کالج کی عمارت ۱۹۲۶ع میں مکمل ہوئی - اس کے بعد لاء کالج اور اورینٹل کالج کی متوازی عمارات کے درمیان ایک مشترکہ ہال تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا گیا[1] یہ ہال ۱۹۲۶ع میں تعمیر ہو گیا، اور اپنے بانی سر جان مینارڈ کے نام پر اس کا نام مینارڈ ہال رکھا گیا -

۱۲ دسمبر ۱۹۲۶ع کو اورینٹل کالج کی نئی عمارت کا افتتاح سر ولیم میلکم ہیلی گورنر پنجاب کے ہاتھوں عمل میں آیا - اس موقعہ پر اورینٹل کالج کے پرنسپل ڈاکٹر اے - سی وولنر نے کالج کی تاریخ پر ایک مضمون انگریزی میں پڑھا، جس میں کالج کی نقل مکانی کی روداد سناتے ہوئے اور مختلف جماعتوں کی گزشتہ حالت بیان کرتے ہوئے صاحب موصوف نے فرمایا کہ :

"اب یہ نئی عمارت بنی ہے تو اس میں اورینٹل اور آرٹس کے شعبے پھر آ ملے ہیں- یہ کالج اس مرتبہ ساتویں مکان میں منتقل ہوا ہے- ایک زمانہ تھا کہ کالج میں بہت سے مضامین مختلفہ کی تعلیم ہوتی تھی - تین مشرقی زبانوں میں جدید طریق پر تعلیم کے علاوہ تین

(۱) ہسٹری آو دی پنجاب یونیورسٹی جے ایف بروس، صفحہ ۱۶۵ -

چار دیسی زبانیں پڑھائی جاتی تھیں اور سائنس کی تعلیم بھی دو دیسی زبانوں میں ہوتی تھی - جونس پروڈنس ہر ہفتہ میں دو بار ہندی اور اردو میں لیکچر ہوتے تھے - اور فوٹوگرافی سکھانے کے لیے بھی ایک جماعت قائم تھی -

۱۸۷۹ع میں پرنسپل نے لکھا ہے کہ تعداد طلبا گورنمنٹ کالج سے دوگنی ہے اور مضامین زیر تعلیم اور جماعتوں کی تعداد بھی اس کالج سے زیادہ ہے - آہستہ آہستہ تعداد طلبہ کم ہو گئی - طبی جماعتیں کہیں اور منتقل ہو گئیں - جونس پروڈنس اور فوٹو گرافی کی جماعتیں بند کر دی گئیں - سائنس کی تعلیم ایک ہی دیسی زبان میں ہونے لگی - میرے زمانے میں ایف - او - ایل، بی - او - ایل کی جماعتیں اور سکول کا حصہ بند کر دیا گیا - اب السنہ شرقیہ میں صرف اوپر کی دو دو جماعتیں باقی ہیں - اور دو جماعتیں گورمکھی کی ہیں - مگر ان کے علاوہ ایم - اے اور بی - اے آنرز کی جماعتیں بھی ہیں اور السنہ ثلثہ میں ریسرچ کرنے والے طلبا بھی کام کر رہے ہیں - یعنی اورینٹل کالج ایک تعلیم دینے والی یونیورسٹی کا ہرۂ علوم شرقیہ بن گیا ہے جس میں تعلیم اور ریسرچ دونوں طرح کا کام ہوتا ہے - اور جس میں دیگر کالجوں کے معلم بھی معاون کار ہیں - جدید طرز تعلیم کے پہلو بہ پہلو ہم قدیم طرز تعلیم کی روایت کو بھی تا بہ حد محفوظ رکھنے میں کوشاں ہیں اور پرانے تبحر اور جدید تاریخی تنقیدی طریقے کو نتیجہ خیز طور پر ترکیب دینے میں ساعی ہیں!"[1]

---

(۱) اورینٹل کالج میگزین، بابت فروری ۱۹۲۶ع صفحہ ۳ و ۴ -

اوریئنٹل کالج کی نئی عمارت پر پچانوے (۹۵) هزار روپیه صرف هوا۔ عمارت کی تعمیر سرکاری میر عمارت (چیف انجینئر) نے کی اور اس طرح اورینٹل کالج کو پچپن برس کے بعد اپنا مکان نصیب هوا - دارالاقامه ابھی تک حضوری باغ میں تھا - کالج کی تعمیر کے بعد دارالاقامه کی تعمیر کی باری آئی - ستمبر ۱۹۲۹ع تک دارالاقامه تعمیر هو گیا اور اس کا نام کالج کے پرنسپل (اور یونیورسٹی کے وائس چانسلر) ڈاکٹر اے - سی وولنر کے نام پر وولنر هوسٹل رکھا گیا - دارالاقامه میں چوالیس طلبا کے قیام کا بندوبست تھا - مولوی نذیر احمد خان ۱۹۳۱ع میں وولنر دارالاقامه کے ناظم (سپرنٹنڈنٹ) بنائے گئے اور وہ مدت مدید تک ان فرائض کو با حسن و خوبی انجام دیتے رهے[1] -

اس دور میں اورینٹل کالج کو چند ایسے محقق و مصنف اساتذہ ملے کہ جن کے علمی و تصنیفی کار نامے علم و تحقیق کی دنیا میں همیشه زنده و تابنده رهیں گے - ڈاکٹر اے - سی وولنر، پروفیسر سنسکرت و پرنسپل اورینٹل کالج اکتوبر ۱۹۲۸ع میں پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر مقرر هوئے - یه پہلا بڑا اعزاز تھا، جو اوریئنٹل کالج کے ایک پرنسپل کو ملا - مسٹر وولنر دونوں عهدوں کے فرائض کو اپنی زندگی کے آخری ایام تک بڑی خوش اسلوبی سے نبھاتے رهے -

ڈاکٹر عظیم الدین احمد اوائل ۱۹۱۹ع میں سبکدوش هو گئے اُن کی جگه فروری ۱۹۱۹ع میں مولوی محمد شفیع ایم - اے (کنٹب

(۱) مولوی نذیر احمد خان پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں اسسٹنٹ لائبریرین بھی تھے - ۱۹۵۶ع میں موصوف ان دونوں فرائض سے سبکدوش هوئے - اور پھر کچھ عرصه دیال سنگھ کالج میں لائبریرین رهے - اب ضعیف العمری کے سبب وهاں سے بھی سبکدوش هو کر خرابی صحت کی وجه سے خانه نشین هیں -

(۶۰۰—۵۰—۱۲۵۰ کے گریڈ میں) پروفیسر عربی مقرر ہوئے۔ مسٹر اے۔ سی وولنر بکم جنوری ۱۹۲۰ء سے چھ ماہ کی رخصت (فرلو) پر گئے تو پروفیسر محمد شفیع اُن کی جگہ عارضی پرنسپل مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۱ء سے پروفیسر محمد شفیع وائس پرنسپل بنے اور مسٹر اے۔ سی وولنر کے انتقال (۷ جنوری ۱۹۳۶ء) کے بعد ۲۲ جنوری ۱۹۳۶ء سے اورینٹل کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ ۳۰ ستمبر ۱۹۴۲ء کو مولوی محمد شفیع پروفیسر عربی اور پرنسپل کالج کے عہدوں سے سبکدوش ہوئے تو اُن کی جگہ ڈاکٹر برکات علی قریشی ایم۔ اے، پی ایچ۔ ڈی پروفیسر عربی مقرر ہوئے۔

ڈاکٹر لکشمن سروپ ایم۔ اے، پی ایچ۔ ڈی مارچ ۱۹۲۱ء میں (۵۰۰—۵۰—۱۲۰۰ کے گریڈ میں) پروفیسر سنسکرت مقرر ہوئے۔ ڈاکٹر وولنر کی وفات کے بعد وائس پرنسپل اور پروفیسر محمد شفیع کی سبکدوشی کے بعد ڈاکٹر لکشمن سروپ اورینٹل کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ وہ اپنی وفات (۲۶ اکتوبر ۱۹۴۶ء) تک اس منصب کے فرائض سر انجام دیتے رہے۔

ڈاکٹر محمد اقبال ایم۔ اے، پی ایچ۔ ڈی مارچ ۱۹۲۳ء سے پروفیسر فارسی مقرر ہوئے۔ ڈاکٹر لکشمن سروپ کے انتقال کے بعد ڈاکٹر محمد اقبال اورینٹل کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے۔

مہا مہاؤ پادیہ پنڈت شیوادت صیغۂ سنسکرت کے صدر مدرس ۹ اکتوبر ۱۹۲۶ء کو ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ اُن کی جگہ پنڈت مادھو شاستری بھنڈاری ۲۲ فروری ۱۹۲۷ء سے صدر مدرس (سنسکرت) مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۴ء میں ان کی وفات کے بعد پہلے رام

چندر کوشل اور پھر پنڈت جگدیش بھٹ شاستری صدر مدرس (سنسکرت) مقرر ہوئے۔

مولوی مومن علی صدر مدرس (عربی) ۱۹۱۹ع میں ملازمت سے سبکدوش ہوئے اور اُن کی جگہ مولوی نجم الدین کا تقرر بحیثیت صدر مدرس (عربی) اپریل ۱۹۱۹ع میں ہوا۔ ۱۹۳۵ع میں مولوی نجم الدین رخصت سبکدوشی لے کر چلے گئے اور اُن کی جگہ ۲۹ مئی ۱۹۳۵ع سے مولوی رسول خان کا تقرر بحیثیت صدر مدرس (عربی) عمل میں آیا۔ اپریل ۱۹۲۱ع میں مولوی عبدالعزیز میمن کا تقرر صیغۂ عربی میں بحیثیت ایڈیشنل مولوی ہوا۔ ۱۹۲۷ع میں اُن کے چلے جانے کے بعد مولوی نورالحق کا تقرر اُن کی جگہ دسمبر ۱۹۲۵ع سے ہوا۔ ۱۹۴۰ع میں صیغۂ عربی میں جدید عربی زبان و ادب کی تدریس کے لیے الشیخ محمد العربی المراکشی کا تقرر ہوا۔ مولوی سیّد محمد طلحہ (سیکنڈ مولوی) ۱۹۴۲ع میں سبکدوش ہوئے اور اُن کی جگہ حافظ نور الحسن کا تقرر ہوا۔ مولوی نورالحق ۱۹۴۴ع میں سبکدوش ہوئے اور ان کی جگہ مولوی عبدالصمد صارم صیغۂ عربی میں ایڈیشنل مولوی مقرر کیے گئے۔

صیغۂ فارسی میں مولوی محمد دین مختار کے سبکدوش ہونے کے بعد سیّد اولاد حسین شاداں بلگرامی اکتوبر ۱۹۲۳ع سے صدر مدرس (فارسی) مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۸ع میں شاداں بلگرامی کے سبکدوش ہونے کے بعد ۲۰- ستمبر ۱۹۳۸ع سے ڈاکٹر سیّد عبداللہ ایم - اے، ڈی- لٹ صدر مدرس (فارسی) مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۱ع میں ڈاکٹر سیّد عبداللہ اردو لیکچرار ہوگئے تو اُن کی جگہ ڈاکٹر محمد باقر ایم - اے، پی ایچ- ڈی، صدر مدرس

(فارسی) مقرر ہوئے۔ ستمبر ۱۹۴۳ء میں ڈاکٹر محمد باقر انڈین ایئر فورس میں ملازم ہو کر چلے گئے تو ان کی جگہ عارضی طور پر مولوی حسن دین کام کرتے رہے اور پھر مولوی فیوض الرحمٰن عثمانی کا تقرر بحیثیت صدر مدرس (فارسی) عمل میں آیا۔ مولوی حسن دین (سیکنڈ منشی) ۳۰ ستمبر ۱۹۴۴ء کو سبکدوش ہوئے اور ان کی جگہ پہلے صادق علی دلاوری اور پھر سید مبارک شاہ سیکنڈ منشی مقرر ہوئے۔

۱۹۲۸ء میں سنڈیکیٹ پنجاب یونیورسٹی نے اورینٹل کالج میں اردو، ہندی اور گورمکھی کے لیے تین لیکچراروں کی اسامیاں منظور کیں۔ ان نئی اسامیوں کے لیے علی الترتیب حافظ محمد محمود خاں شیرانی، ڈاکٹر بنارسی داس ایم۔ اے، پی ایچ۔ ڈی اور سردار موہن سنگھ ایم۔ اے (بعد میں ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ ایم۔ اے، پی ایچ۔ ڈی، ڈی۔ لٹ) کا تقرر ہوا۔ ان نئے لیکچراروں نے یکم اکتوبر ۱۹۲۸ء سے کالج میں کام کرنا شروع کر دیا۔ حافظ محمود شیرانی ۱۹۴۱ء میں ملازمت سے سبکدوش ہو گئے اور ان کی جگہ ڈاکٹر سید عبداللہ اردو لیکچرار مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر بنارسی داس اور ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ علی الترتیب شعبۂ اردو، ہندی اور گورمکھی کے ریڈر بنا دیئے گئے۔

صیغۂ انگریزی میں لالہ بنارسی داس ایم۔ اے ۱۹۲۰ء میں دو سال کی رخصت (خاص) لے کر مزید تعلیم کے لیے انگلستان چلے گئے اور کچھ عرصہ بعد ڈاکٹریٹ کی ڈگری لے کر واپس آئے۔ یکم اکتوبر ۱۹۲۶ء سے ان کا تقرر پنجابی انگریزی لغت مرتب کرنے کے سلسلے میں ہوا۔ یکم اکتوبر ۱۹۲۸ء سے ان کا تقرر بحیثیت ہندی لیکچرار

ہو گیا - لالہ بنارسی داس کے رخصت پر جانے کے بعد مئی ۱۹۲۰ء سے لالہ منشی رام انگریزی کے صدر مدرس مقرر ہوئے - ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ پنجابی کے علاوہ انگریزی کی جماعتوں کو بھی پڑھاتے تھے -

ڈاکٹر سوریا کانت ایم - اے، ڈی - لٹ (پنجاب)، ڈی - فل (آکسفورڈ) جو ۱۹۳۵ء میں اورینٹل کالج میں میکلوڈ کشمیر ریسرچ سٹوڈنٹ مقرر ہوئے تھے، ۸ دسمبر ۱۹۳۷ء سے شعبۂ سنسکرت میں ریڈر بنا دیئے گئے - لالہ جگن ناتھ ایم-اے یکم اکتوبر ۱۹۳۱ء سے سنسکرت لیکچرار مقرر ہوئے -

بابو این - این - مترا ہیڈ کلرک چھتیس (۳۶) سال سے زائد عرصہ کالج کی خدمت کرنے کے بعد ۱۵ جون ۱۹۳۶ء سے رخصت سبکدوشی پر چلے گئے اور ان کی بجائے مسٹر صدیق احمد خان ہیڈ کلرک بنے جو ۱۹۴۴ء تک اس منصب کے فرائض انجام دینے کے بعد یونیورسٹی کے دفتر میں چلے گئے - اور ان کی جگہ سردار ہرنام سنگھ کالج کے ہیڈ کلرک بنے -

اس دور میں اورینٹل کالج میں درس و تدریس کا سلسلہ بھی خاصا وسیع ہو گیا تھا - ایم - اے (عربی) اور ایم - اے (سنسکرت) کی جماعتیں پہلے ہی قائم تھیں - اس دور کے شروع میں ایم - اے (فارسی) کی جماعتوں کا بھی آغاز ہو گیا - ایم - اے کے علاوہ بی - اے آنرز اور بی - اے آنرز سکول کی جماعتیں (عربی، فارسی، سنسکرت میں) بھی جاری ہو گئی تھیں - ان جماعتوں کا انتظام انٹر کالجیئیٹ نظام کے ماتحت اورینٹل کالج میں کیا گیا تھا اور لاہور کے دوسرے ڈگری کالجوں

اساتذہ اورینٹل کالج لاہور ۱۹۲۶ء ـــ ۱۹۲۷ء



(پہلی صف) ڈاکٹر سوریا کانت ۔ ڈاکٹر سیّد عبداللہ ۔ سردار گوبند سنگھ ۔ لالہ منشی رام ۔ ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ ۔ ہرنام سنگھ
پنڈت جگدیش [illegible] ۔ ڈاکٹر بنارسی داس ۔ ڈاکٹر محمد اقبال (یونیورسٹی) ۔ ڈاکٹر [illegible] ۔ شیخ [illegible] ۔ ڈاکٹر برکت علی قریشی
[illegible] (لالہ جگن ناتھ کے دوجھے) ۔ محمد [illegible] ۔ لالہ [illegible] ۔ [illegible] سنگھ ۔ [illegible] ۔ گیانی [illegible]

اساتذہ بھی باھمی تعاون کے اصول پر ان جماعتوں کی تدریس میں شریک ہوتے تھے -

اورینٹل کالج کی عالم فاضل جماعتیں (عربی ، فارسی ، سنسکرت اور گورمکھی میں) حسب معمول اس دور میں بھی جاری رھیں۔ انگریزی کی جماعت انٹرنس تک تھی - یونیورسٹی سنڈیکیٹ نے ۱۹۳۱ء میں کالج کے قدیم طلباء کی درخواست پر انٹرمیڈیٹ (صرف انگریزی) کی شام کی جماعت کے اجراء کا فیصلہ کیا - مزید برآں اردو ، ھندی اور پنجابی عالم فاضل جماعتیں جنوری ۱۹۳۲ء سے دن کے علاوہ شام کو بھی جاری کر دی گئیں - شام کی جماعتوں کی فیس صبح کی جماعتوں سے دوگنی رکھی گئی - صبح کی جماعتوں کی فیس حسب ذیل تھی :

فاضل جماعتیں - ایک روپیہ ماھوار ، عالم جماعتیں - بارہ آنے ماھوار ، انگریزی جماعت بارہ آنے ماھوار ، ایم - اے کی جماعتیں پانچ روپے ماھوار - اور ھوسٹل کی فیس آٹھ آنے ماھوار -

طلبا کی تعداد کے سلسلے میں ۱۹۲۱ء سے ۱۹۴۰ء تک (بیس سال کے لیے) ذیل کا نقشہ ملاحظہ فرمائیے :

تعلیمی سال	کل تعداد	مسلمان طلباء	شریک امتحان ہوئے	کامیاب طلبا
۱۹۲۰—۱۹۲۱ء	۱۰۰	۳۸	۶۷	۳۱
۱۹۲۱—۱۹۲۲ء	۱۳۲	۷۳	۷۱	۴۹
۱۹۲۲—۱۹۲۳ء	۱۶۸	۶۴	۸۸	۷۳
۱۹۲۳—۱۹۲۴ء	۱۶۷	۷۴	۹۸	۶۴

تعلیمی سال	کل تعداد	مسلمان طلباء	شریک امتحان ہوئے	کامیاب طلبا
۱۹۲۴—۱۹۲۵ع	۱۳۸	۷۱	۹۳	۳۳
۱۹۲۵—۱۹۲۶ع	۱۴۵	۷۹	۸۸	۴۳
۱۹۲۶—۱۹۲۷ع	۱۲۹	۵۳	۷۴	۳۰
۱۹۲۷—۱۹۲۸ع	۱۵۰	۶۲	۱۰۲	۵۸
۱۹۲۸—۱۹۲۹ع	۱۶۴	۶۲	۱۱۱	۶۵
۱۹۲۹—۱۹۳۰ع	۱۵۴	۶۲	۹۶	؟
۱۹۳۰—۱۹۳۱ع	۱۴۹	۷۱	۹۰	۴۷
۱۹۳۱—۱۹۳۲ع	۱۴۹	۷۰	۹۸	۵۹
۱۹۳۲—۱۹۳۳ع	۱۷۰	۷۶	۱۲۳	؟
۱۹۳۳—۱۹۳۴ع	۱۴۸	۶۰	۹۴	۵۹
۱۹۳۴—۱۹۳۵ع	۱۴۷	۵۶	۱۰۱	۶۸
۱۹۳۵—۱۹۳۶ع	۱۷۱	؟	؟	۸۰
۱۹۳۶—۱۹۳۷ع	۱۵۲	؟	۱۲۵	۴۷
۱۹۳۷—۱۹۳۸ع	۲۵۰	؟	؟	۸۳
۱۹۳۸—۱۹۳۹ع	۲۵۵	؟	؟	؟
۱۹۳۹—۱۹۴۰ع	۲۶۰	؟	۱۳۴	۸۷

اس نقشے میں اُن طلبا کی تعداد شامل نہیں ، جو شام کی جماعتوں میں پڑھتے تھے - دوسرے کالجوں کے جو طلبا انٹر کالجیئیٹ نظام کے ماتحت اورینٹل کالج میں تعلیم حاصل کرتے تھے وہ بھی اس کے علاوہ ہیں -

اس دور میں عالم فاضل جماعتوں کے نصابات میں مناسب تبدیلیاں کی گئیں تاکہ یہ امتحانات دور جدید کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو جائیں۔ مثلاً مولوی فاضل کے نصاب میں شعر و ادبیات کے ساتھ عرب کی تاریخ اور جغرافیے کا مطالعہ شامل کیا گیا۔ نیز حدیث کا مطالعہ بھی نصاب کا ضروری جزو بنایا گیا۔ اس سلسلے میں عربی اور فارسی کے مختلف یونیورسٹی امتحانات کی نصابی کتب کو از سر نو مرتب کیا گیا اور ان میں نئے مواد کا (مطبوعہ اور غیر مطبوعہ دونوں طرح کا) اضافہ کیا گیا تاکہ طلبا قدیم موضوعات کے علاوہ نئے نئے موضوعات سے بھی روشناس ہوں۔ نصابی کتب کی تیاری میں بھی اورینٹل کالج کے فاضل اساتذہ نے نمایاں حصّہ لیا۔

فاضل جماعتوں (مولوی فاضل، منشی فاضل اور شاستری) کو عربی، فارسی اور سنسکرت کے پروفیسر صاحبان بھی ہفتے میں ایک ایک پیریڈ پڑھاتے تھے۔ گویا اس طرح ان جماعتوں کے طلبا قدیم طرز تدریس کے ساتھ ساتھ جدید طریق تعلیم سے بھی مستفید ہوتے تھے۔ مشرقی زبانوں کے ان طلبا کو جدید علوم کی مبادیات سے آگاہ کرنے کے لیے نصابات میں معلومات عامہ (جنرل نالج) کی کتابیں بھی رکھی گئی تھیں۔ علاوہ بریں سائنس، حفظان صحت اور دوسرے علمی موضوعات پر ان علوم کے دوسرے کالجوں کے اساتذہ سے وقتاً فوقتاً اورینٹل کالج میں لیکچر بھی دلوائے جاتے تھے۔ اس طرح اورینٹل کالج کے طلبا کے بارے میں اس اعتراض کو دور کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی کہ یہ لوگ مقتضیات زمانہ سے بے خبر ایئر ٹائیٹ کمپارٹمنٹس میں بند رہتے ہیں۔

پنجاب یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخ میں اسلامی تاریخ کی تعلیم کا

آغاز کروانے کے سلسلے میں بھی اورینٹل کالج کے اساتذہ نے بڑا اہم حصہ لیا ۔ موزوں اساتذہ کی عدم موجودگی کا سوال اس سلسلے کے شروع ہونے میں حارج ہو سکتا تھا لیکن اس مسئلے کو اورینٹل کالج کے اساتذہ کے ایثار نے یوں حل کر دیا کہ خود آنھوں نے اس صیغے کی تدریسی ذمہ داری قبول کرلی ۔ چنانچہ پروفیسر مولوی محمد شفیع اور بعض دیگر اساتذہ ایک عرصہ تک یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخ میں اسلامی تاریخ کے پرچے کی تدریس کا فریضہ اعزازی طور پر انجام دیتے رہے ۔

ڈگری اور ایم ۔ اے کی جاعتوں کے علاوہ پی ایچ ۔ ڈی اور ڈی۔ لٹ کے لیے اعلیٰ تحقیق کا کام بھی اس دور میں اورینٹل کالج میں شروع ہوگیا تھا اور ایم۔اے کے بعد محنتی و مستحق طلبہ یونیورسٹی پروفیسروں کی نگرانی میں جدید تحقیقی و علمی نقطۂ نظر کے مطابق اعلیٰ تحقیق و تدقیق کے میدان میں سرگرم کار ہوجاتے تھے اور ان میں سے اکثر طالبان صادق علم و فن کے سمندر سے گوہر ہائے آبدار تلاش کر کے سرخرو ہوتے تھے ۔ اورینٹل کالج کے اساتذہ اور ریسرچ سکالرز نے اس دور میں علمی و ادبی تحقیق کے میدان میں عظیم الشان کارنامے سر انجام دیئے ۔ اس سلسلے میں فروری ۱۹۲۵ء سے **اورینٹل کالج میگزین** کا اجراء کالج کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے ۔ اس علمی رسالہ کے اغراض و مقاصد یہ قرار دیئے گئے تھے ۔

> اس رسالہ کے اجراء سے غرض یہ ہے کہ احیاء و ترویج علوم مشرقیہ کی تحریک کو تاحد امکان تقویت دی جاوے اور خصوصیت کے ساتھ ان طلبا میں شوق تحقیق پیدا کیا جاوے

جو سنسکرت ، عربی ، فارسی اور دیسی زبانوں کے مطالعہ
میں مصروف ہیں -

مضامین کی نوعیت کے بارے میں یہ موقف اختیار کیا گیا :

کوشش کی جائے گی کہ اس رسالہ میں ایسے مضامین شائع ہوں جو مضمون نگاروں کی ذاتی تحقیق کا نتیجہ ہوں - غیر زبانوں سے مفید مضامین کا ترجمہ بھی قابل قبول ہوگا۔ اور کم ضخامت کے بعض مفید قلمی رسالے بھی باقساط شائع کیے جائیں گے[1]

اس دور میں اوریئنٹل کالج میگزین دو حصوں میں شائع ہوتا رہا - حصہ اول عربی ، فارسی ، اردو میں (بحروف فارسی) حصہ دوم سنسکرت ، ہندی اور گورمکھی میں (بحروف دیوناگری) - ۱۹۲۵ع میں اس رسالے کے تین شمارے (فروری ، مئی ، نومبر) شائع ہوئے۔ ۱۹۲۶ع سے سال میں چار شمارے (فروری ، مئی ، اگست ، نومبر) نکلنے شروع ہو گئے - اور پھر یہ سلسلہ باقاعدگی کے ساتھ جاری رہا - نومبر ۱۹۳۷ع سے اوریئنٹل کالج میگزین کے ساتھ ایک ضمیمہ بھی شائع ہونے لگا ، جو در اصل پنجاب یونیورسٹی کی انجمن عربی و فارسی کا رسالہ تھا - مئی ۱۹۴۲ع کے میگزین میں ۱۹۲۵ع سے ۱۹۴۱ع تک کے مطبوعہ مضامین اور مضمون نگاروں کی فہرست شائع کی گئی -

پروفیسر محمد شفیع اوریئنٹل کالج میگزین کے مدیر اعلیٰ تھے - پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال مدیر معاون (حصۂ عربی ، فارسی و اردو)، پروفیسر ڈاکٹر لکشمن سروپ مدیر معاون (حصۂ سنسکرت و ہندی) اور بھائی بے انت سنگھ مدیر معاون (حصۂ گورمکھی) کے فرائض انجام

(۱) بحوالہ اوریئنٹل کالج میگزین بابت فروری ۱۹۲۵ع -

دیتے تھے۔ پروفیسر محمد شفیع (صدر شعبۂ عربی و پرنسپل) کے سبکدوش ہونے کے بعد پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال (صدر شعبۂ فارسی) میگزین کے مدیر اعلیٰ بنے ۔

اورینٹل کالج میگزین نے آغاز کار ہی سے علمی تحقیق اور ادبی تنقید کا ایک ایسا اعلیٰ معیار قائم کیا کہ مشرق و مغرب کے علمی حلقوں نے اس رسالے کا خوشگوار خیر مقدم کیا اور اس کے مندرجات کو وقعت کی نگاہوں سے دیکھا جانے لگا ۔ اس رسالے نے نہ صرف کالج کی علمی شہرت میں اضافہ کر کے بانی کالج (ڈاکٹر لائٹنر) کی آرزوؤں کی تکمیل کی بلکہ بین الاقوامی طور پر ملک کے وقار کو بھی سر بلند کیا ۔

زیر نظر دور میں اورینٹل کالج کے فاضل اساتذہ نے پنجاب یونیورسٹی لائبریری کی تعمیر و ترقی میں جو خدمات سرانجام دیں وہ کالج کی تاریخ کے علاوہ خود یونیورسٹی کی تاریخ کا ایک زندۂ جاوید کارنامہ ہیں ۔ گزشتہ ادوار میں یونیورسٹی لائبریری کے سلسلے میں یہ ذکر آ چکا ہے کہ ۱۹۰۳ع میں جب ڈاکٹر اے ۔ سی وولنر اورینٹل کالج کے پرنسپل اور یونیورسٹی کے رجسٹرار بن کر آئے اس وقت یونیورسٹی لائبریری کی کل کائنات دو الماریوں پر مشتمل تھی جن میں سر ڈانلڈ میکلوڈ کا مجموعہ کتب (مطبوعہ) رکھا ہوا تھا ۔ ۱۹۱۳ع میں اورینٹل کالج کا قیمتی کتب خانہ یونیورسٹی لائبریری میں منتقل کیا گیا ۔ زیر بحث دور میں جب جدید تحقیق و تدریس کے سلسلے کا آغاز ہوا اور پروفیسروں کا تقرر عمل میں آیا تو ایک ایسے کتب خانے کی ضرورت بھی محسوس کی گئی جو تحقیق علمی کے لیے ضروری مواد فراہم کر سکے۔ چنانچہ اس مقصد کی خاطر یونیورسٹی لائبریری کی توسیع و ترقی کے لیے

بجٹ میں باقاعدہ رقم مختص کی جانے لگی اور اورینٹل کالج کے پرنسپل کو اس بات کا ذمہ دار قرار دیا گیا کہ وہ لائبریری کے لیے نادر مخطوطات اور نایاب مطبوعات کے حصول کی کوشش کرے۔

اس مقصد کی تکمیل کے لیے اورینٹل کالج کے پروفیسروں نے بڑی تن دھی سے کام کیا۔ مخطوطات کے حصول کے لیے برعظیم کے دور دراز علاقوں کے سفر کیے۔ جہاں کسی قلمی نسخے کا سراغ ملا وھیں پہنچے۔ اس سلسلے میں کڑی سے کڑی صعوبتیں جھیلیں لیکن گوھر مقصود کو پانے کی امید میں کسی صعوبت کو صعوبت نہ سمجھا۔ اور حقیقت یہ ھے کہ جب کوئی نادر و نایاب نسخہ ھاتھ لگ جاتا تھا تو ساری محنت و کاوش کا پھل بھی مل جاتا تھا۔ اس پھل کے ذائقے کا اندازہ تو کچھ وھی لوگ کر سکتے ھیں جنھوں نے اس راہ طریقت کو اختیار کیا ھو۔!

بہر کیف اس محنت و ریاضت کا عملی نتیجہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے حق میں یہ نکلا کہ یہاں ھزاروں کی تعداد میں نادر مخطوطات کا مجموعہ فراھم ھو گیا۔ اور پنجاب یونیورسٹی لائبریری نے دنیا کے چند اھم تحقیقی مراکز میں ایک اھم اور باوقار مقام حاصل کر لیا۔ ۱۹۶۰—۱۹۶۱ع کے اعداد و شمار کے مطابق یونیورسٹی لائبریری میں سنسکرت کے مخطوطات کی مجموعی تعداد آٹھ ھزار کے قریب ھو گئی جو مجموعۂ وولنر (Woolner Collection) کے نام سے معنون ھے۔ اس مجموعے کے حصول میں ڈاکٹر وولنر کے علاوہ ڈاکٹر لکشمن سروپ نے بھی اھم حصہ لیا۔

عربی و فارسی مخطوطات کی فراھمی کے سلسلے میں پروفیسر مولوی

محمد شفیع نے جو محنت کی اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ انھوں نے سندھ کے امیروں کے کتب خانے چھاننے کے لیے ہزاروں میل کا سفر طے کیا، یو۔ پی کے دور افتادہ علاقوں میں پہنچے۔ ملتان، جھنگ، سرگودھا، کندیاں، حصار وغیرہ نہ جانے کہاں کہاں کی دشت نوردی کی اور مختلف اشخاص کے قلمی مجموعے کن کن دشواریوں سے حاصل کیے۔ تب کہیں یونیورسٹی لائبریری کا شعبۂ عربی بنا، جس میں عربی کے علاوہ فارسی، اردو اور ترکی کے مخطوطات کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی۔ پروفیسر مولوی محمد شفیع کے اس کارنامۂ خاص کے سلسلے میں ذیل کے اعداد و شمار کا مطالعہ قابل ذکر ہے۔

۳۱ جولائی ۱۹۲۰ع سے جب یونیورسٹی لائبریری میں مخطوطات کا اندراج (Accession) شروع ہوا تو اُس وقت لائبریری میں عربی، فارسی، اُردو کے کل مخطوطات کی تعداد ۵۰۸ تھی۔ ان میں ۱۷۹ مخطوطات وہ تھے جو اوریئنٹل کالج لائبریری سے منتقل ہو کر آئے اور ۳۸۹ مخطوطات مجموعہ آزاد کے تھے جو ۱۹۱۳ع میں یونیورسٹی کو ملا۔ اس کے بعد ۱۹۴۱ع تک یعنی ۲۸ برس کے عرصے میں یہ تعداد بڑھ کر ۲۴۷۱ مخطوطات تک پہنچ گئی۔ ۱۱۴ روٹو گراف اور ۴۰ فائرمن اس کے علاوہ تھے۔ زبانوں کے اعتبار سے ان مخطوطات کی تقسیم یہ ہے:

فارسی - ۱۶۶۸

عربی - ۶۳۹

اردو - ۱۶۰

ترکی - ۴

یہ اعداد و شمار اُس وقت کے ہیں جب ۱۹۴۱ع میں ڈاکٹر سیّد عبداللہ

لیکچرار اُردو اوریئنٹل کالج نے ان مخطوطات کی بیانیہ فہرست بنانی شروع کی ۔ ان مخطوطات میں ان اشخاص کے مجموعے بھی شامل ہیں :

پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی (۱۹۳۳ء—۱۹۳۷ء) ۱۲۰ مخطوطات

ایونؤ (Ivanow) (۱۴ مارچ ۱۹۲۷ء) ۳۴۹ ,,

مولوی نجم الدین (ہیڈ مولوی اوریئنٹل کالج) ۳۱۶ ,,

رائے صاحب وزیر چند (جھنگ) ۵۴ ,,

پیرزادہ محمد حسین (۱۹۲۸ء) ۲۰۴ ,,

انہی مخطوطات میں ” درۃ الاخبار “ کا وہ نادر و نایاب نسخہ بھی تھا جو پروفیسر مولوی محمد شفیع کو کھیٹری ضلع اعظم گڑھ سے دستیاب ہوا ۔ اور جسے اُنھوں نے مرتب کرکے سلسلۂ مطبوعات پنجاب کی طرف سے شائع کیا ۔

اس کے بعد پروفیسر حافظ محمود خان شیرانی کے قیمتی مجموعہ مخطوطات و مطبوعات کو حاصل کرکے یونیورسٹی لائبریری کی زینت بنانے میں بھی پروفیسر محمد شفیع نے بڑا حصہ لیا ۔ یہ اس بھی قابل ذکر ہے کہ پروفیسر شیرانی نے سبکدوش ہونے کے بعد بھی تلاش نوادر کا شغل جاری رکھا اور بہت سے مخطوطات فراہم کر لیے تھے ۔ پروفیسر مولوی محمد شفیع نے یہ مخطوطات بھی حاصل کر لیے اور انہیں یونیورسٹی لائبریری میں شامل کر دیا ۔

غرض پنجاب یونیورسٹی لائبریری کی تعمیر میں اوریئنٹل کالج کے اساتذہ کا یہ کارنامۂ خاص ہے کہ اس وقت یہ لائبریری دنیا بھر کے محققین کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہے اور خود یونیورسٹی میں اس وقت تک جو تحقیقی کام ہوا ہے اس کی بنیاد اسی تعمیر پر رکھی

گئی ہے۔

تحقیق و تصنیف کے گراں بہا کارنامے سر انجام دینے کے علاوہ اس دور میں اورینٹل کالج کے اساتذہ آل انڈیا اورینٹل کانفرنس کے سالانہ جلسوں میں بھی باقاعدہ شرکت کرتے رہے اور اس طرح مشرقی علوم و السنہ کی ترویج و ترقی اور تحقیق و تدریس کے مقاصد کو تقویت پہنچاتے رہے۔ بین الاقوامی علمی حلقوں میں بھی کالج کے اساتذہ و محققین کے علمی کارناموں کا خاطر خواہ اعتراف کیا گیا۔

کالج کے اساتذہ و طلبا کی علمی و ثقافتی سرگرمیوں کے سلسلے میں اُن انجمنوں کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے جو اس دور میں معرض وجود میں آئیں۔ مئی ۱۹۲۷ء میں انجمن عربی و فارسی کا قیام عمل میں آیا۔ اس انجمن کے مقاصد میں عربی و فارسی کے اُمور و مسائل پر غور کرنا، ان زبانوں کے علوم و ادبیات کو فروغ دینا اور نادر و نایاب قلمی نسخوں کو مرتّب کر کے شائع کرنا تھا۔ اس ضمن میں انجمن نے اپنا ایک علمی مجلّہ بھی جاری کیا، جس کا ذکر سطور بالا میں ہو چکا ہے۔ اس انجمن کے علاوہ کالج کی بزم ادب نے بھی وقتاً فوقتاً اُردو ادبیات پر لیکچروں اور مقالات کا اہتمام کیا۔ عربی، فارسی، سنسکرت کی تعلیم و تدریس کے مسائل پر غور و فکر کے لیے پنجاب یونیورسٹی کی سرپرستی میں ان مضامین کے اساتذہ کی کانفرنسیں بھی منعقد کی گئیں۔

اس دور میں اورینٹل کالج میں طلبا کے علاوہ طالبات بھی علوم و السنہ میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے آنے لگی تھیں۔ طلبا کی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں اساتذہ بڑے انہماک سے کام لیتے تھے۔ ٹیوٹوریل

نظام کا باقاعدہ انتظام کیا گیا تھا۔ تعلیمی سلسلے میں سیروسیاحت کو بھی بڑی اہمیت دی جاتی تھی اور طلبا کے گروہ اساتذہ کی رہنمائی میں تاریخی مقامات اور اہم صنعتی مرکزوں اور فنی اداروں میں جا کر علوم و فنون کے عملی مظاہر کا مشاہدہ کرتے تھے۔ طلبا کی ذہنی و اخلاق تربیت کی خاطر مختلف کھیلوں کا باقاعدہ اہتمام و انتظام کیا گیا تھا۔ فٹ بال، والی بال، باسکٹ بال، بیڈمنٹن کے علاوہ کشتی رانی کلب قائم کی گئی تھی۔ دریائے راوی میں کشتیوں کی تعداد پانچ کر دی گئی تھی۔ کشتی رانی کے سلسلے میں صرف انہی طلبا کو اجازت دی جاتی تھی جو پیراکی کے فن میں مشاق ہوں۔ ڈاکٹر اے۔ سی وولنر (مرحوم) کی یادگار کے طور پر اساتذہ و طلبا نے مل کر "وولنر فنڈ" قائم کیا جس کا مقصد مستحق طلبا کی مالی امداد کرنا تھا۔ اس طرح کالج میں باہمی ہمدردی و تعاون کی ایک ایسی فضا پیدا ہوئی جسے اس مشرقی علوم و ادبیات کے ادارے کا نشان امتیاز کہا جا سکتا ہے۔

اس اہم دور کی تاریخ کے ذکر کو ختم کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب یونیورسٹی تحقیقاتی کمیٹی ۱۹۳۲-۱۹۳۲ع کی رپورٹ کے اس حصے پر بھی ایک نظر ڈال لی جائے جس میں اورینٹل کالج اور اس کے مسائل پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ تاکہ علوم مشرقی کی تعلیم کے بارے میں بعض مفروضہ متنازع فیہ امور بھی سامنے آ جائیں۔

اورینٹل کالج کی اصلاح و ترمیم کے مسائل اس سے پہلے بھی وقتاً فوقتاً زیر بحث آتے رہے۔ اور اورینٹل کالج کی قطع و برید کا سلسلہ بھی جاری رہا تاکہ قدیم اور جدید کا مفروضہ تفاوت دور ہو جائے اور کالج جدید دور کے تقاضوں کے مطابق ہو جائے۔ حتیٰ کہ اورینٹل

کالج کے لیے اُن پروفیسروں کی خدمات بھی حاصل کرلی گئیں ' جنہوں نے یورپ کی یونیورسٹیوں سے جدید علمی و لسانی تحقیقات کی روشنی میں اعلیٰ ڈگریاں حاصل کی تھیں ۔ اس طرح اورینٹل کالج قدیم اور جدید کا ایک ایسا سنگم بن گیا جہاں نئے اور پرانے طریقہ ھائے تعلیم کے امتزاج سے ایک صحت مند روایت کا آغاز ھوا ۔ لیکن غلط فہمیوں کا سلسلہ بدستور جاری رھا ۔ اور اس نئی صحت مند روایت کو سمجھنے کی کوشش بھی ذرا کم کی گئی ۔

۱۹۳۲ع میں مجلس قانون ساز پنجاب کی قرارداد کے مطابق یونیورسٹی کے تعلیمی و انتظامی امور کا جائزہ لینے کے لیے ایک تحقیقاتی کمیٹی قائم کی گئی جس کے چیئر مین سر جارج انڈرسن تھے ۔ اس کمیشن نے اورینٹل کالج کا بھی جائزہ لیا اور اس کے علمی و تحقیقی کاموں کو بہت سراھا ۔ تاھم قدیم علوم کے بارے میں غیرھمدردانہ بلکہ غیر منصفانہ رویّہ اختیار کرتے ھوئے کالج کے عالم فاضل سلسلے پر کڑی نکتہ چینی کی اور اس میں اصلاح و تجدید کی کسی تجویز کو سرے سے ھی در خور اعتنانہ سمجھتے ھوئے مشرق السنہ کو عام آرٹس سکولوں اور کالجوں میں مدغم کر دینے کی سفارش کی [1]۔

علّامہ عبداللہ یوسف علی نے ' جو اس تحقیقاتی کمیٹی کے رکن تھے ' اپنے تأثرات ایک نوٹ کی صورت میں پیش کیے جس میں کمیٹی کے بعض نظریات سے اختلاف کرتے ھوئے اُنھوں نے اورینٹل کالج اور علوم مشرق کی تدریس کے بارے میں چند در چند غلط فہمیوں کو رفع

(۱) رپورٹ ' پنجاب یونیورسٹی انکوائری کمیٹی (۱۹۳۲ع—۱۹۳۳ع) : صفحہ ۱۱۰—۱۱۳ ۔

تے ہوئے صحیح صورت حال کو واضح کیا ۔ بے محل نہ ہوگا اگر ان خیالات کا ملخص پیش کر دیا جائے تاکہ اورینٹل کالج کی اُن ں و تعلیمی خدمات اور اُن کی اہمیت کا اندازہ ہو سکے، جو یہ ادارہ کار سے ہی انجام دیتا رہا ہے ۔!

علامہ عبداللہ یوسف علی نے پنجاب یونیورسٹی کے بنیادی اغراض ناصد (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۷) کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ اس یورسٹی میں اورینٹل کالج ایک ایسا فقید المثال ادارہ ہے جس کی سیع و اصلاح کا سوال وقتاً فوقتاً زیر بحث آتا رہتا ہے ۔ چنانچہ پہلے بھی اس توسیع کے سلسلے میں یہاں عربی، فارسی، سنسکرت کے پروفسر اور بعد میں اردو، ہندی، گورمکھی کے لیکچرار مقرر ہوئے جنہوں نے تحقیق و تدریس میں بیش قدر خدمات سر انجام دیں، اور اب بھی دے رہے ہیں ۔

موجودہ کمیٹی کی اس رائے سے مجھے اتفاق نہیں ہے کہ ملک میں اب علوم مشرق کی کوئی مانگ نہیں ۔۔۔، نیز یہ بات کہ علوم مشرق کا روایتی انداز تدریس موجودہ معیار کے مطابق نہیں اور پھر یہ مؤقف کہ مشرق السنہ کی تحصیل اورینٹل کالج کی بہ نسبت عام آرٹس کے نصابات کے ذریعہ بخوبی ہو سکتی ہے ۔ میرے نزدیک یہ خیال پنجاب کی مؤثر رائے عامہ کی نمائندگی نہیں کرتا ۔۔ اس کے بر عکس میرا احساس یہ ہے کہ مشرق علوم کی تدریس میں مناسب ترمیم و اصلاح کے علاوہ ان علوم کے فارغ التحصیل افراد کو معاشرتی زندگی میں باعزت وباوقار مقام دیا جائے ۔ اس مسئلے کا یہ ایک ایسا پہلو ہے کہ جس کا ٹھنڈے دل سے جائزہ نہیں لیا گیا ۔

علّامہ عبداللہ یوسف علی نے مشرقی اسناد (عالم فاضل) کے حامل گریجویٹوں اور عام آرٹس کے گریجویٹوں کا مواز نہ کرتے ہوئے اس رائے کا اظہار کیا کہ مشرقی اسناد کے طلبا اورینٹنل کالج میں آنے سے پہلے برسوں نجی طور پر یا قدیم مکاتب میں تعلیم حاصل کرتے ہیں - اور پھر اورینٹل کالج میں آ کر اُن کے اس علم میں زیادہ نکھار پیدا ہو جاتا ہے - اس طرح یہ طلبا مشرقی السنہ و علوم پر عبور حاصل کر لیتے ہیں - البتہ جنرل نالج میں اُن کی واقفیت مقابلتاً کم ہوتی ہے - اس کمی کی اصلاح یوں ہو سکتی ہے کہ عالم فاضل کے نصابات میں جنرل نالج کو شامل کر دیا جائے تاکہ معلومات عامہ کا یہ سلسلہ زبان و ادبیات کے گہرے مطالعے سے مل کر ایک واضح صورت اختیار کر لے -

اس کے مقابلہ میں عام آرٹس کا ایم - اے اسکول اور کالج میں کسی مشرقی زبان کی تحصیل میں اتنا وقت اور محنت صرف نہیں کرتا - اسکول میں دوسرے مضامین کے ہجوم میں وہ زبان سے معمولی سی شناسائی حاصل کرتا ہے - پھر کالج میں آ کر چار برس کے عرصہ میں بہت ہی کم وقت زبان کی تحصیل کے لیے وقف ہوتا ہے جس سے زبان میں اُس کی صلاحیت زیادہ اجاگر نہیں ہوتی - تاہم اُس کا جنرل نالج اور اُس کی انگریزی کی تعلیم عام بازارِ معیشت میں اُسے بہتر مقام عطا کرتی ہے -

یہ امر واقعہ ہے کہ جن لوگوں نے عالم فاضل کے سلسلے کو طے کر کے ایم - اے کی ڈگریاں حاصل کیں اُنہوں نے صیغۂ تعلیم و تدریس اور زندگی کے دوسرے شعبوں میں بھی ' جہاں مشرقی علوم کی خاص اہمیت ہے نمایاں کامیابی حاصل کی - ان میں سے بعض افراد یورپ گئے

اور وھاں کی یونیورسٹیوں سے علوم و السنہ مشرق میں ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کیں - بعض مقابلے کے امتحانوں (آئی - سی - ایس وغیرہ) میں نمایاں طور پر کامیاب ہوئے - یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ عالم فاضل سلسلے کے ایک سند یافتہ نے بی - اے میں صرف انگریزی (English only) کا امتحان دیا اور یونیورسٹی بھر میں انگریزی میں اوّل آیا - لھذا یہ خیال ھرگز درست نہیں کہ اس سلسلے کے فارغ التحصیلوں کی لیاقت و صلاحیت دوسرے آرٹس گریجویٹوں کے مقابلے میں کسی طرح فرو تر ہے -

اورینٹل کالج کے اساتذہ تحقیقی کاموں میں بھی مصروف ھیں اور تحقیق کے طلبا کی بھی رھنمائی کرتے ھیں - یہ انھی کی مساعی کا نتیجہ ہے کہ پنجاب یونیورسٹی اورینٹل پبلیکیشنز کے علاوہ اورینٹل کالج میگزین عملی طور پر مشرقی علوم کی ترقی میں پیش پیش ھیں - اورینٹل کالج نے نادر مخطوطات کے حصول اور ان کی طباعت و اشاعت میں قابل قدر خدمات سر انجام دی ھیں - حال ھی میں کالج کے ساتھ مشرقی علوم کے بعض نجی اداروں کے الحاق کی صحت مند روایت قائم ھوئی ہے - کالج کی انتظامی و تدریسی اصلاح و ترقی کے ساتھ میں یہ محسوس کرتا ھوں کہ ایسے امید افزا نتائج ظہور میں آئیں گے جس سے اس صوبے میں علوم مشرقی کا معیار بڑھے گا اور یونیورسٹی کے بانیوں کا یہ مقصد بھی حاصل ھو جائے گا کہ تعلیم عامہ کے نقطہ نظر سے صوبے کے اھل علم اور معزز افراد کا تعاون حاصل کرنا ---!

آخر میں علاّمہ عبداللہ یوسف علی نے چند تجاویز پیش کی ھیں جن میں فاضل جماعتوں کے نصابات میں مناسب اصلاح و ترمیم کے ساتھ

انہیں اورینٹنل کالج میں قائم و برقرار رکھنے کی پُر زور سفارش کی ہے۔ نیز ان امتحانات کے فارغ التحصیل طلبا کو انگریزی کا امتحان دے کر بی۔ اے کی ڈگری حاصل کرنے کے مؤقف کی حمایت کی ہے تاکہ وہ غریب طلبا، جو آرٹس کالجوں میں داخلے کی استطاعت نہیں رکھتے، اپنی شبانہ روز محنت کا ثمر پا کر معاشرے میں باوقار مقام حاصل کر سکیں۔[۱]

مذکورہ بالا کمیٹی کی سفارشات بھی مرتّب ہو کر اور کسی الماری کی زینت بن کر رہ گئیں۔ البتہ اورینٹنل کالج کے اس تحقیقی و تدریسی کام کا سلسلہ برابر جاری رہا جس میں اس کے بانی (ڈاکٹر لائٹنر) کے افکار و نظریات کی گہری چھاپ لگی ہوئی تھی۔ یعنی قدیم و جدید کے امتزاج سے زندگی کی صحت مند اقدار و روایات کی تعبیر و تفسیر اور ان کا احیاء و بقا ـــ!

---

(۱) رپورٹ پنجاب یونیورسٹی انکوائری کمیٹی (۱۹۳۲-۱۹۳۳ء) ضمیمہ جی

پانچواں دور

اگست ۱۹۴۷ تا زمانہ حال

اس دور کا آغاز برّعظیم پاک و ہند کی تاریخ کے ایک نہایت ہی اہم اور نازک زمانے سے ہوتا ہے۔ یعنی حصول آزادی، تقسیم ہندوستان اور قیام پاکستان سے اور اس کے ساتھ ہی وسیع پیمانے پر ہجرت و نقل مکانی کے سلسلے میں، جس کے اثرات مختلف معاشرتی، تہذیبی، ثقافتی، علمی اور تعلیمی اداروں پر پڑے۔ یہاں ان تفصیلات میں جانے کا نہ موقعہ ہے اور نہ گنجایش۔ پنجاب یونیورسٹی اور اورینٹل کالج بھی اس نازک صورت حال سے دو چار ہوئے۔ اورینٹل کالج کے غیر مسلم اساتذہ بھارت چلے گئے جس کی وجہ سے اورینٹل کالج کے سنسکرت، ہندی اور گورمکھی کے شعبے معطّل ہو گئے۔ کالج میں صرف عربی، فارسی اور اردو کے شعبے باقی رہ گئے۔ تدریسی نظام اور کسی حد تک تحقیقی سلسلہ قدرے درہم برہم ہو گیا۔ تاہم یہ حالت زیادہ دیر تک نہ رہی اور بہت جلد آرزو و شوق کے سلسلوں نے اپنی جولانی کے لیے نئے میدان تلاش کر لیے۔

مملکت خدا داد پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد اس خطّۂ پاک کے باشندوں کا پُرخلوص جذبہ احساس تعمیر سے سرشار تھا۔ اس

جذبہ و احساس کی لہر ملکی و قومی زندگی کے ہر شعبے میں بڑی تیزی سے رواں دواں تھی ۔ پنجاب یونیورسٹی اور اورینٹل کالج کی فضائیں بھی اس لہر سے بڑی متاثر و معمور تھیں ۔ چنانچہ اس قومی شعور اور ملّی احساس کے نتیجے میں یہاں بھی تعمیرِ نو کے منصوبے بنائے جا رہے تھے اور ان پر خلوص نیت سے عمل درآمد بھی شروع ہو گیا تھا ۔ حسنِ اتفاق سے اس زمانے میں پنجاب یونیورسٹی کو ڈاکٹر عمر حیات ملک کی ذات میں ایک ایسے ہمدرد و ہردلعزیز وائس چانسلر مل گئے جو ایک ماہر تعلیم ہونے کے علاوہ ملّی شعور و احساس سے بھی بہرہ ور تھے ۔ ان کی رہنمائی و قیادت میں پنجاب یونیورسٹی نے علمی و تعلیمی کاموں کے جس عظیم و ہمہ گیر سلسلے کا آغاز کیا اس میں اورینٹل کالج پیش پیش تھا ۔

پاکستان کی تخلیق کے محرکات میں مذہب کے بعد اردو زبان سب سے بڑی محرک تھی ۔ چنانچہ اردو زبان کو قومی و ملکی زندگی میں اس کے شایان شان مقام دلوانے کے کام کا آغاز بھی پنجاب یونیورسٹی نے کیا اور اس سلسلے میں یہ منصوبہ بنایا کہ رفتہ رفتہ اردو کو نظام تعلیم میں وہی مقام دیا جائے جو اس سے پہلے انگریزی کو حاصل ہے ۔ اس مقصد کی خاطر پنجاب یونیورسٹی نے جو پہلا قدم اٹھایا ، وہ ایک آل پاکستان اردو کانفرنس کا انعقاد تھا ۔ یہ کانفرنس ۲۶ ۔ ۲ ۔ ۲۸ مارچ ۱۹۴۸ع کو لاہور میں منعقد ہوئی ۔ ڈاکٹر سیّد عبداللہ (صدر شعبۂ اردو اورینٹل کالج) اس کانفرنس کے معتمد عمومی تھے ۔ ڈاکٹر عمر حیات ملک صدر استقبالیہ اور ڈاکٹر مولوی عبدالحق صدر کانفرنس تھے ۔ اس کانفرنس نے بہت

اہم اور دور رس فیصلے کیے - اور پنجاب یونیورسٹی نے ان فیصلوں پر عمل درآمد بھی شروع کر دیا - نظام تعلیم میں جہاں اردو کو فی الفور جاری کیا جا سکتا تھا ، وہاں اسے جاری کر دیا گیا - اردو کو باثروت علمی و تعلیمی زبان بنانے کے لیے چند ذیلی مجالس بنائی گئیں جن کا کام اس اہم مقصد کے عملی پہلوؤں پر غور و فکر کرنا اور تجاویز پیش کرنا تھا - ان ذیلی مجالس میں اردو انسائیکلوپیڈیا آو اسلام کمیٹی ، اردو رسم الخط کمیٹی اور اردو اکیڈمی کمیٹی خاص طور پر قابل ذکر ہیں - اس سلسلے میں پنجاب یونیورسٹی نے ایک اہم قدم یہ اٹھایا کہ اسی سال (اکتوبر ۱۹۴۸ع سے) اورینٹل کالج میں اردو کی ایم - اے جماعتوں کا آغاز کر دیا - ایم - اے (اردو) کے ساتھ ۱۹۴۹ع میں ادیب فاضل اور ادیب عالم کی جماعتوں کے اجراء سے وہ خلا بھی کسی حد تک پُر ہو گیا جو سنسکرت ، هندی وغیرہ جماعتوں کے بند ہو جانے سے اورینٹل کالج کے تدریسی ماحول میں پیدا ہو گیا تھا - مزید برآں اورینٹل کالج میں بعض مشرقی اور مغربی زبانوں کی ڈپلوما اور سرٹیفکٹ جماعتیں بھی جاری کر دی گئیں جن میں فرانسیسی ، جرمن ، روسی ، ہسپانوی ، ترکی ، عربی ، فارسی اور جاپانی زبانیں شامل ہیں -

یہ آغاز بڑا خوش آئند تھا - لیکن ملک کے مجموعی نظام حیات کی طرح اورینٹل کالج کی زندگی میں بھی اس کے جلد بعد ایک ایسا بُحران سا پیدا ہو گیا جس کے نتیجے میں کالج کی ہستی کا مسئلہ کچھ مخدوش سا نظر آنے لگا - اس مسئلہ کے اسباب و علل پر ذرا آگے چل کر روشنی ڈالی جائے گی - پہلے اس دور میں کالج کی تدریسی ، تحقیقی اور دیگر ادبی و ثقافتی سرگرمیوں کا مختصر سا تذکرہ کیا جاتا ہے -

قیام پاکستان کے بعد اورینٹل کالج ابھی تعمیر کی نئی منزلوں میں قدم رکھ ہی رہا تھا کہ اسے ایک بڑے حادثہ یعنی ڈاکٹر محمد اقبال (پروفیسر فارسی و پرنسپل) کی وفات سے دوچار ہونا پڑا۔ ڈاکٹر محمد اقبال کا انتقال ۲۱ مئی ۱۹۴۸ع کو ہوا۔ اُن کی وفات کے بعد ڈاکٹر برکت علی قریشی (پروفیسر عربی) اورینٹل کالج کے پرنسپل بنائے گئے۔ ڈاکٹر برکت علی قریشی ۱۷ فروری ۱۹۵۰ع کو شام، لبنان اور اردن کے سفیر بن کر چلے گئے۔ اُن کی جگہ ایم۔ عباس شستری (ریڈر سپوکن ایرانین) قائم مقام پرنسپل بنائے گئے۔ ایم۔ عباس شستری بھی ۳۰ ستمبر ۱۹۵۰ع کو سبکدوش ہوگئے اور ان کے بعد ڈاکٹر سیّد عبداللہ (ریڈر شعبہ اردو) قائم مقام پرنسپل بنائے گئے۔ ڈاکٹر برکت علی قریشی ۱۰ جون ۱۹۵۱ع کو سفارت کے عہدے سے سبکدوش ہو کر واپس آ گئے اور اُنھوں نے دوبارہ پرنسپل اورینٹل کالج کے منصب کو سنبھال لیا۔ ۳۰ ستمبر ۱۹۵۴ع کو ڈاکٹر برکت علی قریشی پروفیسر عربی اور پرنسپل کے منصبوں سے سبکدوش ہو گئے اور ڈاکٹر سیّد عبداللہ اورینٹل کالج کے پرنسپل بنائے گئے۔

اورینٹل کالج کے شعبۂ اردو کی توسیع کے بعد اساتذہ کے تقرر کا مسئلہ سامنے آیا۔ شروع میں ڈاکٹر سیّد عبداللہ (صدر شعبہ) نے تن تنہا تدریسی و تحقیقی ذمہ داریوں کو سر انجام دیا۔ بزرگ محترم شیخ (سر) عبدالقادر نے بھی پیرانہ سالی کے باوصف شعبۂ اردو میں اعزازی حیثیت سے تدریس میں حصہ لیا۔ اُن کے اس ذوق و شوق سے شعبۂ اردو کو بڑی تقویت پہنچی۔ اس مرحلے پر مولانا یحییٰ تنہا، محمد طاہر فاروق اور خواجہ محمد شفیع دہلوی نے بھی عارضی (جزوقتی)

لیکچرار کی حیثیت سے شعبہ اردو میں کام کیا ۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی اور محمد طاہر فاروقی فروری ۱۹۴۹ع سے علی الترتیب سینئر لیکچرار اور لیکچرار مقرر ہو گئے ۔ پروفیسر محمد طاہر فاروقی اکتوبر ۱۹۴۹ع میں مستعفی ہو کر اسلامیہ کالج پشاور میں چلے گئے ۔ ۳ فروری ۱۹۵۰ سے سیّد وقار عظیم اور ۲۵ اپریل ۱۹۵۰ع سے ڈاکٹر عبادت بریلوی شعبہ اردو میں لیکچرار مقرر ہوئے۔ مشرف علی انصاری عارضی لیکچرار اور خواجہ محمد شفیع دہلوی جزو وقتی لیکچرار کی حیثیت سے کچھ عرصہ تک کام کرتے رہے ۔ ۱۹۵۱ع سے انٹر کالجیئیٹ نظام کے ماتحت مقامی کالجوں کے اردو اساتذہ بھی ایم۔اے (اردو) کی تدریس میں حصہ لینے لگے - ۱۹۵۲ع میں ڈاکٹر سیّد عبداللہ کو یونیورسٹی پروفیسر اردو بنا دیا گیا - ۱۹۵۶ع میں ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کراچی یونیورسٹی میں ریڈر و صدر شعبہ اردو کی حیثیت سے چلے گئے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی ۱۲ دسمبر ۱۹۶۰ع سے ریڈر بنا دیئے گئے۔

شعبۂ عربی میں ڈاکٹر برکت علی قریشی کی رخصت (۱۹۵۰ع–۱۹۵۱ع) کے دوران میں ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ (صدر شعبہ عربی گورنمنٹ کالج) اعزازی طور پر اُن کی جگہ کام کرتے رہے - ستمبر ۱۹۵۴ع میں ڈاکٹر برکت علی قریشی کے سبکدوش ہوجانے کے بعد ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ دوبارہ اعزازی طور پر صدر شعبہ عربی کے فرائض سرانجام دیتے رہے - ۱۹۵۶ع میں گورنمنٹ کالج لاہور سے سبکدوش ہونے کے بعد ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ اورینٹل کالج میں پروفیسر عربی مقرر ہو گئے اور ۱۹۵۹ع تک اس منصب پر فائز رہے - ستمبر ۱۹۵۹ع میں اُن کے سبکدوش ہونے کے بعد ڈاکٹر سیّد عبداللہ اعزازی طور پر صدر شعبہ عربی

کے فرائض انجام دینے لگے ۔ اس دور میں بھی شعبۂ عربی میں انٹر کالجیئیٹ نظام کے ماتحت مقامی کالجوں کے اساتذہ ایم ۔ اے (عربی) کی تدریس میں باقاعدہ شریک ہوتے رہے ۔ خصوصاً مولوی عبدالقیوم ایم ۔ اے (پروفیسر گورنمنٹ کالج) نے اورینٹل کالج کے نظام تدریس میں اہم حصہ لیا ۔ ایک عرصے تک شعبۂ عربی کی اکثر اسامیاں خالی رہیں ۔ حتیٰ کہ ۱۹۶۱ء میں ڈاکٹر رانا احسان الہی شعبۂ عربی میں ریڈر بنائے گئے ۔ اس دور میں مصر اور شام کے چند مہمان اساتذہ بھی شعبۂ عربی میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے جن میں السیّد امین المصری ، السیّد ابراہیم الرحیم ، السیّد فوزی حسن خلیل کے اسماء قابل ذکر ہیں ۔ السیّد محمد العربی المراکشی استاذ عربی جدید ۱۹۶۹ء میں مستعفی ہوکر اپنے وطن مراکش چلے گئے ۔

شعبۂ فارسی میں پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال کی وفات کے بعد ڈاکٹر محمد باقر یکم مارچ ۱۹۶۰ء سے ریڈر و صدر شعبۂ فارسی بنائے گئے ۔ ایم ۔ عباس شستری (ریڈر سپوکن ایرانین) کے سبکدوش ہونے کے بعد سید وزیرالحسن عابدی ۹ فروری ۱۹۶۱ء سے (سپوکن ایرانین کے) ریڈر بنائے گئے ۔ میاں عبدالشکور احسن ۱۷ ستمبر ۱۹۶۱ء سے شعبۂ فارسی میں لیکچرار مقرر ہوئے ۔ ڈاکٹر محمد باقر کو ۱۹۶۳ء سے یونیورسٹی پروفیسر فارسی بنا دیا گیا ۔ شعبۂ فارسی میں بھی حسب معمول انٹر کالجیئیٹ نظام کے ماتحت مقامی کالجوں کے اساتذہ ایم ۔ اے (فارسی) کی تدریس میں شریک ہوتے رہے ۔

اورینٹل کالج کی عالم فاضل جماعتوں کا نظام شروع شروع میں حسب سابق خوش اسلوبی سے چلتا رہا ۔ پھر پنجاب یونیورسٹی کمیشن (۱۹۶۰ء–۱۹۶۲ء) کی سفارشات کے مطابق ۱۹۶۴ء میں جب نیا

یونیورسٹی ایکٹ بنا اور عالم فاضل امتحانات کا درجہ گرا کر انہیں یونیورسٹی کی بجائے ثانوی تعلیمی بورڈ کی تحویل میں دے دیا گیا، تو کالج کا یہ قدیم ترین سلسلہ بھی معطّل ہو گیا۔ پھر عالم جماعتیں بند کر دی گئیں، البتہ فاضل جماعتوں کا سلسلہ نومبر ۱۹۷۴ع سے جاری کر دیا گیا۔ یہ بھی تاریخ کا ایک عجیب سانحہ تھا کہ جن علوم و ادبیات کے فروغ و ترقی پر اس یونیورسٹی کی بنیاد رکھی گئی تھی اور جس سلسلے نے بڑے بڑے مشاہیر فاضل پیدا کر کے بر عظیم کی تعلیمی تاریخ میں نمایاں شہرت حاصل کی تھی، وہی علوم و ادبیات حصول آزادی کے بعد اپنوں کے ہاتھوں مقہوری و مظلومی کی حالت میں پہنچا دیئے گئے۔!

نئے نظام کے ماتحت اورینٹل کالج میں مشرقی علوم و ادبیات کی تحدید تو کر دی گئی، لیکن کالج کی توسیع کا جو تصور یونیورسٹی کمیشن نے پیش کیا تھا اس پر کوئی عمل نہ کیا گیا۔ بلکہ اس تصور کے برعکس ۱۹۷۷ع میں کالج کے دائرۂ عمل کی مزید تحدید کی غرض سے جدید زبانوں (فرانسیسی، ہسپانوی، جرمن، روسی وغیرہ) کا سارا سلسلۂ تدریس کالج سے منقطع کر دیا گیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ انتظامی امور میں بھی کالج کے اندر اور باہر ایسی فضا پیدا کر دی گئی جس میں کالج کی ہستی ہی معرض خطر میں پڑ گئی۔ اس قطع و برید کے محرکات کیا تھے۔! اور کالج اس پریشان کن صورت حال سے کس طرح عہدہ برآ ہوا، یہ ایک طویل داستان صبر و حوصلہ ہے جس کے دہرانے کا یہ موقعہ نہیں۔ تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ اورینٹل کالج آزمائش کے اس کڑے دور میں سے گزر کر اگر زندہ و سلامت رہا، تو یہ امر فضل ایزدی کے بعد کالج کے پرنسپل ڈاکٹر سیّد عبداللہ کی ہمت و استقامت اور پاکستانی جمہور کے ملّی

شعور و احساس کا نتیجہ ہے جو اپنی ملکی و قومی تہذیب کے اس نشان یعنی اورینٹل کالج کو زندہ رکھنے پر مُصِر تھے۔!

پھر کیف آزمائش کا یہ صبر آزما دور بھی گزر گیا اور بے یقینی اور تذبذب کا وہ غبار بھی دور ہوا جس میں اورینٹل کالج کی حالت کچھ ایسی ہو گئی تھی کہ " کبھی صبح کے وقت چمکتا اور شام کے وقت بجھتا ، کبھی شام کو چمک رہا ہوتا اور دن کے وقت چراغ گُل۔!" گویا میر کے چراغ مفلس کی طرح اورینٹل کالج کا چراغِ ہستی بھی اس زمانہ میں حوادث کے تھپیڑوں میں فنا و زیست کے مرحلے طے کرتا رہا۔ ۱۹۶۸ع میں یونیورسٹی کی ہیئت حاکمہ ذرا بدلی تو اورینٹل کالج کی فضا میں بھی کچھ سکون آیا ۔ پروفیسر یو ۔ کرامت کی ذاتی توجہ سے کالج کے انتظامی امور بھی اعتدال پر آنے لگے اور کالج کے تدریسی نظام میں بھی توسیع و ترقی کا آغاز ہو گیا ۔ اورینٹل کالج کے نود سالہ یوم تاسیس کے موقعہ پر خطبۂ استقبال (مورخہ ۱۱دسمبر ۱۹۶۹ع) میں پرنسپل کے یہ الفاظ :

" ادھر سال ڈیڑھ سال سے اس ادارے کو بھی ٹھنڈے سائے اور مزے دار دھوپ کا کچھ احساس ہوا ہے ۔ ورنہ پچھلی دوپہروں کی گرمی کی یاد تو اب بھی وحشت انگیز ہے ! "

بظاہر رومانوی انداز میں کہے گئے ہیں لیکن یہ بلیغ الفاظ اُس حقیقت حال کی نشان دھی کرتے ہیں جس کے پردے میں اس دور کی یہ داستان صبر و حوصلہ مستور ہے۔!

جدید مغربی زبانوں کی تدریس کا سلسلہ از سر نو اورینٹل کالج کی تحویل میں دے دیا گیا۔ علاوہ بریں مشرقی زبانوں میں تخصّص پیدا کرنے کے

نقطہ نظر سے کالج میں بی ۔ اے آنرز (سکول) کے سہ سالہ نظام کو جاری کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ۔ اکتوبر ۱۹۶۰ع سے عربی زبان و ادبیات میں بی۔ اے آنرز (سکول) کی جماعت کا آغاز ہوا ۔ اکتوبر ۱۹۶۱ع سے اردو زبان و ادبیات میں بی ۔ اے آنرز (سکول) کی جماعت بھی جاری کر دی گئی ۔ اور اب عربی کی سال اوّل و دوم اور اردو کی سال اوّل کی جماعتیں تسلّی بخش طور پر چل رہی ہیں ۔

جون ۱۹۵۸ع میں اوریئنٹل کالج میں لسانیات و صوتیات کے مطالعے و تحقیق کے سلسلے میں ایک نیا شعبہ (لینگویج یونٹ) جاری کیا گیا ۔ یہ شعبہ پنجاب یونیورسٹی نے برٹش کونسل کے تعاون سے جاری کیا ۔ اس شعبے کے سب پروفیسر اور ریڈر غیر ملکی (انگریز اور امریکن) ہیں ۔ اس شعبے نے لسانی تحقیق کے علاوہ لسانیات و صوتیات کی سرٹیفکٹ اور ڈپلوما جماعتوں کا بھی آغاز کر دیا ہے ۔

اس وقت (۱۹۶۱ع-۱۹۶۲ع) اوریئنٹل کالج میں مختلف مضامین کے لیے مندرجہ ذیل جماعتیں جاری ہیں :

نام جماعت		تعداد طلبہ	تعداد طالبات	مجموعی تعداد
۱- ایم-اے (عربی)	سال پنجم	۱۴	۵	۱۹
۲- ایضاً	سال ششم	۱۹	۷	۲۶
۳- ایم ۔ اے (فارسی)	سال پنجم	۲۱	۱۸	۳۹
۴- ایضاً	سال ششم	۳۲	۲۲	۵۴
۵- ایم ۔ اے (اردو)	سال پنجم	۵۱	۴۰	۹۱
۶- ایضاً	سال ششم	۴۰	۳۶	۷۶

نام جماعت	تعداد طلبہ	تعداد طالبات	مجموعی تعداد
۷- ایم۔ اے (اسلامیات)[1] سال پنجم	۱۵	۸	۲۳
۸- ایضاً سال ششم	۱۶	۱۷	۳۳
۹- فاضل عربی	۲	....	۲
۱۰- فاضل فارسی۔	۱۴	۹	۲۳
۱۱- فاضل اردو۔	....	....	....
۱۲- بی۔اے آنرز (سکول) عربی۔سال اول	۲	۱	۳
۱۳- ایضاً سال دوم[2]	۲	۱	۳
۱۴- بی۔اے آنرز (سکول) اردو۔ سال اول[3]	۳	۴	۷
۱۵- فرانسیسی (سرٹیفکٹ)	۵۳	۲	۵۵
۱۶- ایضاً (ڈپلوما)	۸	۱۴	۲۲
,, (بی۔اے	۱	۲	۳
,, (پرافیشنسی)	۳	۴	۷
۱۷- جرمن (سرٹیفکٹ)	۱۷	....	۱۷
۱۸- ایضاً (ڈپلوما)	....	....	....
۱۹- ہسپانوی (سرٹیفکٹ)	....	....	....
۲۰- ایضاً (ڈپلوما)	...	....	....

(۱) ایم۔اے (اسلامیات) کی جماعتیں شعبۂ علوم اسلامی پنجاب یونیورسٹی میں ہوتی ہیں۔ اورینٹل کالج کے طلبا بھی وہیں پڑھتے ہیں۔

(۲) اگلے سال بی۔اے آنرز سکول (عربی) کی جماعت سال سوم کا بھی آغاز ہو جائے گا۔ انشاء اللہ۔

(۳) اگلے دو سال میں بی۔اے آنرز سکول (اردو) میں سال دوم و سال سوم کی جماعتوں کا بھی آغاز ہو جائے گا۔ انشاء اللہ۔

	تعداد طلبہ	تعداد طالبات	مجموعی تعداد
۲۱- ترکی (سرٹیفکٹ)	۱	....	۱
۲۲- ایضاً (ڈپلوما)	۲	....	۲
۲۳- روسی (سرٹیفکٹ)	....	....	....
۲۴- ایضاً (ڈپلوما)	....	....	....
۲۵- جاپانی (سرٹیفکٹ)	۱۶	....	۱۶
۲۶- ایضاً (ڈپلوما)	..	....	....
۲۷- لسانیات و صوتیات (سرٹیفکٹ)	....	....	۳
۲۸- ایضاً (ڈپلوما)	....	....	....
میزان -			۵۲۵

اس دور میں طلبا کے ساتھ ساتھ طالبات کی تعداد میں بھی خاصا اضافہ ہوتا رہا - طلبا و طالبات کی سال بہ سال مجموعی تعداد کے سلسلے میں ذیل کے اعداد و شمار ملاحظہ ہوں:

سال ۱۹۴۷ - ۱۹۴۸ع = ۳۹ ؛ ۱۹۴۹ع = ۸۵ ؛ ۱۹۵۰ع
= ۲۰۸ ؛ ۱۹۵۱ع = ۲۹۴ ؛ ۱۹۵۲ع = ۳۴۹ ؛ ۱۹۵۳ع
= ۲۶۶ ؛ ۱۹۵۴ع = ۳۴۷ ؛ ۱۹۵۵ع = ۳۰۶ ؛ ۱۹۵۶ ع =
۲۲۰ ؛ ۱۹۵۷ = ۲۳۳ ؛ ۱۹۵۸ع = ۲۳۲ ؛ ۱۹۵۹ع = ۲۸۷ ؛
۱۹۶۰ع = ۳۵۹ ؛ ۱۹۶۱ع = ۵۲۵ -

غیر ممالک کے بہت سے طلبا بھی اس دور میں اورینٹل کالج میں پڑھتے رہے - ان ممالک میں ملایا ، یوگنڈا ، افریقہ، اٹلی، جاپان ، امریکہ، فرانس، انگلستان، ترکی، ایران، شامل ہیں - سال ۱۹۶۱–۱۹۶۲ع میں بھی چھ غیر ملکی طالب علم اورینٹل کالج کے مختلف شعبوں میں تعلیم حاصل

کرتے رہے ہیں جن کی تفصیل ذیل کے نقشے میں ملاحظہ فرمائیے۔

نام طالب علم	ملک	جماعت	کیفیت
۱۔ فلویو کواروکی	اطالیہ	اردو (ابتدائی)	
۲۔ عارف بک	ترکی	(ایم۔ اے) اسلامیات	درجہ اوّل میں کامیاب ہوئے۔
۳۔ شوکت بھولو	ترکی	(ایم۔ اے) اسلامیات	اسلامیات میں درجہ اوّل میں کامیابی کے بعد ایم۔ اے (عربی) میں داخل ہوئے۔
۴۔ مسٹر جان ٹیلر	انگلستان	(اردو ابتدائی)	
۵۔ موسیوانتھونی بوتھلیئر	فرانس	ایضاً	
۶۔ مس آدم	جنوبی افریقہ	عربی و اسلامیات	

اورینٹل کالج کی تحقیق و تصنیف کی روایت اس دور میں بھی حسب معمول رواں رہی۔ البتہ اس دور میں اساتذۂ کالج کی تحریروں میں تحقیق سے زیادہ تنقید ادبیات کا رجحان غالب رہا۔ اورینٹل کالج میگزین ۱۹۰۳ع اور ۱۹۰۴ع میں کچھ بے قاعدہ رہا۔ اس کے بعد اپنی روایتی شان کے ساتھ باقاعدگی سے شائع ہوتا رہا۔ اس دور میں میگزین لیتھو کی بجائے ٹائپ میں چھپنا شروع ہوا۔ انجمن عربی و فارسی کا مجلّہ ایک عرصہ تک ضمیمے کے طور پر چھپتا رہا۔ پھر نومبر ۱۹۰۶ع کے بعد چند شمارے جداگانہ طور پر شائع ہوئے اور اب اس کا سلسلہ کچھ معطل سا ہو گیا ہے۔

تصنیف و تالیف کے علاوہ اورینٹل کالج کے اساتذہ نے اس دور

میں علوم والسنہ مشرق کی ترویج وترقی کے لیے تنظیمی سرگرمیوں کو بھی جاری رکھا۔ یونیورسٹی اردو کانفرنس (۱۹۴۸ع) کا ذکر گزشتہ صفحات پر آ چکا ہے۔ اس کانفرنس کی تجاویز کے مطابق جو ذیلی مجالس بنیں، اُن میں سے اردو اکیڈمی اور رسم الخط کمیٹی کا سلسلہ یونیورسٹی کی ہیئت حاکمہ کی تبدیلی کے بعد کچھ ناموافق حالات میں آگے نہ بڑھ سکا۔ البتہ اردو انسائیکلوپیڈیا آو اسلام کمیٹی (اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ) کا منصوبہ ڈاکٹر سیّد عبداللہ کی ان تھک کوششوں سے عملی جامہ پہن سکا۔ ۱۹۵۰ع میں پنجاب یونیورسٹی نے اس عظیم منصوبے کی منظوری دے کر پروفیسر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع (سابق پرنسپل اورینٹل کالج) کو اس ادارے کا صدر (چیئرمین) اور مدیر اعلیٰ (چیف ایڈیٹر) بنایا۔ یہ منصوبہ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع کی شبانہ روز محنت و مشقت سے اب تکمیل کے مراحل طے کرکے طباعت و اشاعت کی منزلوں سے گزر رہا ہے اور اس کے ۱۷ کُرّاسے چھپ کر منظر عام پر بھی آچکے ہیں۔ ۱۷ کُرّاسوں کی اشاعت کے بعد انسائیکلوپیڈیا کی جلد چہارم مکمل ہوگئی ہے۔

دسمبر ۱۹۵۶ع میں لاهور میں پہلی پاکستان اورینٹل کانفرنس منعقد ہوئی جس میں مشرقی و مغربی پاکستان کے نمائندوں کے علاوہ مصر، ترکی، ایران، انڈونیشیا اور بھارت کے نمائندے بھی شریک ہوئے۔ جسٹس ڈاکٹر ایس۔ اے رحمٰن نے پاکستان اورینٹل کانفرنس کے صدر اور ڈاکٹر مس خدیجہ فیروز الدین نے صدر استقبالیہ کے فرائض سرانجام دیئے۔ اس کانفرنس کی تنظم میں ڈاکٹر سیّد عبداللہ (پرنسپل)، ڈاکٹر محمد باقر (پروفیسر فارسی)، ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ (پروفیسر عربی) اور دوسرے اساتذہ کالج نے سرگرم حصہ لیا۔ ڈاکٹر سیّد عبداللہ اور

ڈاکٹر محمد باقر نے علی الترتیب اس کانفرنس کے جنرل سیکرٹری اور جائنٹ سیکرٹری کے فرائض سرانجام دیئے - پاکستان اورینٹل کانفرنس نے علوم و السنہ مشرق کے فروغ و ترقی کے لیے بہت سی اہم قرار دادیں منظور کیں -

پاکستان اورینٹل کانفرنس کے دوران میں ایک اردو اکیڈمی کی بنیاد بھی رکھی گئی جس کا مقصد اولین سائنس کے علوم کو اردو میں منتقل کرنا قرار پایا - اس اکیڈمی کے قیام سے اورینٹل کالج کی وہ علمی روایت از سرنو تازہ ہو گئی جس نے ڈاکٹر لائٹنر کے زمانے میں مشرق و مغربی علوم کو اردو میں منتقل کرنے اور پڑھانے کے سلسلے میں کامیاب خدمت سرانجام دی تھی - ملک کے مشہور و نامور سائنس دان ڈاکٹر بشیر احمد اردو اکیڈمی کے پہلے ڈائریکٹر مقرر ہوئے لیکن ابھی یہ اکیڈمی کاغذی منصوبوں کی حد سے آگے نہ بڑھی تھی کہ دسمبر ۱۹۶۷ع میں ڈاکٹر بشیر احمد کا انتقال ہو گیا - آن کی وفات کے بعد ڈاکٹر رضی الدین صدیقی اردو اکیڈمی کے ڈائریکٹر بنائے گئے - ڈاکٹر سیّد عبداللہ اردو اکیڈمی کے جنرل سیکرٹری مقرر ہوئے - یہ اکیڈمی اب علوم و فنون کو اردو میں منتقل کرنے کے منصوبوں پر سرگرمی سے عمل کر رہی ہے -

قومی تعلیمات میں اردو کو شایان شان مقام دلوانے کے سلسلے میں ۱۹۵۹ع میں لاہور میں مغربی پاکستان اردو کانفرنس کا انعقاد ہوا - جس کے صدر ڈاکٹر مولوی عبدالحق اور صدر استقبالیہ جسٹس ڈاکٹر ایس-اے رحمٰن تھے - ڈاکٹر سیّد عبداللہ (پرنسپل) نے جنرل سیکرٹری کے فرائض سرانجام دیئے - اس کانفرنس نے اردو کو ذریعۂ تعلیم بنانے کے سلسلے

میں اہم اور دُور رس تجاویز منظور کیں۔ ان تجاویز کی روح کو
قومی تعلیمی کمیشن (۱۹۵۹ع ۱۹۶۰ع) نے اپنی سفارشات میں سمو
کر پیش کیا۔ اس طرح اس کانفرنس نے اس اہم موقعہ پر ملک و قوم
کی ایک مؤثر خدمت سر انجام دی۔

دسمبر ۱۹۶۱ع میں مشرقی و مغربی پاکستان کے پرائمری، مڈل، ثانوی، اعلیٰ ثانوی، ڈگری کالجوں اور یونیورسٹیوں کے اساتذۂ اردو کا ایک نمائندہ اجتماع ''اردو تدریس کانفرنس'' کے نام سے اوریئنٹل کالج لاہور میں ہوا۔ یہ کانفرنس پانچ روز تک جاری رہی۔ اس کانفرنس کے صدر جسٹس ڈاکٹر ایس۔ اے رحمٰن اور صدر استقبالیہ ڈاکٹر سیّد عبداللہ تھے۔ سیّد وقار عظیم (استاذ اوریئنٹل کالج) نے جنرل سیکرٹری کے فرائض سر انجام دیے۔ اس کانفرنس نے بھی تدریس اردو اور اساتذۂ اردو کے مسائل پر غور و فکر کرکے بڑی اہم اور دُور رس تجاویز منظور کیں، جو اب عمل درآمد کے مرحلہ میں ہیں۔

ان عظیم الشان کانفرنسوں کی تنظیم و انعقاد کے علاوہ اوریئنٹل کالج میں وقتاً فوقتاً علمی و ادبی اجتماعات کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ ۱۹۴۸ع میں انجمن اردو کا قیام عمل میں آیا جس کے پہلے صدر شیخ (سر) عبدالقادر بنائے گئے۔ اُن کی وفات کے بعد جسٹس ایس۔اے رحمٰن اور میاں عبدالعزیز فلک پیما یکے بعد دیگرے انجمن کے صدر بنائے گئے۔ اس انجمن نے اپنے ابتدائی دور میں قابل قدر علمی خدمات سر انجام دیں۔ پھر کچھ عرصہ تک اس انجمن کی سرگرمیاں معطّل رہیں۔ انجمن عربی فارسی کی علمی و تحقیقی سرگرمیاں بھی اس دور میں حسب معمول جاری رہیں۔ ۱۹۵۲ع میں کالج یونین کا قیام عمل میں آیا جس نے طلبا کی

علمی، ادبی اور مجلسی سرگرمیوں کے لیے ایک خوشگوار ماحول پیدا کیا۔ کالج یونین کے قیام کے کچھ عرصہ بعد انجمن عربی، انجمن فارسی اور انجمن اردو قائم کی گئیں۔ ان انجمنوں نے ان زبانوں کے سلسلے میں علمی و ادبی مجالس کی تنظیم کی۔ مذاکروں، مباحثوں اور مشاعروں کے اہتمام سے کالج میں مجلسی شعور پیدا کیا۔ ۱۹۵۵ع میں اورینٹل کالج کے فارغ التحصیل اور عملی زندگی میں برسرکار افراد نے انجمن طلبائے قدیم کی بنیاد رکھی جس کے صدر آقا بیدار بخت ایم۔ اے، ایم۔ او۔ ایل، ایل ایل۔ بی مقرر ہوئے۔ اس انجمن کا قیام بھی کالج کی تاریخ میں ایک اہم واقعہ ہے۔

اکتوبر ۱۹۶۶ع میں پروفیسر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع (سابق پرنسپل اورینٹل کالج) کی خدمت میں ایک ارمغان علمی پیش کیا گیا۔ مجلس ارمغان کی تشکیل ۱۹۶۱ع میں ہوئی تھی۔ جسٹس ڈاکٹر ایس۔ اے رحمٰن مجلس کے صدر اور ڈاکٹر سیّد عبداللہ سیکرٹری تھے۔ ارمغان علمی کے مجموعے میں مشرق و مغرب کے نامور محققین نے حصہ لیا۔

ان علمی، ادبی اور مجلسی سرگرمیوں کے علاوہ کالج میں جسمانی صحت و تربیت کے لیے کھیلوں کا انتظام بھی حسب دستور رہا تقسیم انعامات کے سلسلے میں کالج کے سالانہ اجلاس کئی برس تک باقاعدگی سے منعقد ہوتے رہے۔ سالانہ جلسوں کے علاوہ اس دور میں اکتوبر ۱۹۵۴ع سے کالج کا یوم تاسیس منانے کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہوا۔ اورینٹل کالج کی یہ علمی و ادبی سرگرمیاں آزمائش کے اس دور میں جاری ہوئیں جب کالج تنازع اللبقا کی صورت حال

سے دوچار تھا ۔ ان اجتماعات میں ملک کے نامور علما و فضلا اور جمہور نے جس جوش و خروش سے حصہ لیا ، اس سے علوم مشرق کے بقا و احیاء کی تحریک ایک بار پھر عوام کے کانوں تک پہنچی اور انہوں نے اس تحریک کو لبیک کہہ کر ایک بار پھر اس امر کو واضح کر دیا کہ جمہور پاکستان انجمن پنجاب کی علوم مشرق کی تحریک کی طرح اب بھی اس تحریک کو اپنے تہذیبی و قومی مزاج سے ہم آہنگ سمجھتے ہیں ۔

دسمبر ۱۹۵۹ء میں اورینٹل کالج کا نود سالہ یوم تاسیس منایا گیا ۔ اس موقعہ پر ڈاکٹر سیّد عبداللہ (پرسپل) نے اپنے خطبہ استقبال میں کالج کی نوّے سالہ علمی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا :

" اس سال اورینٹل کالج کے نوّے برس پورے ہو گئے ہیں ۔ یوں زمان کے بحرِ بے کراں میں نوّے برس کو ہم ایک قطرہ بھی تو نہیں کہہ سکتے ؛ تاہم انسانوں کی مختصر زمانی حدوں کے اندر خصوصاً ہمارے ملک میں خاص کر ایک تعلیمی ادارے کے تعلق میں نوّے برس کی مدّت خاصی معقول مدّت ہے ــــــ معقول اس لیے کہ ہمارے ملک میں ادارے اور منصوبے کچھ اس طرح آنی فانی و ناپائدار ہوتے ہیں کہ ان کی عمر جگنو کی چمک یا برق کی چشمک سے زیادہ نہیں ہوتی ۔ ایسے حالات میں اس ادارے کا نوّے برس کی عمر تک پہنچ جانا بے سبب نہیں ہو سکتا ، خصوصاً اس لیے بھی کہ یہ ادارہ اس ساری مدّت میں قدرے بے قدری کے بحر فنا میں مخالف ہواؤں کے

تھپیڑے بھی کھاتا رہا ۔ اور کبھی کبھی تو یوں دکھائی دیا کہ ذوق کی کشتیٔ عمرِرواں کی طرح جس جگہ پر جا لگا وہ ہی کنارہ ہو گیا ۔ پھر بھی جو آج ساحلِ عزّت و سلامتی پر کھڑا مسکرا رہا ہے تو اس کو میں لطفِ ایزدی اور ادارے کی اندرونی صلاحیت سے منسوب کرتا ہوں ۔

۱۸۷۰ع سے لے کر آج تک اورینٹل کالج کی علمی زندگی کو چار ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے : خاص علوم قدیمہ کا دور ، علوم جدیدہ کی آمیزش کا دور ، ترجمے اور تحقیق کا دور اور اب ادبی تنقید کا دور ۔

اس سارے عرصے میں کالج میں جو کام ہوا اس میں اب تک تین نصب‌العین بطور خاص مدنظر رہے ۔ ایک تو یہ کہ علوم مشرق کو مکاتب اور دینی مدارس کے انداز سے ہٹا کر غیر مسجدی ماحول میں پڑھایا جائے ، یعنی ، پرانے نصابوں اور طریقوں سے یہاں کا نصاب اور طریقہ مختلف ہو ؛ دوسرا نصب‌العین یہ کہ علوم مغربی کی تعلیم اردو کے ذریعے سے دی جائے اور تیسرا یہ کہ تصنیف و تالیف میں مغربی اسلوب پیدا کیا جائے ۔ یہ تسلیم شدہ بات ہے کہ یہ کالج تقریباً ایک صدی سے (کم از کم پنجاب اور شمالی ہند و پاکستان میں) السنۂ شرقیہ کی اعلیٰ تدریس کا واحد مرکز ہے اور تصنیف و تالیف میں تو اس نے ایک خاص روایت پیدا کر لی ہے جس کا عموماً اعتراف بھی کیا جاتا ہے ۔ اس لحاظ سے اس کی کارکردگی کسی سے پوشیدہ نہیں ۔ یہ ادارہ آج بھی پوسٹ گریجوایٹ درسیات کا

واحد مرکز ہے اور اپنے فرض کو بخوبی انجام دے رہا ہے۔

....

اس کالج سے متعلق ڈاکٹر لائٹنر کی یہ بھی آرزو تھی کہ اس میں علوم جدیدہ دیسی زبانوں کے توسّط سے پڑھائے جائیں اور اس سلسلے میں ان کا منصوبہ کچھ دیر تک جاری بھی رہا ، مگر بہت جلدتعلیم کا مغربی نقطہ نظر غالب آ گیا——، یعنی، میکالے کی بات چل گئی اور لائٹنر کی رہ گئی———چنانچہ یہ سلسلے ختم ہو گئے——اور اگر آج ہم چشم‌خیال سے ان ترقیوں کا اندازہ لگائیں جو علوم کو اردو کے ذریعے پڑھانے سے ممکن تھیں تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ افسوس صد افسوس ہمارے ملک کی پوری ایک صدی ضائع ہو گئی ۔ کیونکہ بذریعہ انگریزی ہمارے ملک میں علوم جدید کی حالت ابھی تک ناگفتنی ہے یعنی علمی عظمتوں کی فہرست میں ہمارا نام کہیں نظر نہیں آتا ۔

مقام شکر ہے کہ لائٹنر کی پیدا کردہ تیسری روایت اس کالج میں برابر زندہ رہی اور خدا کے فضل سے آج بھی زندہ ہے ، یعنی ، تصنیف و تالیف ۔ یہ روایت بڑی پہلودار اور وقیع ہے اور بعض کمزوریوں کے باوجود آج بھی اس میں زندگی ہے ۔ یہاں ادبوں اور زبانوں کی تاریخی و لسانی تحقیق کا وہ رویّہ پیدا ہوا جو یورپ کے مستشرقین نے رائج کیا ۔ یہ کام لائٹنر کے زمانے سے لے کر آج تک ہو رہا ہے ۔ اور بین‌الاقوامی حلقوں میں بڑی عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے ۔ البتہ اپنے ملک

میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کی نظر میں اس کی کوئی وقعت نہیں، مگر ان کا یہ خیال درست نہیں۔"[1]

الغرض ان علمی، ادبی، تعلیمی اور تہذیبی اجتماعات میں اورینٹل کالج کی دیرینہ روایات کا چرچا آئندہ فکرو عمل کے لیے ایک ایسی فضا پیش کرتا رہا جس میں جمہور پاکستان اپنی ملّی و تہذیبی قدروں کا عکس دیکھ سکیں۔۱

تیسرے دور میں اورینٹل کالج کی لائبریری کا قیمتی اثاثہ یونیورسٹی لائبریری میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ چوتھے دور میں کالج لائبریری کی کائنات چند نصابی اور حوالے کی کتابوں تک محدود رہی۔ زیر نظر دور میں اورینٹل کالج لائبریری کی تنظیم و توسیع کا سلسلہ از سر نو شروع ہوا۔ نایاب کتابوں کی فراہمی اور نئی کتابوں کی خرید کے مسئلے پر پوری توجہ دی گئی۔ اس سلسلے میں مرکزی حکومت نے بھی ۱۹۷۳ء میں اورینٹل کالج کو ایک لاکھ روپے کی گرانٹ دی، بیس ہزار روپے کی گرانٹ شعبہ اُردو کو الگ دی گئی۔ صوبائی حکومت نے بھی ۱۹۷۷ء میں اورینٹل کالج کے توسیعی منصوبوں کے لیے ڈیڑھ لاکھ روپے کی گرانٹ دی۔ لیکن یہ سب گرانٹیں تا حال اورینٹل کالج اور لائبریری کی توسیع و ترقی کے لیے استعمال میں نہیں لائی جا سکیں کیونکہ یہ امدادی رقوم یونیورسٹی کی تحویل میں پڑی ہیں اور اس بات کی منتظر ہیں کہ کب اورینٹل کالج نئے یونیورسٹی نگر میں منتقل ہو اور یہ رقوم کالج کو واگزار کی جائیں۔

اورینٹل کالج کے انتظامی شعبے کا ذکر بھی یہاں ضروری معلوم

---

(۱) بحوالہ خطبہ یوم تاسیس (مؤرخہ ۱۱ دسمبر ۱۹۵۹ء صفحہ ۲، ۳، ۴، ۵۔

ہوتا ہے۔ قیام پاکستان سے چند برس قبل اور چند برس بعد کالج کے دفتر کا انتظام کچھ ایسا درہم برہم سا رہا کہ اس دوران میں کالج کا ضروری ریکارڈ اور مسلیں بھی محفوظ نہ رہ سکیں۔ ۱۹۵۴ع کے بعد کالج کے دفتری نظام میں کچھ ایسی سلیقہ مندی کا ثبوت دیا گیا کہ آج سات برس کے بعد مختلف امور کے بارے میں صدہا مسلیں دفتر کی الماریوں میں بڑی ترتیب سے رکھی ہوئی مل سکتی ہیں اور کسی مسئلے کے متعلق کوئی کاغذ تلاش کرنا ہو تو بسہولت تمام مل جاتا ہے۔ اگرچہ دفتری عملے کے اعتبار سے اس دور میں کالج کو بعض معمولی معمولی سہولتوں سے بھی محروم رکھا گیا۔ مثلاً کالج کی سالانہ رُوداد بابت ۱۹۵۷ع-۱۹۵۸ع (صفحہ ۴) سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کالج تین سال سے ٹائپسٹ ڈائرسٹ کے بغیر چل رہا ہے۔ کالج کے ڈاک تقسیم کرنے والے چپراسیوں کا تین تین روپے ماہوار بائیسکل الاؤنس بند کر دیا گیا وغیرہ ـــــ لیکن ان نامساعد حالات کے باوجود کالج کا کام چلتا رہا اور ایّام ماسبق سے بدرجہا بہتر چلتا رہا ـــــ یہ ایک ایسا اعلیٰ تنظیمی کارنامہ ہے جس کی مثال مشکل سے ہی ملے گی ۔ اس کارنامے کے انصرام کی ماہیت کا ایک پہلو تو اُس پس منظر میں تلاش کیا جا سکتا ہے جس کے بارے میں گزشتہ صفحات پر " داستان صبر و حوصلہ " کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے اور اس کا دوسرا پہلو کالج کی انتظامیہ کے وہ کارکن ہیں جنہوں نے دفتر کے کام کو دفتری کام سمجھ کر انجام نہیں دیا بلکہ اس کو ایک فرض اور " مشن " سمجھ کر کیا۔ اس سلسلے میں اوریئنٹل کالج کے ہیڈ کلرک شیخ احسان الحق کی ہمت اور جذبہ خدمت و فرض شناسی قابل داد ہے۔ اُن کے ساتھ

محمد شریف ہلال (لائبریرین) اور جمیل الرحمٰن عثمانی نے بھی دفتر کے امور و معاملات کو درست بنانے میں اہم حصہ لیا۔ انتظامی سلسلے میں قیام پاکستان کے بعد مہر دین (چپراسی) کی حسن خدمات بھی کالج کی تاریخ میں یادگار حیثیت رکھتی ہیں۔

اورینٹل کالج کی تاریخ کے اس دور کو ختم کرنے سے پہلے چند ایسے امور کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے جن کا گہرا اثر اس دور میں کالج کی علمی و تدریسی روایت پر پڑا، اور جس نے بعض موقعوں پر کالج کی فضا میں بحران کی سی کیفیت پیدا کر دی۔

گزشتہ دور میں ہم انڈرسن کمیشن رپورٹ کا مختصر سا جائزہ لے چکے ہیں۔ اس کمیشن کی بعض سفارشات میں حقائق کو جس غلط انداز سے پیش کیا گیا تھا اس کے بارے میں اسی کمیشن کے ایک فاضل رکن علامہ عبداللہ یوسف علی کے تاثرات کا خلاصہ بھی پیش کیا جا چکا ہے۔ زیر نظر دور میں پنجاب یونیورسٹی کے امور و مسائل کا جائزہ لینے کے لیے ۱۹۵۰ء میں پھر ایک کمیشن بٹھایا گیا جس نے ۱۹۵۲ء میں اپنی سفارشات مرتب کرکے پیش کیں۔ اس کمیشن نے بھی انڈرسن کمیشن کے مؤقف کی تائید کرتے ہوئے علوم مشرق کے عالم فاضل سلسلے کو موجودہ تعلیمی ضروریات کے اعتبار سے دور از کار اور کسی اصلاح و ترمیم سے یکسر عاری قرار دیتے ہوئے اسے یونیورسٹی کے حلقۂ اثر سے خارج کر دینے کی سفارش کی۔ کمیشن نے جن مفروضات کی بنیاد پر یہ سفارش کی ہے اُن میں تعصّب کی جھلک نمایاں ہے۔ تاہم کمیشن نے علوم مشرق کے بارے میں جو توسیعی نظریہ پیش کیا ہے اُس میں مشرق کے

تمام علوم انسانی ، ادبیات ، تاریخ ، جغرافیہ ، فلسفہ ، لسانیات ، ادویات ، قانون ، فنون لطیفہ ، سائنس وغیرہ کا احاطہ ہو جاتا ہے ـــ لیکن ان سب مشرق علوم کا اورینٹل کالج میں شمول کمیشن کے نزدیک تکرار اور انتظامی امور میں مشکلات کا باعث ہو گا ۔ چنانچہ کمیشن نے مشرق علوم کی بجائے اورینٹل کالج کو مشرق اور مغربی زبانوں کی تدریس و تحقیق کا ایک عظیم اور فعّال ادارہ بنا دینے کی سفارش کی اور تجویز کیا کہ اس ادارے کا نام صرف اورینٹل کالج کی بجائے کالج آف اورینٹل اینڈ ویسٹرن لینگویجز رکھا جائے[1] ۔

علوم مشرق کے فاضل امتحانات کے بارے میں کمیشن کا رویّہ ہمدردی سے زیادہ تضحیک کا پہلو لیے ہوئے ہے ۔ حالانکہ تخصّص کے نقطۂ نظر سے اس درجے کے نصابات اور معیار اس وقت بھی عام آرٹس کے ایم ۔ اے سے بلند نہیں تو برابر ضرور ہے ۔ ان امتحانات کو یونیورسٹی کی سطح سے ثانوی کے درجے تک گرا دینا اور یہ سمجھنا کہ ان امتحانات سے صرف مسجدوں کے امام پیدا کرکے رسد و طلب کے اس تقاضے کو پورا کیا جا سکتا ہے ، انصاف سے کچھ بعید ہی معلوم ہوتا ہے ـــ اور پھر یہ موقف جب ایک ایسے ملک میں اختیار کیا جائے جس کی تخلیق غایت ہی ان علمی اور تہذیبی روایات کے تحفّظ و بقا پر رکھی گئی ہو ، تو بہت عجیب سا معلوم ہوتا ہے ـــ !

بہر کیف کمیشن نے اورینٹل کالج کی گزشتہ ۸۰ سالہ تعلیمی روایت میں تجدید کے ساتھ ساتھ توسیع کا ایک نیا تصوّر بھی پیش کیا ۔ لیکن طبائع انسانی کی تساہل پسندی اور پھر بعض نظری تعصّبات کی

---

(۱) پنجاب یونیورسٹی کمیشن رپورٹ (۱۹۵۰ع ـــ ۱۹۵۲ع) صفحہ ۲۶۱

هیجان انگیزی بنی بنائی چیزوں کی تخریب کے در پے تو آسانی سے ہو جاتی ہے، مشکل مرحلہ تو نئی تخلیق و تعمیر کا ہوتا ہے جس کے لیے کچھ تو خلوص نیت کی ضرورت ہوتی ہے اور کچھ خون جگر کی ـــــ اوریئنٹل کالج کے ساتھ بھی کچھ ایسے ہی حالات پیش آئے۔ کالج کی تحدید تو دیکھتے ہی دیکھتے ہو گئی لیکن تجدید و توسیع کا مسئلہ ایک عرصے تک بحث و نظر کی طوفانی لہروں میں ہچکولے کھاتا رہا ـــــ!

ان نامساعد حالات میں بھی اوریئنٹل کالج کے مستقل مزاج کارکن مایوسی کا شکار نہ ہوئے اور اُنھوں نے توسیع کالج کے مقصد کو ہمیشہ پیش نظر رکھا ۔ کیونکہ اُن کا احساس یہ تھا کہ اس سے ملکی و قومی مقاصد میں ہم آہنگی و یگانگت پیدا ہو گی اور قدیم و جدید اور مشرق و مغرب کے فکری رجحانات میں ایک خوشگوار توازن ظہور میں آئے گا:

"یہ درس گاہ جس کو بعض لوگ تضادات کا مجموعہ کہتے ہیں، درحقیقت تضادات کی جامع ہے ۔ اس معنی میں کہ اس نے ہمیشہ متضاد فکری عناصر کو خوشگوار وحدت بنانے کا کام کیا ہے ۔ اس کالج میں طرز قدیم اور طرز جدید، آریائی ہندی عقلیات اور سامی عربی شعوریات کا مدتوں اجتماع رہا اور یہ وہ تجربہ ہے جس سے ہم اب بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں"۔[1]

ایک زمانے میں پنجاب میں یونیورسٹی کے ساتھ "مشرق" کا لفظ بعض انگریز ماہرین تعلیم کو کچھ ناگوار سا محسوس ہوتا تھا

---

(۱) خطبہ پرنسپل، بحوالہ سالانہ روداد کالج (۱۹۵۶ع ۱۹۵۷ع) صفحہ ۱۰

کیونکہ اس لفظ کے ساتھ کچھ ایسی معاشرتی اور تہذیبی روایتیں وابستہ تھیں جن کی بقا و احیاء سے سامراجی مقاصد پر زد پڑتی تھی۔ چنانچہ ۱۸۷۰ع میں پنجاب یونیورسٹی کالج کی سینیٹ کا افتتاح کرتے ہوئے سر ڈانلڈ میکلوڈ (لفٹیننٹ گورنر پنجاب) نے اس امر کی تصریح بھی کر دی تھی ـــــ لیکن انقلاب زمانہ دیکھیے کہ زیر نظر دور میں یہ لفظ خود اُن لوگوں کی نظروں میں بھی کھٹکنے لگا جنھوں نے مشرق کی آغوش میں آنکھ کھولی ہے اور جو شب و روز مشرق کی فضا میں سانس لیتے ہیں۔ اجنبی حکمرانوں کو لفظ "مشرق" سے اگر کدّ تھی تو موجودہ دور کے بعض دیسی صاحبوں کے لیے یہ لفظ کچھ طعنہ سا بن گیا ہے۔

اورینٹل کالج کو اس بات پر فخر رہا ہے اور یہ فخر کچھ بے جا بھی نہیں کہ وہ کم و بیش ایک سو برس سے مشرق کی عظیم علمی و تہذیبی روایت کا پاسبان رہا ہے جس کا دور محکومی میں مٹ جانا کچھ بعید از قیاس نہ تھا ـــــ اور اب دور آزادی میں یہ ادارہ ملک و قوم میں اس روایت کی بدولت خودشناسی کا وہ احساس پیدا کرنے کا عزم رکھتا ہے جس کے بغیر نہ کوئی ملک، ملک کہلا سکتا ہے اور نہ کوئی قوم، قوم بن سکتی ہے ـــ اس عزم و ارادے کی ایک جھلک اورینٹل کالج کے پرنسپل ڈاکٹر سیّد عبداللہ کے مندرجہ ذیل احساسات میں دیکھی جا سکتی ہے (بحوالہ خطبۂ استقبال ۱۱ دسمبر ۱۹۶۹ع):

"حضرات! اب آخر میں مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ اورینٹل کالج کی تدریس و تحقیق کا ایک مقصد یہ بھی ہونا چاہیے کہ اس کے طلبا کے توسّط سے ملک میں روحِ مشرقیت کو فروغ ہو

اور ایک خاص قسم کا انداز حیات ایسا ظہور میں آئے جو مشرقیت کے وجود کے لیے وجۂ جواز بن سکے مگر آپ فوراً چونک اٹھیں گے کہ ہاں صاحب یہ مشرقیت ہے کس گُل کا نام جس کے رنگ و بو کی تعریف میں آپ اپنے مضمون کی ہوا باندھ رہے ہیں۔ حضرات، مجھے اقرار ہے کہ عام خیال کے ماتحت تو مشرقیت اب ایک جغرافیائی حادثہ ہی ہے جس کا معنوی حدود اربعہ "مسلمانی در کتاب" میں درج ہے اور ظاہر میں اس کے خد و خال اتنے دھیمے پڑ چکے ہیں کہ گویا محو ہی ہو چکے ہیں۔ بایں ہمہ میرا قیاس یہ کہتا ہے کہ مشرقیت اب بھی ایک وجود رکھتی ہے اور حیات اور تقدیر انسانی کے نقطۂ نظر سے اب بھی اس کے کچھ معنی ایسے ہیں جن کی وضاحت کرنے کی کوشش اگر کوئی کرے تو معنی سمجھ میں بھی آ جائیں گے۔

میری دانست میں مشرقیت کی ایک قسم وہ تھی جس کی ایک تصویر جمال الدین افغانی کے کارناموں میں ملتی ہے۔ اس کی دوسری تصویر وہ ہے جو علامہ اقبال کے تخیّل نے مہیا کی ہے یہ دونوں تصویریں حقیقت کے سانچے میں ڈھل سکتی ہیں، مگر یہ یاد رہے کہ علمی اور تہذیبی مشرقیت مغربیت کی دشمن نہیں جیسا کہ صوفی فلسفی رادھا کرشنا نے رڈیارڈ کپلنگ کے اس اعلان لاحق کے جواب میں کہا تھا کہ مشرق و مغرب کبھی باہم مل نہیں سکتے۔ رادھا کرشنا کی نظر میں مشرق و مغرب ازل سے یوں ملے ہوئے ہیں کہ ان کو ایک دوسرے سے

کوئی جدا نہیں کر سکتا ۔ مگر آج کل لوگ سنگم کو فراموش کر چکے ہیں اور کہتے ہیں کہ سورج صرف مغرب میں طلوع ہوتا ہے چنانچہ Thomas Mann نے Magic Mountain میں بار بار کہا ہے ۔ مگر مان صاحب مانیں یا نہ مانیں سورج مشرق میں بھی اُبھرتا ہےاور اس کی ایک شعاع وہ عرفانِ نفس ہے جو خدا کے تصوّر سے اُبھر کر ساری انسانیت کو ایک قوم بنا دیتی ہے۔ اور یہ وہ تصوّر ہے جس کا قرآن مجید صدیوں پہلے اعلان کر چکا ہے ۔ آپ اس کو روحِ مشرقیت کہیے یا روحِ اسلامیت ۔ یہ تخیل ہے بڑا قابل قدر اور اس کو دنیا میں عام کرنے کا فریضہ اگر ضروری ہے تو اس کی ذمہ داری سب سے پہلے مشرقیات کے علماً و فضلاً کی گردن پر ہے ۔ "

اورینٹل کالج میگزین

مئی ۱۹۶۲ء

جلد ۳۸ عدد ۳ — عدد مسلسل ۱۴۹

ایڈیٹر :—

ڈاکٹر سیّد عبداللہ

*

باہتمام مسٹر احسان الحق، ہیڈ کلرک، یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور، پرنٹر و پبلشر اورینٹل کالج میگزین، پنجاب یونیورسٹی پریس، لاہور میں طبع ہو کر اورینٹل کالج، لاہور سے شائع ہوا۔

سالانہ چندہ : چار روپے

فہرست مضامین

ہمارے مضمون نگار

۱ ۔ ڈاکٹر صوفی ضیاءالحق، ایم اے، پی ایچ ۔ ڈی (پنجاب)، گورنمنٹ کالج، لاہور میں شعبۂ عربی کے صدر ھیں ۔

۲ ۔ مولانا عبدالصمد صارم، اورینٹل کالج، لاہور میں فارسی اور عربی کے استاد ھیں ۔

۳ ۔ کلب علی خان فائق رامپوری مجلس ترقیٔ ادب، لاہور سے وابستہ ھیں ۔

۴ ۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، ایم اے، پی ایچ ۔ ڈی (پنجاب)، اورینٹل کالج، لاہور میں اردو کے لیکچرار ھیں ۔

صوفی محمد ضیاءالحق

عربی ادب سے متعلق چند بیانات اور ان کی تحقیق

علامہ ابن خلدون اپنی شہرۂ آفاق تاریخ کے مقدمہ کی ابتداء یوں کرتے ہیں :-

" واضح ہو کہ علم تاریخ ایک عزیزالقدر اور کثیرالفوائد فن ہے جس سے ہمیں گزشتہ اقوام کے اخلاق، انبیائے کرام کی سیرت اور سلاطین و ملوک کی حکومت و سیاست پر آگاہی حاصل ہوتی ہے اور جو شخص دینی و دنیوی معاملات میں گزشتہ لوگوں کے حالات سے عبرت‌اندوز یا ان کے تجربات سے مستفید ہونا چاہے اس کے لیے اس علم میں کافی سرمایہ موجود ہے ۔ علم تاریخ کا صحیح طور پر مطالعہ کرنے کے لیے متعدد مآخذ اور گونا گوں معلومات کے علاوہ صحیح غور و فکر اور تحقیق حق کا جذبہ دونوں ضروری ہیں تا کہ مطالعہ کرنے والا اصل حقیقت تک رسائی حاصل کر سکے اور غلطی کرنے یا دھوکا کھانے سے محفوظ رہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اخبار و روایات کے سلسلہ میں صرف نقل پر اعتماد کر لیا جائے اور واقعات کو اصول فطرت، قواعد سیاست، لوازم تمدن و ثقافت اور مقتضیات اجتماع کی کسوٹی پر پرکھا نہ جائے یا ماضی اور حال کے درمیان ربط و تسلسل اور مناسبت کو نظر انداز کر دیا جائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ مطالعہ کرنے والا راہ راست سے بھٹک کر غلط رستہ پر گامزن ہو جائیگا اور ٹھوکر کھانے سے محفوظ نہ رہ سکیگا۔

اسی اهم امر کی فروگزاشت کی بنا پر بعض واقعات کے قلمبند کرنے میں مؤرخین، مفسرین اور علمائے سیر و اخبار سے بعض افسوسناک غلطیاں سرزد ہوئی ہیں کیونکہ انہوں نے ہر رطب و یابس واقعہ میں محض نقل و روایت پر اعتماد کر لیا اور روایات منقولہ کو نہ تو اصولِ روایت سے منسوب کرنے کی تکلیف کی، نہ کسی واقعہ کو دوسری اور متشابہ اور مساوی واقعہ پر قیاس کرنے کی زحمت اٹھائی، نہ اسے عقل و درایت کے معیار پر پرکھا اور نہ اسے کائنات کی فطرت کے ساتھ مطابقت دینے کے لیے غور و فکر سے کام لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ جادۂ مستقیم سے منحرف ہو گئے اور شکوک و اوہام کے وسیع صحرا میں مارے مارے پھرنے لگے(۱)''۔

علامہ کے ان تمہیدی فقرات کی بنا پر ایک محقق اسیر کا فرض ہے کہ وہ مطالعہ کرتے وقت واقعات کو نقل و عقل اور روایت و درایت کے اصول پر جانچے تا کہ وہ صحیح علم حاصل کرنے کی بجائے روز بروز گمراہی اور جہالت کی دلدل میں نہ پھنستا چلا جائے ورنہ اس کا مطالعہ کا مقصد فوت ہو کر اسے بجائے فائدہ کے سخت نقصان پہنچیگا جس طرح علمائے حدیث نے کسی حدیث یا روایت کو پرکھنے کے لیے روایت و درایت کے واضح اصول معین کر رکھے ہیں اور اس کی خاطر علم اسماء الرجال، وضع کر رکھا ہے اور وہ کسی حدیث یا روایت کو صحیح نہیں سمجھتے جب تک اسے نقل و عقل کی میزان میں پوری احتیاط کے ساتھ وزن نہ کر لیں عین اسی طرح ایک محقق طالب علم کا لازم ہے کہ وہ مطالعہ کے دوران میں جن معلومات ... انہیں ایسے ہی اصول روایت و درایت پر جانچ کر لے۔

(۱) مقدمۂ ابن خلدون، ص ۹ -

ذیل میں چند ایسے ہی مشہور مگر غلط واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے جو متفرق طور پر کتب متداولہ میں مذکور ہیں مگر جب انہیں روایت و درایت کے اصول پر پرکھا جائے تو ان کا بے اصل اور غلط ہونا اظہر من الشمس ہو جاتا ہے:-

(۱) کتاب المعارف مصنفہ ابن قتیبہ میں مذکور ہے کہ عربوں کے مشہور جدّ اعلیٰ عدنان کی نسل میں جب خُزیمہ بن مُدرکہ کا انتقال ہو گیا تو اس کے بیٹے کنانہ بن خزیمہ نے اپنے باپ کی بیوی (سوتیلی والدہ) سے شادی کر لی جس کا نام برّہ بنت مُرّ تھا اور جو تمیم بن مر کی بہن تھی - اس کے بطن سے کنانہ کے ہاں ایک بیٹا النضر نامی پیدا ہوا جو قریش کے لقب سے مشہور ہے اور جس کی نسل سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم متولد ہوئے(۱) -

ارباب سیر و تواریخ نے متفقہ طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ عدنان تک یوں بیان کیا ہے:-

محمد بن عبداللہ بن عبدالمطّلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصیّ بن کلاب بن مُرّہ بن کعب بن لوّیّ بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معدّ بن عدنان (۲) -

ایک طرف تو ابن قتیبہ کی مندرجہ بالا روایت ہے اور دوسری طرف ایک حدیث ہے جو قریب قریب یکساں الفاظ کے ساتھ مختلف کتب سیر (۳) میں پائی جاتی ہے - وہ حدیث یہ ہے:- "خرجتُ من

(۱) المعارف مطبوعہ مصر، ص ۳۰ و ص ۵۰ -

(۲) سیرۃ ابن ہشام مطبوعہ مصر جلد اول، ص ۱ تا ۲، المعارف، ص ۱۵، البدایۃ و النہایۃ جلد ۲، ص ۲۵۵ و طبقات ابن سعد جلد اول، ص ۵۵ تا ۵۶ وغیرہ -

(۳) مثلاً البدایۃ و النہایۃ جلد ۲، ص ۲۵۵-۲۵۶، الطبقات جلد اول، ص [illegible]، المواہب اللدنیۃ جلد ۱، ص ۱۳ بحوالہ سنن البیہقی و الطبرانی و ابن عساکر و ابی نعیم وغیرہ -

نکاح و لم اخرج من سفاح من لدن اٰدم الیٰ ان ولدنی ابی و امیّ لم یصبنی من سفاح الجاھلیۃ شیئ - ما ولدنی اِلاّ نکاح الاسلام "۔

اس حدیث سے یہ معلوم ھوتا ھے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ تک آپ کے تمام آباء و اجداد میں کوئی نکاح بھی ایسا نہیں ھوا جو اسلامی طریقہٗ نکاح کے خلاف ھو۔ اب سوال یہ ھے کہ اسلامی طریقہٗ نکاح سے کیا مراد ھے ۔ سو اس کے لیے ھم قرآن مجید میں بعض احکام موجود پاتے ھیں مثلاً ارشاد ھوتا ھے :- حرمت علیکم امھاتکم و بُنتکم و اخواتکم . . . . (۱) الاٰیہ" ۔ یعنی جن عورتوں سے نکاح حرام ھے وہ یہ ھیں : مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں وغیرہ وغیرہ ۔ اس آیت میں چونکہ 'مائیں' کا لفظ عام تھا جس سے یہ وضاحت نہ ھوتی تھی کہ آیا صرف سگی مائیں مراد ھیں یا سوتیلی مائیں بھی ان میں شامل ھیں اس لیے دوسری جگہ معاملہ کو واضح کرتے ھوے فرما دیا :- و لا تنکحوا ما نکح اٰباءکم من النساء الا ما قد سلف ۔ انہ کان مقتا و ساء سبیلا(۲) یعنی جس عورت سے تمھارا باپ نکاح کرے اس سے نکاح کرنا تمھارے لیے حرام ھے۔ اس آیت کے پیش نظر گویا سگی اور سوتیلی ماں کا امتیاز جاتا رھا اور دونوں سے نکاح کرنا یکساں حرام قرار پایا ۔ عربوں میں اس کا رواج موجود تھا مگر اسلام نے اس کو ختم کر دیا اور بتا دیا کہ یہ خدا کے غصہ کا موجب اور بے حیائی کا کام ھے ۔ ایسے نکاح کو اصطلاح اسلام میں نکاح مقت کہا جاتا ھے کیونکہ آیت میں 'مقت' کا لفظ موجود ھے ۔

---

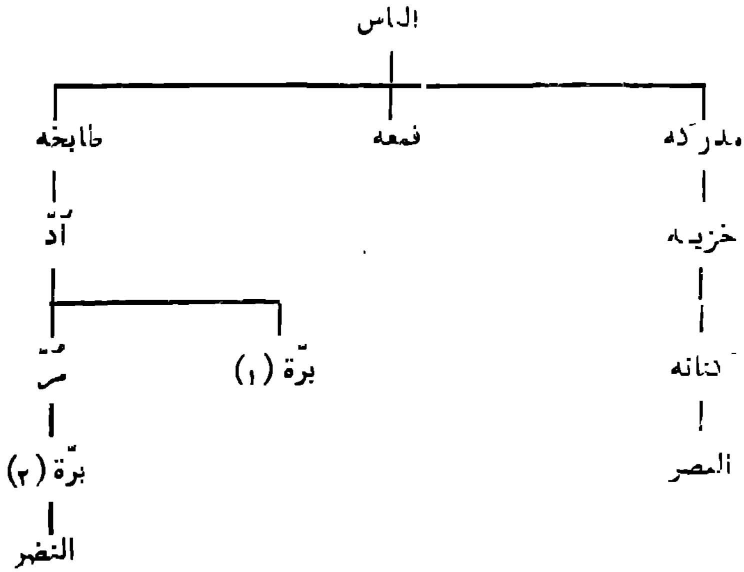
(۱) سورۃ النساء آیت ۲۳ ۔
(۲) ایضاً آیت ۲۲ ۔

ایک مطالعہ کرنے والا جب ان تمام امور کو سامنے رکھکر غور کرے تو وہ حیران ہوتا ہے کہ سیر و تواریخ کی کتب کیا لکھتی ہیں اور قرآن و حدیث سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ یہ الجھن صرف اس لیے پیدا ہوئی کہ علماے سیر نے المعارف والی روایت کو بغیر تحقیق کے صحیح مان لیا اور ایک دوسرے سے اسی طرح نقل کرتے چلے آئے حالانکہ وہ غلط ہے؛ چنانچہ امام سبکی لکھتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت آدم تک آپ کے نسب میں جتنے نکاح ہوے ان میں تمام وہ شروط پائی جاتی تھیں جن کا موجودہ نکاح اسلامی میں پایا جانا ضروری ہے(۱)۔ ابن سعد اور ابن عساکر نے ہشام بن محمد بن السائب الکلبی کے والد سے روایت کی ہے کہ میں نے حضور اکرم کی پانچ سو ماؤں کے بارے میں تحقیق کی لیکن ان میں ایک بھی ایسا نکاح نہ پایا جس کا زمانۂ جاہلیت میں رواج(۲) تھا۔ اس کے علاوہ تمام ارباب سیر و تواریخ نے حضور اکرم کے نسب کو پاکیزہ اور اشرف بیان کیا ہے۔ بعض مفسرین نے لقد جاءکم رسول من انفسکم(۳) الآیہ میں انفسکم کو اسم تفضیل کا صیغہ مانا ہے یعنی نفیس ترین نسب میں سے۔

اب آئیے اصل معاملہ کو سمجھیے۔ بات در اصل یہ ہے کہ کنانہ نے اپنے باپ خزیمہ کی بیوی (سوتیلی والدہ) سے جس کا نام برۃ بنت(۴) اد بن طابخہ تھا باپ کی وفات کے بعد شادی کی تھی مگر وہ مر گئی اور اس کے بطن سے کنانہ کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اس کے بعد کنانہ نے اسی

(۱) السیرۃ الحلبیۃ جلد اول، ص ۴۰ تا ۴۱-
(۲) المواهب جلد اول، ص ۱۳ - البدایۃ و النہایۃ جلد دوم، ص ۲۵۶ -
السیرۃ - الحلبیۃ جلد اول، ص ۳۸ - الطبقات جلد اول، ص ۶۰ -
(۳) سورۂ توبہ آیت ۱۲۸ -
(۴) نہ کہ برۃ بنت مر-

برۃ کی ایک بھتیجی سے بھی شادی کی اور اتفاق سے اس کا نام بھی برہ تھا ۔ وہ مر بن اد بن طابخہ کی بیٹی تھی ۔ کنانہ کے ہاں اس کے بطن سے النضر پیدا ہوا جس کو قریش کہا جاتا ہے اور اس کی نسل سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم متولد ہوئے : چنانچہ سہولت فہم کی خاطر ہر دو برہ کا تعلق مندرجہ ذیل شجرہ کی صورت میں دکھایا جا سکتا ہے :-



برّۃ (۱) خزیمہ کی بیوی تھی اور کنانہ کی سوتیلی ماں ۔ خزیمہ کے مرنے کے بعد کنانہ نے اس سے شادی کی مگر وہ مر گئی ۔ پھر کنانہ نے برّۃ (۲) سے شادی کی اور اس کے ہاں النضر پیدا ہوا ۔

علمائے سیر و تاریخ کی غلطی کی بنا یہ ہے کہ برّۃ کا نام مشترک تھا اور ہر دو برّۃ کا خاندان بھی ایک تھا اس لیے علما نے یہ خیال کیا کہ النضر برۃ (۲) کے بطن سے تھا اور یہی برۃ کنانہ کی سوتیلی ماں اور خزیمہ کی بیوی تھی حالانکہ کنانہ کی سوتیلی ماں

تو برّۃ (۱) تھی لیکن النضر برّۃ (۲) کے بطن سے تھا۔

اس غلطی کا ازالہ سب سے پہلے جاحظ (المتوفی ۲۵۵ھ) نے اپنی کتاب الاصنام میں کیا۔ اس سے حافظ قطب الدین عبدالکریم الحلبی (المتوفی ۷۳۵ھ) نے اور اس سے کمال الدین الدمیری (المتوفی ۸۰۸ھ) نے اسے اپنی کتاب حیٰوۃ الحیوان(۱) میں نقل کیا۔ پھر سیرۃ حلبیہ کے مؤلف علی بن برہان الدین الشافعی (المتوفی ۱۰۴۴ھ) نے اپنی کتاب(۲) میں نقل کیا۔ حافظ عبدالکریم کہتے ہیں کہ میں مدت تک اس مخمصہ میں مبتلا رہا حتی کہ میں نے جاحظ کی کتاب الاصنام سے اس شبہ کا ازالہ کیا۔ سو جو شخص آپ کے نسب میں ایسے شبہات پر اعتقاد رکھے اور جاحظ کی بیان کردہ خبر میں شک کرے وہ کافر ہے(۳)۔ اعاذنا اللہ منہ۔

افسوس ہے کہ ہمارے مشہور مؤرخین و علمائے سیر مثلاً ابن اسحق، ابن ہشام، طبری، ابن اثیر، ابن خلدون اور السہیلی وغیرہ نے اس غلطی کی اصلاح نہیں کی۔ عفا اللہ عنہم۔

(۲) کتب تاریخ و سیر میں مذکور ہے کہ جب سیف بن ذی یزن الحمیری نے حبشہ پر غلبہ پایا اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کو دو سال گزر چکے تھے۔ سیف کے ہاں عرب کے وفد اور شعراء مبارکباد کہنے کے لیے آئے۔ ان میں قریش کا وفد بھی تھا جس میں حضور اکرم کے دادا عبدالمطلب بھی تھے۔ اس موقعہ

---

(۱) جلد ۲، ص ۳۲۷-۳۲۸-

(۲) سیرۃ حلبیہ جلد اول، ص ۳۹-

(۳) حیوۃ الحیوان جلد دوم، ص ۳۲۸- شرح المواہب للزرقانی جلد اول، ص ۷۷-

پر سیف نے عبدالمطلب کو حضور اکرم کی نبوت کی بشارت دی اور کہا کہ تمہاری نسل میں ایک بچہ ہوگا جس کی پیدائش کا وقت قریب ہی ہے اور یا ممکن ہے وہ پیدا ہو چکا ہو۔ اس کا نام محمد ہوگا۔ اس کا باپ اور ماں انتقال کر جائیں گے اور اس کا دادا اور چچا اس کی کفالت کرینگے ــــ الخ۔ اس پر عبدالمطلب نے کہا کہ مجھے اپنے ایک بیٹے (عبداللّٰہ) سے بہت محبت تھی۔ میں نے اس کی شادی اپنی قوم کی ایک شریف عورت آمنہ بنت وھب سے کر دی۔ اس کے بطن سے ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام میں نے محمد رکھا۔ اس کا باپ اور ماں مر گئے اور میں نے اور اس کے چچا نے اس کی تربیت کی ــــ الخ۔ سیف اور عبدالمطلب کی یہ گفتگو بہت لمبی ہے جس کے آخر میں بیان کیا جاتا ہے کہ سیف نے وفد کے تمام افراد کو بہت سا انعام وغیرہ دیا اور عبدالمطلب کو باقی لوگوں سے کئی حصے زیادہ عطیہ دیا اور کہا کہ جب سال گزر جائے تو پھر میرے پاس آؤ مگر سیف سال پورا ہونے سے پہلے ہی فوت ہو گیا (۱)۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے وقت حضور اکرم کا باپ اور ماں دونوں انتقال کر چکے تھے اور واقعہ کے شروع میں مذکور ہے کہ اس وقت حضور کی عمر دو سال تھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ دو سال کی عمر میں آپ کی والدہ بھی فوت ہو چکی تھیں۔ مگر اس کے خلاف اہل سیر و تاریخ نے لکھا ہے کہ جب آپ کی والدہ کا انتقال ہوا تو آپ چھ سال کے تھے (۲)۔ بعض روایات میں اس وقت آپ کی

---

(۱) البدایة و النہایة جلد دوم، ص ۳۲۸ تا ۳۳۰ - دلائل النبوة ابی نعیم، ص ۴۴ تا ۲۶ - سیرة حلبیه جلد اول، ص ۱۱۰ تا ۱۱۱ -

(۲) سیرة ابن ہشام جلد اول، ص ۱۷۷ - المعارف، ص ۶۵ - البدایة و النہایة جلد دوم، ص ۲۷۹ - کامل ابن الاثیر جلد اول، ص ۲۷۵ - الطبقات جلد اول، ص ۱۱۶ -

عمر ۴ یا ۵ یا ۶ یا ۷ یا ۸ یا ۹ یا ۱۲ سال بھی بیان کی گئی ہے (۱) مگر جمہور قابل اعتماد اهل علم نے چھ سال لکھی ہے ۔ اگر بطریق تنزل آپ کی عمر والدہ کی وفات کے وقت ۴ سال بھی مان لی جائے تو بھی دو سال والی بات درست نہیں ہوتی ۔

ارباب سیر و تاریخ نے سیف بن ذی یزن والے واقعہ اور آپ کی والدہ کی وفات کے واقعہ، دونوں کا اپنے اپنے موقعہ پر ذکر تو کر دیا مگر یہ نہ سوچا کہ اگر آپ کی عمر والدہ کی وفات کے وقت ۲ سال تھی تو پھر ۶ سال والی روایت کیسے درست ہو سکتی ہے اور اگر آپ کی عمر اس وقت چھ سال تھی تو پھر ۲ سال والی بات کیسے صحیح ہو گی ۔

اس خلش کو دور کرنے کے لیے مختلف کتب سیر و تاریخ کی خاک چھاننے کے بعد آخر سیرۃ حلبیہ میں دونوں روایتوں کی تطبیق مل گئی؛ چنانچہ وہاں لکھا ہے کہ آپ کی عمر دو سال اس وقت تھی جب سیف نے ملک حبشہ پر قبضہ کیا مگر عبدالمطلب قریش کے وفد میں کافی عرصہ بعد اس کے ہاں گئے جب کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ انتقال کر چکی تھیں ۔ اس لیے ان دونوں روایتوں میں کوئی تخالف لازم نہیں آتا (۲) ۔

(۳) ابو ذؤیب ھذلی عربی کا مشہور شاعر ہے ۔ اس کی نسبت کتاب تمثال الامثال(۳) مؤلفہ جمال الدین العبدری الشیبی (المتوفی ۸۳۷ھ) میں لکھا ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں ایا تو آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ نُشَیبَہ بن(۴) العَنبَس کو بنو فہم

---

(۱) المواهب جلد اول، ص ۳۲ - شرح المواهب جلد اول، ص ۱۶۳ - سیرہ حلبیہ جلد اول، ص ۱۰۱ -

(۲) سیرۃ حلبیہ جلد اول، ص ۱۱۰ -

(۳) تمثال الامثال، ص ۱۱۶، مطبوعہ رانا محمد بہاءالحق و پیش کردہ برائے پی ایچ ڈی ڈگری -

(۴) نشیبہ ابوذؤیب کا چچا زاد تھا -

نے کیونکر قتل کیا تھا ۔ اس پر ابو ذؤیب نے ایک لمبا واقعہ بیان کیا جس میں نشیبہ کے قتل کی تفصیل بتائی ۔ اس واقعہ کو سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا :۔

" یا ابا ذؤیب بعثتَ فی انجاد الرجال و حین تکاملت الآراءَ و بعثتَ فی خیر قوم تسلهم و مشرکهم واللہ لو ادرک نشیبةَ الاسلامَ لسددتَ به ثغرا (۱) " ۔

تمثال کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ ابوذؤیب کی حضور اکرم سے نہ صرف ملاقات ہوئی بلکہ آپ سے شرف ہمکلامی بھی نصیب ہوا ۔ حالانکہ جمہور اہل سیر و تاریخ نے لکھا ہے کہ ابوذؤیب حضور اکرم کے زمانہ میں اسلام لا چکا تھا مگر اس کی ملاقات آپ سے نہیں ہوئی (۲) ۔ ابوذؤیب نے خود اپنے متعلق بتایا ہے کہ مجھے خواب کے ذریعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا حال معلوم ہوا اور میں مدینہ منورہ میں آیا ۔ وہاں رونے دھونے کی وجہ سے اس طرح شور بلند تھا جیسے احرام کے وقت حاجیوں کی آوازیں بلند ہوتی ہیں ۔ میں نے پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ حضور وفات پا گئے ہیں ۔ میں مسجد میں آیا تو وہ خالی تھی ۔ میں حضور کے گھر آیا تو دروازہ کو اندر سے بند پایا اور مجھے کہا گیا کہ حضور اکرم کو کفن میں لپیٹ دیا گیا ہے اور اندر صرف اہل خانہ موجود ہیں . . . . . پھر میں نے حضور اکرم پر نماز جنازہ پڑھی اور آپ کے دفن کے وقت بھی موجود تھا (۳) ۔

---

(۱) تمثال الامثال، ص ۱۱۶ تا ۱۱۸ ۔
(۲) الاستیعاب جلد چہارم، ص ۶۵ ۔ خزانة البغدادی جلد اول، ص ۳۸۲ وغیرہ۔
(۳) الاستیعاب جلد چہارم، ص ۶۶ ۔ الاصابة جلد چہارم، ص ۶۷ ۔ الروض الانف جلد دوم، ص ۳۷۸ تا ۳۷۹ ۔

الغرض اس امر پر تمام اہل سیر ہم آہنگ ہیں کہ ابو ذؤیب کی حضور اکرم سے ملاقات نہیں ہوئی اور اس واقعہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے اس لیے ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ صاحب تمثال الامثال کی مندرجہ بالا روایت بالکل بے بنیاد ہے ۔

(۴) ''الذخیرة فی محاسن اہل الجزیرة'' تاریخ اندلس میں ایک مشہور کتاب ہے جس کا ذکر متعدد کتب ادب میں سیر و سوانح کے سلسلہ میں بار بار آتا ہے ۔ حاجی خلیفہ نے اپنی کتاب ''کشف الظنون عن اسامی الکتب و الفنون'' میں اسے ابوالحسن علی المشہور بابن بسّام البسّامی البغدادی لشاعر المتوفی ۳۰۲ھ کی تصنیف بیان کیا ہے (۱) ۔

حاجی خلیفہ کا یہ بیان درست نہیں کیونکہ اول تو ابن بسّام البسّامی البغدادی کے سیرت نگاروں نے اس کی تصانیف میں 'الذخیرة' کا ذکر نہیں کیا حالانکہ یہ کتاب بہت اہم تھی، دوسرے حاجی خلیفہ کے اس خیال کے غلط ہونے کی داخلی شہادت یہ ہے کہ قاضی ابن خلکان المتوفی ۶۸۱ھ نے اپنی کتاب وفیات الاعیان میں بعض ایسے لوگوں کے حالات اسی کتاب الذخیرة کے حوالہ سے نقل کیے ہیں جو ابن بسام البغدادی سے کافی عرصہ بعد کے زمانہ میں ہو گزرے ہیں ۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا ابن بسام البغدادی کا سال وفات بقول حاجی خلیفہ ۳۰۲ھ ہے مگر یہ غلط ہے ۔ اس کا صحیح سال وفات ۳۰۳(۲) یا ۳۰۲ھ(۳) ہے مگر ابن خلکان نے مندرجہ ذیل چند شخصیتوں کے حالات الذخیرة سے نقل کیے ہیں ۔ (یہ نام صرف بطور مثال ہیں ورنہ ایسے

---

(۱) کشف الظنون جلد اول، ص ۸۲۵ ۔

(۲) الوفیات جلد سوم، ص ۷۴ ۔

(۳) معجم الادباء جلد چہاردہم، ص ۱۴۰ ۔ معجم الشعراء للمرزبانی، ص ۹۵ ۔

کئی ایک اور نام بھی پیش کیے جا سکتے ہیں) :-

(۱) ابو اسحق ابراھیم بن علی المعروف بالحصری القیروانی المتوفی ۴۱۳ھ اور بقول صاحب الذخیرۃ ۴۵۳ھ -

(۲) ابواسحق ابراھیم بن ابی الفتح المعروف بابن خفاجۃ الاندلسی الشاعر المتوفی ۵۳۳ھ -

(۳) ابو عامر احمد بن عبدالملک ابن شُہَید الاندلسی المتوفی ۴۲۶ھ -

(۴) ابو الولید احمد بن عبداللہ المعروف بابن زیدون الاندلسی المتوفی ۴۶۳ھ -

(۵) ابو جعفر احمد بن محمد الاشبیلی المعروف بابن الأبّار المتوفی ۴۳۳ھ -

(۶) ابوالحسن علی بن عبدالغنی الحصری القیروانی المتوفی ۴۸۸ھ -

اگر ہم بطور تنزل حاجی خلیفہ کے بیان کے مطابق ابن بسّام البغدادی کا سال وفات ۳۰۳ھ کی بجائے ۴۰۳ھ بھی صحیح مان لیں (حالانکہ یہ غلط ہے) تو بھی مندرجہ بالا تمام اشخاص ۴۰۳ھ کے بعد کے زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں جیسا کہ اوپر دی گئی تاریخوں سے واضح ہے - ان کے حالات ۴۰۳ھ میں فوت ہونے والا شخص کیونکر قلمبند کر سکتا تھا - اس لیے یقینا حاجی خلیفہ کو دھوکا لگا ہے - حقیقت یہ ہے کہ کتاب الذخیرۃ کا مصنف ابن بسام الشنتمری یا الشنترینی ہے جس کا نام یاقوت نے ابوالحسن علی بن بسام لکھا ہے اور اسے اندلس کی طرف منسوب کیا ہے(۱) - المغرب فی حلی المغرب (۲) میں اس کا نام ابوالحسن علی بن بسام التغلبی الشنترینی بتایا گیا ہے - اسی طرح المقّری نے فضائل اهل اندلس کا ذکر کرتے ہوئے وہاں کے بیشتر مصنفین اور

---

(۱) معجم الادباء جلد دوازدهم، ص ۲۷۵ -
(۲) جلد اول، ص ۴۱۷ -

ان کی تصانیف کا بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ فتح بن خاقان (المتوفی ۵۳۵ھ) نے اپنی کتاب قلائد العقیان اسی زمانہ میں لکھی جب کہ ابن بسام نے کتاب الذخیرۃ تصنیف (۱) کی ۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ الذخیرۃ کا مصنف ابن بسام اندلسی (المتوفی ۵۴۲ھ) ہے جو فتح بن خاقان کا ہم عصر تھا ۔

المقّری نے ' الذخیرۃ ' کا وصف کرتے ہوئے اس کے خطبہ سے کچھ اقتباس پیش کیا ہے(۲) اس میں ابن بسام نے جن مصنفین کا ذکر کیا ہے ان میں سے چند ایک کے نام مع سالہائے وفات حسب ذیل ہیں :-

(۱) ابن فرج الجیّانی صاحب حدائق الانس المتوفی ۴۰۱ھ ۔

(۲) الوزیر ابن المغربی الحسین بن علی المتوفی ۴۱۸ھ ۔

(۳) قاضی عبدالوہاب بن علی البغدادی المالکی المتوفی ۴۲۲ھ ۔

(۴) الثعالبی ابو منصور عبدالملک بن محمد صاحب یتیمۃ الدہر المتوفی ۴۲۹ھ ۔

(۵) الشریف المرتضٰی علی بن الحسین المتوفی ۴۳۶ھ ۔

جیسا کہ ان تاریخوں سے ظاہر ہے الذخیرۃ کا مصنف وہ ابن بسام ہو سکتا ہے جو ۴۳۶ھ کے بعد مرا ہے ۔ ابن بسام بغدادی ۳۰۳ھ اور بقول حاجی خلیفہ ۳۰۴ھ میں فوت ہوا اس لیے وہ یقیناً الذخیرۃ کا مصنف نہیں ہو سکتا ۔ ابن بسام اندلسی کا سال وفات ۵۴۲ھ ہے اس لیے وہ ان لوگوں کا اپنی کتاب میں ذکر کر سکتا تھا ۔ اس سے بھی یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ ابن بسام اندلسی ہی الذخیرۃ کا مصنف ہے ۔

---

(۱) نفح الطیب جلد چہارم، ص ۱۷۳ ۔

(۲) نفح الطیب جلد سوم، صفحات ۲۵۶ تا ۲۵۸ ۔

بلکه اسی خطبه میں ابن بسام نے خود لکھا ہے کہ میں نے یہ کتاب ابی منصور یعنی الثعالبی کی کتاب یتیمۃ الدھر کے نمونہ پر لکھی ہے(۱) - ۳۰۳ ھ میں مر جانے والا شخص یہ کیسے کر سکتا تھا کہ وہ آئندہ لکھی جانے والی کتاب کی اقتدا کرتا جس کا مصنف اس سے قریباً سوا سو سال بعد ہونے والا تھا کیونکہ الثعالبی ۴۲۹ ھ میں فوت ہوا -

المقّری نے ایک جگہ صراحت سے یوں لکھا ہے : '' ابوالحسن علی بن بسّام الشنترینی صاحب الذخیرۃ و شہرتہ تغنی عن ذکرہ . . . . و تاخرت وفاتہ الی سنۃ اثنین و اربعین و خمسمائۃ و ھو منسوب الی شنترین من الکور الغربیۃ البحریۃ من اعمال بطلیوس (۲) ''

کشف الظنون کے ضمیمہ ' ایضاح المکنون ' مؤلفہٗ اسماعیل باشا البابانی البغدادی میں حاجی خلیفہ کی اس غلطی کا ذکر کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ حاجی خلیفہ کو الذخیرۃ کے مصنف کے نام اور کنیت سے دھوکا لگا ہے کیونکہ ابن بسام البغدادی کا نام اور کنیت بھی وہی ہیں جو ابن بسام الاندلسی (مصنف الذخیرۃ) کے ہیں۔ اسماعیل باشا نے ابن بسام الاندلسی کا پورا نام یوں دیا ہے :

ابوالحسن علی بن محمدؒ الشنتری الاندلسی المعروف بابن بسام الشاعر المتوفی قریبا ۵۸۶ ھ (۳) -

جرجی زیدان (المتوفی ۱۳۳۲ ھ) نے بھی حاجی خلیفہ کی اس غلط فہمی کا ازالہ کیا ہے اور الذخیرۃ کو ابن بسام الشنتری کی طرف منسوب کیا ہے۔ البتہ اس کا سال وفات ۵۴۲ ھ (۴) بتایا ہے اسی طرح

---

(۱) نفح الطیب جلد سوم، صفحہ ۲۵۸ -
(۲) نفح الطیب جلد پنجم، ص ۹ -
(۳) ایضاح المکنون جلد اول، ص ۵۴۱ -
(۴) تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ جلد سوم، ص ۷۶ -

خیرالدین الزرکلی نے الذخیرہ کو ابن بسام الشنترینی الاندلسی کی تصنیف بتایا ہے اور اس کا سال وفات ۵۴۲ھ ہی لکھا ہے[1]۔ جرمن مستشرق بروکلمن (المتوفی ۱۹۵۶ عیسوی) نے بھی ایسا ہی لکھا ہے[2]۔

ان سب بیانات سے صاف ظاہر ہے کہ الذخیرۃ ابوالحسن علی المعروف بابن بسام الاندلسی (المتوفی ۵۴۲ھ) کی تصنیف ہے اور یہی صحیح ہے۔

افسوس ہے کہ ہمارے زمانہ کے مشہور و مایہ ناز پاکستانی ادیب اور محقق مولوی عبدالعزیز صاحب میمن (کراچی یونیورسٹی) نے ابو عُبیدالبکری کی شرح امالی ابی علی القالی کا جو ابدمشن سمط اللآلی کے نام سے بشاعر انسانی تحقیق و تدقیق کے ساتھ مصر سے دو جلدوں میں مع حواشی وغیرہ طبع کرایا ہے اس کے دیباچہ میں صاحب الذخیرہ سے شارح امالی یعنی ابو عبیدالبکری کے حالات نقل کیے ہیں اور اس سلسلہ میں الذخیرہ کو ابن بسام عبدالملک بن المنصور المولود بلشبونہ ۴۷۷ھ اور المتوفی ۵۴۳ھ کی تصنیف بیان کیا ہے[3] معلوم نہیں اس کے متعلق میمن صاحب کا ماخذ کیا ہے مگر ان کے اس بیان کی تائید کسی مستند ادبی کتاب سے نہیں ہوتی اور نہ عبدالملک بن المنصور کے نام کو ابوالحسن علی ابن بسام کے نام سے کوئی مشابہت ہی ہے کہ دھوکے کا احتمال ہوتا۔ غالباً یہ میمن صاحب کا سہو ہے۔ سچ ہے لکل جواد کبوۃ و لکل صارم نبوۃ و لکل عالم هفوۃ۔ سامحه الله۔

هذا ما عندنا و الله اعلم بالصواب

---

(۱) الاعلام جلد پنجم، ص ۷۲۔
(۲) تاریخ الآداب العربیۃ جلد اول، ص ۳۴۱؛ ضمیمہ اول، ص ۵۷۹۔
(۳) سمط اللآلی جلد اول، دیباچہ صفحہ ۵۔

کلب علی خان فائق رام پوری

سوز

(سنہ ولادت ۱۱۳۳ھ)

محمد میر، میر ضیاءالدین (۱) کے بیٹے اور قطب عالم گجراتی کی نسل سے تھے، ان کے بزرگوں کا وطن بخارا تھا وھاں سے گجرات اور گجرات سے دھلی آئے - ان کے والد کی سکونت غالباً قراول پورہ (۲) میں تھی [محمد میر سوز بقول لطف (گلشن ھند) اسی محلہ میں رھتے تھے - قراول پورہ موجودہ مرول باغ ہے] اور محمد میر دلی ھی میں غالباً ۱۱۳۶ھ میں پیدا ھوئے، بعض تذکرہ نویس سال ولادت ۱۱۳۳ھ (۳) لکھتے ھیں - ان کی نظر میں نساخ [سخن شعراء، ص ۲۲۷] اور سید نورالحسن خان [طور کلیم، ص ۴۵] کی عبارت ہے کہ اسی سال کی عمر میں وفات پائی - بارہ سو تیرہ ھجری سال وفات کے پیش نظر ولادت ۱۱۳۳ھ متعین ھوتی ہے، لیکن کوئی قدیمی روایت اس سلسلے کی نہیں ملتی، مصحفی نے تذکرۂ ھندی (ص ۱۱۱) میں ستر سے متجاوز عمر لکھی ہے - تذکرۂ ھندی، ۱۲۰۰ھ میں آغاز ھوا میر حسن متوفی عشرہ محرم ۱۲۰۱ھ کو احقر اور خاکسار کے حال میں الفاظ سلمہ اللہ تعالیٰ سے یاد کیا ہے، اور خواجہ میر درد متوفی ۲۴ صفر ۱۱۹۹ھ کے بارے میں ایک سال قبل وفات ھونا لکھا ہے [مقدمہ دستور الفصاحت ص ۸۵ عرشی صاحب] اختتام کی تاریخ ۱۲۰۹ھ ہے، اگر سوز کا حال

---

(۱) سخن شعراء، ص ۲۲۷ [نساخ] سوز تخلص محمد میر ولد میر ضیاءالدین، اولاد میں حضرت قطب عالم گجراتی کے تھے وطن ان کا بخارا، مولد دھلی، طور کلیم ص ۴۵ [سید نورالحسن خان] -

(۲) گلشن ھند، مرزا علی لطف -

(۳) تاریخ ادب اردو از رام بابو سکسینہ، ص ۱۲۴ تا ۱۲۶، دلی کا دبستان شاعری از ڈاکٹر نورالحسن ھاشمی، ص ۱۸۰-

۱۲۰۰ھ میں داخل تذکرہ کیا گیا ۔ تو ولادت ۱۱۲۹ھ میں ہوتی ہے اور ۱۲۰۹ھ میں اگر سوز کے حالات لکھے گئے، تو سال ولادت ۱۱۳۹ھ ہوگا، اسی تذکرۂ ہندی میں میر کی عمر قریباً اسی برس لکھی ہے، اناسی برس کے حساب سے میر کا سال ولادت علی‌الترتیب ۱۱۲۱ھ اور ۱۱۳۰ھ ہونا، لیکن ظاہر ہے کہ بالاتفاق یہ دونوں سنیں غلط ہیں، اس لحاظ سے ہمیں ماننا ہوگا کہ میر کی لاغری سے مصحفی کو دھوکا ہوا اور اس کی عمر اس نے زیادہ بتائی، اور اگر یہ مغالطہ پانچ سال کا ہو، تو بحساب ۷۴ سال عمر، میر کی ولادت علی‌الترتیب ۱۱۲۶ھ اور ۱۱۳۵ھ میں واقع ہوتی ہے، چونکہ میر کی ولادت ۱۱۳۵ھ تسلیم کر لی گئی ہے اس لیے یہ ماننا ہوگا کہ مصحفی نے میر کا حال ۱۲۰۹ھ میں لکھا اور یقیناً اسی کا تخمینہ غلط ہے بلکہ بوقت اندراج حال میر کی عمر چوہتر سال تھی ۔

آئیے اسی اصول پر سوز کی عمر متعین کریں ۔ مصحفی نے ستر سے متجاوز عمر لکھی ہے، سوز کی صحت اچھی ہے جیسا کہ صاحب گل رعنا (ص ۱۸۰) لکھتے ہیں، ورزش کرتے تھے اور طاقت خدا داد ایسی تھی کہ ہر ایک ان کی کمان کو چلہ چڑھا نہ سکتا تھا ۔ اس سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ مصحفی کو اس تخمینۂ عمر میں دھوکا نہ ہوا ہوگا، سوز کی عمر ستر سے متجاوز ہونے کے یہ معنی ہونگے کہ ستر اور پچھتر کے درمیان ان کی عمر مابین ۱۲۰۰ھ اور ۱۲۰۹ھ تھی، اگر ہم تین سال عمر متجاوز مانیں یعنی ۷۳ سال تو سال ولادت علی‌الترتیب ۱۱۲۷ھ اور ۱۱۳۶ھ ہوگا، اس طرح میر اور سوز یقینی طور پر ہم عمر ہونگے ۔ اگر مسرت افزا کی روایت مان لیں تو وہ سوز کو ۱۱۹۱ھ اور ۱۱۹۵ھ کے مابین جوان ظاہر کرتا ہے،

تو سال ولادت ۱۱۳۶ھ کے حساب سے بھی عمر ۵۵ اور ۵۹ برس ہوتی ہے، اور کوئی بھی ایسے شخص کو جوان نہیں کہہ سکتا، ہاں یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ سوز کی عمدہ صحت سے کسی نے دھوکا کھایا اور اتنی عمر میں بھی اسے جوان سمجھا، اگر ۱۱۳۳ھ سنہ ولادت مان لیں تو ۱۲۰۹ھ میں اس کی عمر ۷۶ سال شمار ہوگی مگر پچھتر سے کم کا شمار ستر سے متجاوز میں ہو سکتا ہے اور پچھتر سے متجاوز اسی کے قریب شمار ہوگا۔ پھر مصحفی کا معاصر اور دوست شاعروں کی عمر میں بین فرق ظاہر کرنا واضح کرتا ہے کہ میر ضرور سوز سے عمر میں بڑے تھے، اور ہم بھی اسی وجہ سے سوز کی ولادت ۱۱۳۶ھ میں تسلیم کرنے پر مجبور ہیں ۔ سوز نے جس زمانے میں آنکھیں کھولیں وہ محمد شاہ کی حکومت کا ابتدائی دور تھا، مدت کے بعد مغل بادشاہ کے ہاتھ میں اختیارات آئے تھے، محمد شاہ راگ و رنگ کا شیدائی تھا، طوائفوں اور امردوں کی پرستش اس کا شیوہ تھا ۔ ہفتہ کے سات دن کسی نہ کسی مزار پر گذارے جاتے، عوام اور خواص داد عیش و نشاط دیتے موسمی تہوار اور بزرگان دین کے عرس اس اہتمام سے منائے جاتے کہ دوبارہ دیکھنے کی تماشائی آرزو کرتا ۔ [یادگار دھلی ۔ درگاہ قلی خاں] عالمگیر کی وفات کو ابھی تھوڑا ہی زمانہ ہوا تھا کچھ ایسے جانباز اور ماہرین فن بھی باقی تھے جن پر ہر ملک کو ناز ہوتا ہے ، اس لیے نئی نسل کو سیکھنے کا ابھی موقع تھا سوز نے بھی ابتدائی تعلیم کے ساتھ فنون لطیفہ کی تحصیل پر بھی توجہ صرف کی، فارسی اس عہد کی سرکاری زبان تھی، عربی کی تحصیل بھی خواص کے لیے ضروری تھی، سوز نے فارسی کے علاوہ ابتدائی کتب عربی بھی پڑھیں، جیسا کہ ان کے کلام کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے،

کچھ ہی عرصے میں وہ مختلف فنون کے بھی ماہر ہو گئے۔ قائم نے لکھا ہے : بے نظیر خوش‌نویس ہے، خط شکستہ اور شفیعہ خوب لکھتا ہے اور موسیقی سے بھی واقف ہے، مولوی قدرت اللہ شوق لکھتے ہیں : تیر انداز اور خوشنویس ہے ۔

مصحفی نے تذکرہ ہندی میں وضاحت کی ہے : تیر اندازی، گھوڑے کی سواری، خط نستعلیق اور خط شفیعہ لکھنے میں ماہر، ان چیزوں میں کمال پیدا کر کے محمد میر کو شاعری کا شوق ہوا ۔ محمد شاہ کے عہد میں گھر گھر مجلس مشاعرہ ہوتی فارسی اور ریختہ میں شعرگوئی کا عام چرچا تھا، بیدل کی قبر پر سالانہ عرس میں مشاعرہ ہوتا، اور فارسی اور ریختہ میں داد سخن دی جاتی، مرزا مظہر جان جاں اور سراج‌الدین علیخان آرزو نے ریختہ گوئی کی بنیاد نئے انداز پر ڈالی، فارسی کو چھوڑ کر اپنی مادری زبان میں شعر گوئی آسان کام نہ تھا، لیکن مرزا مظہر اور آرزو کی ہمت افزائی نے یہ ناممکن کام، ممکن کر دکھایا ۔ آبرو، ظہورالدین شاہ حاتم، غلام مصطفٰی خان یکرنگ، محمد شاکر ناجی ۔ شرف‌الدین مضمون وغیرہ نے بنیادیں استوار کیں ، سودا اور عبدالحی تاباں، خواجہ میر درد اور پھر میر یقین، قائم، سوز وغیرہ اس میدان میں داخل ہوئے، محمد میر نے میر تخلص جزو نام پسند کیا ۔ لیکن محمد تقی نے بھی میر تخلص رکھا تھا، میر کے طنزیہ جملہ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ میر اس تخلص پر پہلے قبضہ کر چکے تھے اور بعد میں محمد میر نے بھی یہی تخلص اپنا لیا ۔

از خوش کردن تخلص من نصف دلم ازو خوش است :

[نکات الشعراء، ص ۱۶۰]

میر نے قریباً ۱۱۵۳ھ میں شاعری کے میدان میں قدم رکھا، یہی زمانہ سوز کی شعر گوئی کا ہے کچھ مدت بعد غالباً ۱۱۵۴ھ میں(۱) محمد میر کو شعر گوئی کا خیال ہوا، اور انہوں نے اپنی طبع رسا پر بھروسا کر کے مشق سخن شروع کی وہ زمانہ آرزو اور مظہر کی رہنمائی کا تھا، دور متوسطین کا آغاز محمد شاہ کے عہد سے ہوتا ہے۔ آرزو کے مشورے پرشاہ مبارک آبرو اور یکرنگ وغیرہ نے ایہام گوئی کو معراج پر پہنچا دیا، ان کی زبان میں ہندی الفاظ کی کثرت تھی، مرزا مظہر نے فارسی تراکیب اور الفاظ کو ریختہ گوئی میں داخل کرنا سکھایا۔ ان کے شاگردوں میں انعام اللہ خان یقین نے اصلاح زبان کے ساتھ درد و اثر، سوز و گداز سے کلام ریختہ کو فارسی اساتذہ کے کلام سے جا ٹکرایا، اس روش پر سودا، درد، میر، قائم وغیرہ چلنے لگے، سوز نے دیکھا کہ معاصرین سے ممتاز ہونا مشکل ہے، اس لیے سادہ گوئی اور معاملہ بندی اور سلاست کو اپنا کر اپنا علاحدہ طرز ایجاد کیا، میر نے ۱۱۶۵ھ میں لکھا ہے " وہ علاحدہ طرز رکھتا ہے "، احمد شاہ کے عہد غرہ جمادی الاول ۱۱۶۱ھ تا ۱۰ شعبان ۱۱۶۷ھ وہ شاہی توپخانہ میں ملازم رہا۔ قائم بھی شاہی توپخانہ میں ملازم تھے، چنانچہ لکھتے ہیں (مخزن نکات، ص ۴۸) ازان جا کہ داخل توپخانہ بادشاہی است بسبب ہم فربگی اکثر بدربار معلی ملاقات می شود۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ شاہی توپخانے میں عہدہ دار تھے اور شاہی دربار میں حاضری ہوتی تھی۔

---

(۱) میر نے تخلص کے ذیل میں محمد میر پر طنز کیا ہے کہ میرا تخلص اپنایا، اور کافی عرصہ تک دونوں میں جنگ رہی آخر محمد میر نے ہار مان لی اور سوز تخلص رکھ کر میر کو جلایا، اس لیے میر کے بعد کوچۂ شاعری میں قدم رکھنا ثابت ہوتا ہے۔

میر تخلص ۱۱۶۶ھ میں تھا ۔ گردیزی نے اپنے تذکرے میں میر تخلص کے تحت تذکرہ کیا ہے، لیکن آخر میں محمد میر، میر نے جب محمد تقی کی شہرت عام پر غور کیا تو اپنا تخلص سوز رکھ کر میر کے لیے میدان صاف کر دیا اور اپنی انفرادیت قائم کی، چنانچہ اس مقطع میں اسی طرف اشارہ کیا ہے ؎

کہتے تھے پہلے میر میر تب نہ موے ہزار حیف

اب جو کہے ہیں سوز سوز یعنی سدا جلا کرو

ملازمت کی مصروفیت سے شاعری کی طرف توجہ کم رہی ہوگی ۔ پھر تیراندازی، شہسواری، خطاطی، موسیقی وغیرہ کا ذوق دامن گیر تھا، اس لیے میر کی طرح زیادہ مشق سخن نہ کر سکے، یقین، تاباں، میر، درد، قائم، ہدایت، کلیم وغیرہ کی روش سخن بھی محنت چاہتی تھی۔ اس لیے سوز کو سہل الحصول راستہ تلاش کرنا پڑا، مگر اس میں دشواری یہ تھی کہ انفرادیت پیدا کرنی مشکل تھی، اس لیے سوز کو محاکات، ادابندی اور سادگی پر زور دینا پڑا، تخلص کی تبدیلی ۱۱۶۸ھ (۱) کے متصل ہوئی ہوگی، مخزن نکات میں قائم نے تخلص کی تبدیلی کا ذکر کیا ہے اور صراحت کی ہے کہ محمد تقی میر کی وجہ سے ترک تخلص کیا ۔

نادر شاہی ہنگامہ کی یاد دلوں سے محو ہو گئی تھی اور محمد شاہ کے باقی دن آرام سے گذر رہے تھے، کہ احمد شاہ ابدالی کی آمد کی شہرت ہوئی محمد شاہ نے چاہا کہ قمرالدین خان وزیر اس آفت کو ٹالے، مقابلے میں جانے کا حکم دیا، وزیر اعظم نے مختلف امراء

---

(۱) چمنستان شعرا میں جو ۱۱۷۵ھ کی تالیف ہے ان کا ذکر میر تخلص کے تحت ہے ۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ صاحب چمنستان شعراء تبدیلی تخلص سے بےخبر تھا ۔

کو دعوت نامے بھیجے، احمد شاہ ولی عہد سلطنت کو ہمراہ لے کر دھلی سے چلا ۲۰ فروری ۱۷۴۸ء کو سہرند (سرھند) پہنچا ۔ اس عرصہ میں احمد شاہ ابدالی نے پنجاب کو روند ڈالا اور سرھند کے قلعے پر قبضہ کر کے وزیراعظم قمرالدین خاں کو سراسیمہ کر دیا، وزیر اعظم نے جی داری کی اور احمد شاہ کا مقابلہ مانو پور (دس میل شمال مغرب سرھند) میں ہوا ۔ اتفاق سے ایک گولہ قمرالدین خاں کے لگا اور وزیر اعظم کا کام تمام ہو گیا (۱۱ مارچ ۱۷۴۸ء) معین الملک نے اپنے باپ کے مرنے کی خبر کو چھپایا، (ایشری پرشاد راجہ جے پور بلا مقابلہ فرار ہو گیا) اور باتفاق صفدر جنگ، احمد شاہ ابدالی سے بھڑ گیا، خوبیٔ قسمت سے ابدالی کے توپخانہ میں آگ لگ گئی اور کئی ہزار آدمی کام آئے، فوج بدحواس ہو کر بھاگی، اور ''فتح خدا ساز،، نصیب ہوئی، ادھر دھلی سے محمد شاہ نے طلبی کا خط بھیجا (۹ اپریل ۱۷۴۸ء) احمد شاہ ولی عہد راستہ میں تھا کہ محمد شاہ کے انتقال کی خبر ملی (۱۵ اپریل ۱۷۴۸ء) احمد شاہ کی تخت نشینی کی رسم صفدر جنگ نے انجام دی اور احمد شاہ کے ہاتھوں میں زمام حکومت آئی، تورانی پارٹی نے کوشش کی کہ وزارت اس کے قبضے میں رہے کہ دکھن سے آصف جاہ کے انتقال کی خبر آئی اور صفدر جنگ نے وزارت عظمیٰ کا منصب سنبھالا، مدتوں بعد ایرانی پارٹی بر سر اقتدار آئی تھی، اس لیے تورانی پارٹی کو بالکل نظر انداز کرنے کی کوشش کی گئی، صفدر جنگ کی پالیسی تھی پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو، اس نے اپنے ہمسایہ بنگش اور روھیلوں کو لڑانے کی کوشش کی، علی محمد خان والئی روھیل کھنڈ، کا ۳ شوال ۱۱۶۲ھ / ستمبر ۱۷۴۹ء کو انتقال ہو گیا قائم خاں کے سپرد یہ علاقہ کیا گیا ۔ دونوں فریق آ ڈٹے اور قائم خاں مارا گیا،

صفدر جنگ اس حادثہ کا ذمہ دار تھا لیکن اس نے قائم خاں کے ورثاء سے ھمدردی کی جگہ دشمنی اختیار کی اور فرخ آباد جا کر سامان ریاست فرخ آباد ضبط کیا۔ اور متعدد افراد گرفتار کیے، احمد خاں برادر قائم خاں مقتول دھلی میں تھا اس نے اس ذلت کو برداشت نہ کیا، خفیہ فرار ھوا اور بنگش پٹھانوں میں پہنچ کر صفدر جنگ کے خلاف لڑائی چھیڑ دی، چنانچہ صفدر جنگ کو ۲۲ شوال ۱۱۶۳ھ میں ذلت ناک شکست ھوئی۔ دھلی میں اس خبر سے اس کی وزارت خطرے میں پڑ گئی وہ شکست خوردہ دھلی آیا اور نواب بہادر (جاوید خاں خواجہ) کو رشوت دے کر وزارت بچائی، اب اس نے مرھٹوں کو بلا کر احمد خاں والئی فرخ آباد پر چڑھائی کی۔ روھیلوں نے قومی جذبہ کے تحت احمد خاں کا ساتھ دیا، مگر یکدلی نہ ھونے کی وجہ سے شکست کھائی اور پہاڑ کے دامن میں پناہ لی، اس زمانے میں احمد شاہ ابدالی کے دوسرے حملہ کی خبر مشہور ھوئی، وزیر اعظم، پٹھانوں سے انتقام کی فکر میں تھے، ادھر جاوید خاں خواجہ سرا نے احمد شاہ ابدالی کا مطالبہ تسلیم کر کے گجرات اور سیالکوٹ کے پرگنات شاھی عمال کے سپرد کر دیے۔ صفدر جنگ مرھٹوں کو لے کر دھلی آیا، تو جاوید خاں خواجہ سرا صلح کرا چکا تھا ۔ صفدر جنگ نے مطالبہ کیا کہ مرھٹوں کو زر معہودہ پچاس لاکھ روپیہ دیا جائے ورنہ مرھٹے دھلی سے نہ جائیں گے ۔ امیرالامراء غازی‌الدین خاں فیروز جنگ خلف اکبر آصف جاہ نے مطالبہ کیا کہ دکن کے صوبہ جات کی سند اسے دی جائے وہ مرھٹوں کو لے جانے کا ذمہ دار ھے ، چنانچہ اسے صوبہ داری عطا کی گئی اور وہ غرہ رمضان ۱۱۶۵ھ (خزانۂ عامرہ، ص ۵۸) کو مرھٹوں کو ھمراہ لے کر دھلی سے روانہ ھو گیا ، شاھی خزانہ خالی تھا، ایک طرف ذوالفقار جنگ

سادات خاں راجپوتانہ میں شاہی فوجوں کو لیے پڑا تھا ۔ ادھر صفدر جنگ نے روہیلہ اور بنگش پٹھانوں کے خلاف لڑائی چھیڑ کر شاہی خزانہ کو خالی کر دیا تھا ۔ صوبۂ بنگالہ، بہار اور اڑیسہ شاہی تصرف سے تقریباً آزاد تھے ۔ اسی طرح دکھن میں خودمختار ریاست کی بنیاد نظام الملک نے ڈال کر مرکزیت فنا کر دی تھی، مرھٹوں کے زیر تصرف پورا ملک تھا ۔ وہ ہر علاقے سے چوتھ وصول کرنا اپنا موروثی حق جانتے تھے، پنجاب میں ایک طرف ابدالی نے قدم جمائے تو دوسری طرف سکھ ابھر رہے تھے ۔ شاہی خزانہ میں آمدنی کہاں سے آتی ۔ ملازمان فوج کی تنخواہیں ڈیڑھ دو سال بعد ادا ہوتیں اور وہ بھی اس طرح کہ شاہی سامان کارخانوں کا نیلام ہوتا ، تو تنخواہوں کی ادائگی ہوتی ۔ صفدر جنگ کی حالت پھر بھی بہتر تھی ۔ آخر تورانی پارٹی میں حرکت ہوئی اور احمد شاہ کی والدہ اودھم بائی مخاطب بہ نواب قدسیہ صاحبہ زمانی کے ساتھ شولا پوری بیگم نے مشورے کیے، غازی الدین خاں فیروز جنگ کا دھلی سے جانے کے بعد ذی الحجہ ۱۱۶۵ء میں انتقال ہو گیا اور صفدر جنگ نے اس کے نو عمر لڑکے شہاب الدین کو غازی الدین خاں کا خطاب دے کر سر پرستی کی ۔ شہاب الدین نے اپنا خاندانی منصب پا کر سولہ سال کی عمر میں سیاست کا جال پھیلایا ۔ اور صفدر جنگ کو اس طرح گھیر لیا کہ وہ احمد شاہ سے نمائشی لڑائی پر آمادہ ہو گیا، شہر سے باھر نکل کر اس نے قیام کیا، ادھر قلعہ سے صفدر جنگ کے ملازمان بے دخل کر دیے گئے، یہ کام خلاف توقع تھا ۔ صفدر جنگ نے دھمکیوں سے کام نکالنا چاھا ، جاٹوں کو اپنی حمایت پر بلایا ، عماد الملک غازی‌الدین نے بھی قرب و جوار کے امراء کے نام فرمان ارسال کر دیے نجیب خاں چھ سات ہزار روھیلوں کے ساتھ

مدد کو آ گئے ۔ دھلی میں شیعہ سنی نعرے لگائے گئے، صفدر جنگ نے لڑائی چھوڑ دی، تو جاٹوں نے دل کھول کر دلی کو لوٹا، اور تاریخ میں یہ واقعہ جاٹ گردی (۱) سے مشہور ہوا ۔ ادھر عمادالملک نے مرھٹوں کو امداد کے لیے بلایا ۔ صفدر جنگ کی کوشش تھی کہ وہ مرھٹوں کو ملائے، آخر میں فریقین میں اس پر صلح ہو گئی کہ صفدر جنگ وزارت چھوڑ اپنے صوبہ اودھ کو جائے، الہ آباد کا صوبہ مزید ملا ۔ اب دلی کی آبادی شیعہ سنی گروھوں میں بٹ گئی اور صفدر جنگ سے متوسل لوگ آھستہ آھستہ اودھ جا کر آباد ھونے لگے، صفدر جنگ کا جلد ھی انتقال ھو گیا، شجاع الدولہ کے ھاتھ ریاست آئی، اس نے نہایت تدبر سے کام لیا اور دم کے لوگ جمع کر لیے، اس ھنگامے میں دھلی کا نظام اور بھی ابتر ھو گیا ۔ شاھی خزانہ پہلے ھی خالی تھا، عمادالملک نے جو مرھٹوں کو بلایا تھا ان کو رقم کہاں سے دیتا، سورج مل جاٹ والئی بھرت پور کے علاقہ پر لے گیا کہ رقم وصول کرے، لیکن عمادالملک کا ماتحت انتظام الدولہ جو کار وزارت انجام دے رہا تھا وہ سورج مل کا حامی تھا، بھرت پور کا قلعہ مضبوط تھا اس لیے شاھی توپخانہ کی ضرورت محسوس کی گئی، انتظام الدولہ نے نہ دیا، ادھر احمد شاہ شکار کے لیے نکلا کہ مرھٹوں نے تعاقب کیا، بادشاہ جان بچا کر بھاگا اور شاھی حرم کو چھوڑ گیا، مرھٹوں نے سامان پر قبضہ کیا اور مستورات شاھی احترام کے ساتھ دھلی بھیجدیں، عماد الملک نے اب احمد شاہ کی سزا ضروری سمجھی، چنانچہ بھرت پور کا محاصرہ چھوڑ کر آیا، اور احمد شاہ کو نابینا کر کے عزیزالدین خلف جہاندار شاہ کو عالم گیر ثانی کے لقب سے تخت نشین کیا

---

(۱) مفتاح التواریخ، ص ٦٠٦ و سورجمل جاٹ رفیق نواب صفدر جنگ بود شہر کہنہ را تاراج نمود، و ایں سانحہ بہ جاٹ گردی مشہور است ۔

اسلام کھنڈ[1]

کا

پہلا کھنڈ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سمرنی :

سب خلقت کے پالن ھارے جگ سنسار کے سرجن ھار
جل تھل کی سادہ راتھں ھارے دیاوان[2] بدھا کرنار
ادھک اگم بہت ھے ندیا تا بچ نا پڑی منجدھار
تیرا بھروسا میں راکھت ھوں بیڑا موو[3] لگو پار
پہلے بولوں ناؤں[4] اللہ کا بولن جسنے دیا سکھائے
سمجھ بوجھ سب دانے دبنی بھلا برا سب دیا بتائے
لوح قلم اور عرش اور کرسی چاند سرج آسمان زمین
پورب پچھم اوتر دکھن سوواھی نے پرگھٹ[5] کیں
مالک ھے وہ دو جگ کا قدرت والا وھی خدائے
وہ ھی مارے وہ ھی جیاوے اسکو میچ[6] کبھونا آئے
جسکو چاھے شاہ بناوے جسکو چاھے کرے غلام
جسکو چاھے بھیک منگاوے اسکے بس میں ھیں سب کام

---

۱ - سلسلہ کے لیے ملاحظہ ھو اورینٹل کالج میگزین، بابت ماہ نومبر ۱۹۵۸ء -
۲ - مہربان -
۳ - میرا -
۴ - نام -
۵ - ظاھر -
۶ - موت -

تنک سی چیٹی کو چاھے تو کردے ھاتھی کے اونہارا[1]
اور چاھے تو بڑے ھاتھی کو کر دے چیٹی سے لاچار
اسکے حکم سے اک مچھر نے لے ڈاری نمرود کی جان
چھوٹی[2] چڑیں اسکے کہنے سے ھاتھی مار کرے کھریان
چاھے سر پر ھوے کمریا جاھے سیس[3] براجے تاج
مالک سب کا وہ ھی رب ھے اسکے در کے سب محتاج
کاف نون سے خاق بنائی کیا آدم اور کیا جنات
جنگل پہاڑ سمندر پربت[4] بستا اوجڑا اور دنرات
جان[5] اجان کا پالن ھارا جانن ھارا منکی بات
اوسکی بھانت کا کوئی ناھین سب سے نیاری اسکی ذات
پوجن لائق ایک وہ ھی ھے اس بن دوجا کوئی نائے
دو جگ میں اسکی خدائی اسکا کوئی ساجھی نائے
راج دے وہ جسکو چاھے جس سے چاھے لئے نکار
پاٹ[6] چڑھاوے جسکو چاھے جسکو چاھے دئے اتار
انہاہ[7] اپار ھے قدرت واکی جو چاھے سو سکے کرائے
لعل بناوے وہ پتھر میں پھول ڈار میں دئے کھلائے
ڈاری دن پہ رین[8] کی اوجھر رین کو دنسے دئے مٹائے
چاند اور سورج اسکے بس میں نسدن[9] لاویں حکم بجائے

---

۱ - مانند -
۲ - اصحاب فیل -
۳ - سر -
۴ - پہاڑ -
۵ - دانا، نادان -
۶ - تخت -
۷ - بے حد بے انتہا -
۸ - رات کا پردہ -
۹ - رات دن -

هاتی گھوڑے مال خزانے دئیے اسکے سبکوئی پائے
چاہے جسے ری الگارن[1] جو لیکھے میں نہیں سمائے
پتوا جھڑ جائیں جب ترور[2] کے اور کوڑا ننگا رہ جائے
بانا نیا اوسے پہراوے نئے نئے پتوں سے دے سجائے
ڈاری ایک بوند سیپی میں کر موتی جھلکا دے تائے
ایک بوند کو ڈار پیٹ میں مورت سندر دے بنائے
مِت[3] امیت کو بانٹے روزی جانو اسکا ناؤں کریم
مہر کرت ہے سب خلقت پر جانو وھی رحمن رحیم

= گن اس کے گنتی سے باھر گنت گنت کجات گیان =

بھیجوں ادب سے پاک نبی پر اب میں لاکھوں درود سلام
نام فرشتن میں احمد ہے اور محمد جگ میں نام
کیسے نبی اللہ کے پیارے سب سے بڑھ کر جن پر پیار
ختم ھوئی پیغمبری اونپر سگرے رسولنکے سردار
مکہ سرج[4] مدینہ پسبا سرگ جویا جگت امام
آگے چلنا پاچھے اویا براق چڑھیا عرش مقام
حضرت آدم سے موسیٰ لو اور عیسیٰ لک سبھی رسول
انکی خبر سناوت آئے گزرے جیتے نبی رسول
سرجن ھارے انکے کارن سر جائے ھیں سکل[5] جہاں
جو نا انکو اپتت کرتا ہو تا نہ کچھ دھرتی اسمان

---

۱ - بے حساب -
۲ - درخت -
۳ - دوست دشمن -
۴ - جائے پیدائش -
۵ - تمام -

جبرت فرشتن کے جہان ہنکھ پہونچیے تہان براق اڑائے
جبرائیل ھو باچھے رھگئے لیگئے نھے جو سانھ لوائے
نانگھا[1] گئے ست کھنڈ سرگ کو پہونچیے پاس خدا کے جائے
سبر کرے جنت دوزخ کی عرش اور کرسی آئے منجھائے
کرس ڈربانی اونکے در کی جبرائیل کھڑے تیار
اونچے فرشتے رھیں جلو سب باند پرے جو جلیں پچھار[2]
کرس اشارہ اک انگریکا[3] چاند کے دو ٹکڑے ھو جائیں
مارس دھنک اک مٹی ککربان کافر سب اندھے ھو جائیں
جاءالحق و زھق الباطل جب حضرت نے کہی پکار
منہ کے بل بت اندھے[4] گرگئے خوار بھئے نب پوجن ھار
سانچی دین کی راہ بنائی جھوٹے رستے دئے مٹائے
کھول دئے دروازے جنت اور دوزخ سے لیا بچائے
جنت اونکے قدمن کے نیچے دنیا اونکے پاؤن کا میل
دئین غلام اونکی ڈیوڑھی کے سگرے دنیا پانوسے ٹھیل
اونسا دوجا کوئی نھو وے ھے اور نہ ھوا ھے جگمین کوئے
چھائین خدا اونکی نا راکھی جو دوجے کا ناؤن نہ ھوئے
سکل جہان اونکی چھائیں میں چھائیں رھے سب جگ پر چھائے
ناگ رھے چھائیں تاھے سے ساتھ اونکی نہ پڑے دکھائے
دھر[5] دھریاون پر لے کے اور امت کے تارن ھار
کراھمین اونکی امت میں حشے[6] کرتا کے بلہار

---

۱ - پار گئے، سات طبق آسمان -
۲ - پیچھے -
۳ - انگلی کا -
۴ - اوندھے -
۵ - دینے والا -
۶ - جاؤ خدا کے قربان -

آپ سراھا رب نے ان کو بھر اورنکی کہا[1] شمار
گائے سکے کون اسکی سمرن جسکو سمرے سرجن ھار
انکے یارن اصحابن پر اے رب بھیج درود سلام
دین کا بیڑا کھیون ھارے جن سے جگ پھیلا اسلام
جانین تجدین[2] دین کے کارن اور تجے اپنے گھر بار
سانچے نبی کو جن نا مانا ان[3] سے کٹھن کرے تلوار

= کرت رھے جان اور مال اپنے رب کے ناؤن سدا کربان =

سمرن[4] اب میں پیر اپنے کو مرشد کے بل جاؤن
گیان سرستی گر کی بانیں اونکے سمرن کے گن گاؤن
شاہ محمد شیر قادری انکے ناؤن کے سبھ بلہار
چاندنی اونکی ست دھرم کی چھائے رھی ھے جگ سنسار
بڑے پیر بغداد والے جو سب پیرون کے سردار
تنکے لڑی کے وے موتی ھیں سوبھا[5] سکری موتن کیار
واھی گھرانے کے دیپک ھیں جسکی جوت جگت اوجیار
پھول انھیں کی پھلواری کے جس سے سوھے[6] جگ پھلوار
آج دنا اونکے چرنن[7] سے جگمگ بستی ھے پیری بھیت
جھکت اکاس جو ھین بجھ جاتا جہان بست[8] ھے پیری بھیت
مانو پیری بھیت نگر مین دیپک بار دھرا کرتار
جوت دئے وہ جوت سے اپنے جو بچھ لاگ چلا سنسار

---

۱ - کیا -
۲ - دے دیں -
۳ - ان -
۴ - یاد، قربان جاؤں، عقل و معرفت -
۵-۶ - زینت -
۷ - قدم -
۸ - بستی -

سورج بھور[1] کو نکسے دھندا نت اٹھ ہوئے سلامی آئے
پاوے دمک جب اوس ڈیوڑھی سے دمکت تب بچھم لو جائے
چاند بچھونڑا اوس ڈیوڑھی سے جب لگ چاندنی گھٹتی جائے
چلے سلامی ہوں جو پورب تب سے جوت سو بڑھتی جائے
چودہ دنا کی منزل کر کے سنمکھ[2] ڈیوڑی پہونچیے جائے
چومی ڈیوڑھی ہوئی سلامی تب ھی سمپورن[3] ہویجائے
چہوں[4] اور سے خلقت وھاوے اپنے اپنے آس لگائے
ہوئے علاوت ملہن مرادیں خالی نراسی کوئی جائے
مانکھ[5] صورت گن فرشتہ دھری بسیا سرگ سواس
جگت لبھوبا ہار لگیا دھیر بندھیا الگھ سباس
گن اکسر کہ نینن ساھین دیکھین جسکی اور چتائے
تانبا ہوئے جو کائی جڑا بہا چھن میں کندن دئیے بنائے
جیسے پرسم کے رنگ میں بوڑیں تن وا کا وہی رچائے
دئییں بنائے سئون[6] ماٹی سے پوت سے موتی دئیں بنائے
چھتر کرامت سیس[7] براجے برکت اونکے چرن منائے
عظمت والا ایسے گنن کا اونسا ہنو لوک میں نائے
انہاہ[8] ابار پریم سمندر ھا سو انکے ہئے سمائے
کامیں گن ان کیر بکھانوں چٹے سمندر سکے نہ تہائے

---

۱ - صبح -
۲ - سامنے -
۳ - پورا -
۴ - چاروں طرف سے -
۵ - آدمی -
۶ - سونا -
۷ - سر -
۸ - نا پیدا کنار -

ہاتھ جوڑ میں عرج کرت ہون دیکھو میری اور چتائے
تمہرے در کا کہلاوت ہون دوجے کس سے مانگوں جائے
سانجھدھار میں میری نیا تاکے تم ہو کھیون ہار
اپنے سریدن اور داسن[1] کا بیڑا تمہی لگئیھو پار

=دوؤجگ مین ہمرے اوپر رکھیو چرنن کی پر چھان=

سمرن اپنے چچا پیر کو حاجی میاں شاہ دیدار
جنکی صورت کے درشن تے آنکھین سیتل[2] من اجیار
نگری لسیوئی اونکے چرنن سو ہے آج دنا گلزار
پھیلی سباسا سگرے جگ میں سگرا مہک رہا سنسار
سمرن اپنے چچا پیر کو حاجی میاں شاہ دیدار
جنکی صورت کے درشن سے آنکھیں سیتل من اجیار
نگری لیسوئی انکے چرنن سو ہے آج دنا گلزار
پھیلی سباسا[3] سگرے جگ میں سگرنا مہک رہا سنسار
رچے پریم کے رنگ میں ایسے جیسے پھول رچے رس لائے
پائے سباس فرشتے دھائے[4] جگت بھنور ہوئے رہا لبھائے
آنکھین رچین پریم کے رس میں جنکا گن برنا نا جائے
دیکھیں ایک نظر بھر جسکو تسکو[5] ترتی دئین رچائے
الکھ پیارے نبی دلارے جو بغدائد والے پیر
تنکے دیئے امرت ساگر سے پیئے بھئے ہین امرت نیر[6]

---

۱ - معتقد خدمت گار -
۲ - آنکھیں ٹھنڈی دل روشن -
۳ - خوشبو ساری دنیا میں -
۴ - دوڑے -
۵ - اس کو فوراً رچاویں -
۶ - آب حیات -

واھی نیر سے پیاسن کارن پہم کی ندیا دئی بہائے
پانی پی جو وا کا پاوے ھیا[1] کھلے کائی دھویجائے
واھی نیر سے باغ سہانا الکھ نیہ کا دیا رچائے
لاگے پریم کے پھل جہان تاھین چاکھے سو نرمل هویجائے
الکھ ناؤن کے پھوا لاگے جا لہ جو کوئی اونکو پائے
بھول جائے سو آپ اپنا الکھ ناؤن رٹ دیے اگائے
بھید اور مرم موندی[2] کلین کاسو پھولنکے سکھ آئے
الکھ سباس جو ہے پھولن میں سو کلین میں رکھی چھپائے
پھولن کلین بہ جیو اور من ھوئے ھوئے پون سو بل بل[3] جائے
ھرے ھرے پنون جیسے جگنو تیسے رہے فرشتے چھائے
رہے بہار سدا پیڑن پر آوے نہین کبھو پت[4] جھار
پھل اور پھول سو بانٹین نسدن اور نا گھٹے رہے برھوار
گن انکے مین تبرن[5] نیاون چھٹ اس سے اور کہانجائے
جیسے آپ آلکھ مل راچے تیسے دئی پھلوار رچائے
جگ کو چھوڑ الکھ مان میلے راکھی پہت نراکھی رات
میت[6] بھیئے اپنے پیتم کے اور پیتم بھا اونکا میت
ایک سانس کو بچھڑیں ناھین سمرین نت واھی کا ناؤن
دنیا کی پروائے نراکھیں بھرے پچھار سو لاگے پاؤن
الکھے جوت سانجے لکھ پاوے آوےجو اونکے پھلوار
بیٹھے آئے جو ان کے نیا تسکو کھئے لگاوین پار

---

۱ - دل -
۲ - بند -
۳ - قربان -
۴ - پت جھڑ -
۵ - بیان نہیں کر سکتا -
۶ - خدا سے محبت ہے -
۷ - خدا کا نور -

عرض کرون اب هاتھ جوڑ کے سو مری عرض سنو چتلائے
ندیا مانجھ پڑی موری نیا دیو کرم سے پار لگائے
میٹھے بول اور بچن[1] سہانے بولوں بیٹھ سہانی ڈار
مھری سہانی پھلواری کا سوہا[2] ہوئے کہے سنسار

= جیسے کھرگ[3] حضرت خالد کی تیسے موری چلے زبان =

سبب تالیف

سمرنی

تارے چاند سرگ پر سوہین دھرتی پر سوہین انسان
فوجین سوهین رنکھیتن مین سوهے فوجن بیچ نشان
تالن بیچ مچھریا سوهے اور دل بیچ سوهے سردار
کاری بدریا کوندا سوهے ہے رن پر سوهے تلوار
پھول کو سوهت ہے بغیا میں اور جگنو اندھریا رات
محفل مجلس اور سبھا میں سوهے خدا نبی کی بات
کاھے میں نے جج[4] بکھانی کاھے ایسی لکھی بنائے
سو مین عرض کرت هون تمسے سنیو یارو کان لگائے
پہلے عربی بولی مین تھی اچھی نینکی[5] بھلی کتاب
باتین سدھ[6] لکھین سب اسمین جس کا جگ میں نہیں جواب

---

۱ - بات -
۲ - طوطا -
۳ - تلوار -
۴ - لڑائی کا بیان کیا -
۵ - اچھی -
۶ - سچی -

حصّہ دوم

نامور اساتذہ

گزشتہ حصّے میں اورینٹل کالج کی تاریخ کے مختلف ادوار پر روشنی ڈالی گئی جس میں بعض اساتذہ کا ذکر بھی ضمناً آ گیا۔ اورینٹل کالج کے لیے یہ بات قابل فخر ہے کہ اس عظیم الشان ادارے کی تاریخ محض تعلیمی و تفریحی مشاغل کے بیان پر مشتمل نہیں بلکہ یہاں تدریس کے ساتھ ساتھ تحقیق و تصنیف کی بھی ایک مسلسل روایت پھلتی پھولتی رہی۔ اور اس روایت کی آبیاری میں مختلف ادوار میں ایسے فاضل اساتذہ نے حصہ لیا جو علم و تحقیق کی دنیا میں نامور مانے جاتے ہیں۔ ان نامور اساتذہ کے تذکرے کے بغیر اورینٹل کالج کی تاریخ مکمل نہیں کہی جا سکتی۔ ہر چند کہ اس مختصر تاریخ کی تنگ دامانی ان فاضل و نامور اساتذہ کے کارناموں کے بہ تفصیل جائزے کی متحمّل نہیں ہو سکتی کیونکہ ان میں سے اکثر حضرات کے علمی و تحقیقی کارنامے اتنے وقیع اور وسیع ہیں کہ ان کے تذکرے کے لیے پوری ایک ایک کتاب چاہیے۔ تاہم یہاں ان اساتذہ کے مجملاً حالات زندگی اور تصنیفات کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ یہ تذکرہ تاریخی ترتیب کے لحاظ سے پیش کیا جا رہا ہے۔

ڈاکٹر جی. ڈبلیو لائٹنر

(*Dr. Gottlieb Wilkelm Leitner*)

ایم - اے' پی ایچ - ڈی' ایل ایل - ڈی' ڈی - او - ایل' بارایٹ لاء

پرنسپل ۱۸۷۰-۱۸۸۶ع

اورینٹل کالج کے بانی اور پہلے پرنسپل ڈاکٹر گوٹلیب ولیم لائٹنر بڈاپسٹ (Budapest) ہنگری میں ۱۸۴۰ع میں پیدا ہوئے - اُن کے والد فزیشن (Physician) تھے - ۱۸۴۷ع میں وہ ترکی گئے - مالٹا پروٹسٹنٹ کالج میں تعلیم حاصل کی - پندرہ سال کی عمر میں جنگ کریمیا کے موقعہ پر ہر مجسٹی کمسیریٹ میں کرنل کے عہدے پر ترجمان اعلیٰ (Chief Interpreter) مقرر ہوئے - کچھ عرصہ قسطنطنیہ کے مدرسۃ العلوم اسلامی میں رہے - ۱۸۵۸ع میں کنگز کالج لندن میں آ گئے اور اعلیٰ تعلیم و تحقیق کا سلسلہ جاری رکھا - ۱۸۶۱ع میں لائٹنر کنگز کالج لندن میں عربی زبان و ادبیات اور اسلامی قانون کے پروفیسر مقرر ہوئے - اسی سال اُنہیں رائل ایشیاٹک سوسائٹی کا رکن بنایا گیا - ۱۸۶۲ع میں اُنہوں نے فری برگ (Freiburg) سے ایم - اے اور پی ایچ - ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں - جنوری ۱۸۶۴ع میں گورنمنٹ کالج لاہور کا قیام عمل میں آیا تو ڈاکٹر لائٹنر اس کالج کے پہلے پرنسپل مقرر کیے گئے لیکن اُنہوں نے نومبر ۱۸۶۴ع میں یہاں پہنچ کر اپنے

منصب کا چارج لیا - ڈاکٹر لائٹنر کے لاھور پہنچنے سے شمالی ھند علی الخصوص پنجاب کی علمی و تعلیمی فضا بے حد متاثر ھوئی اور بہت جلد یہاں ایک ھمہ گیر تعلیمی تحریک کا آغاز ھوا جو بالآخر پنجاب یونیورسٹی کے قیام پر منتج ھوئی -

ڈاکٹر لائٹنر کی شخصیت اتنی ھمہ گیر اور اُن کے علمی و تعلیمی کارنامے اتنے پہلودار ھیں کہ ان کا جائزہ لینے کے لیے ایک مفصّل کتاب کی ضرورت ھے - یہاں اُن کی شخصیت اور کردار کے چند پہلوؤں کے بارے میں محض اشارات سے کام لیا جا سکتا ھے -

ڈاکٹر لائٹنر علم و عمل دونوں کے مرد میدان تھے - وہ ایک سخت ضابطہ پسند منتظم لیکن ساتھ ھی ایک ھمدرد و شفیق اُستاد بھی تھے - وہ مشرق و مغرب کی پچیس زبانوں میں لکھ' پڑھ اور گفتگو کر سکتے تھے - شیکسپیئر پر وہ سند مانے جاتے تھے - لسانیات و صوتیات میں اُن کے تحقیقی کارناموں کا اعتراف بین الاقوامی علمی حلقوں نے کیا - مشرقی علوم و السنہ کے وہ ایک جیّد عالم تھے - علاوہ بریں وہ ایک ایسے ماھر تعلیم بھی تھے جو کسی ملک کی تہذیبی روایات اور وھاں کے باشندوں کی نفسیات اور مزاج کے مطابق تعلیمی نظریات کی تشکیل کر سکے - ڈاکٹر لائٹنر کی شخصیت کا یہ رخ ایسا ھے جس نے برعظیم کی تعلیمی تاریخ میں گہرے اثرات چھوڑے -

ڈاکٹر لائٹنر ایک ایسے وقت یہاں پہنچے جب برعظیم سیاسی محکومی کی زنجیروں میں جکڑا جا چکا تھا اور یہاں کے فکر و ذھن کو نئے سانچے میں ڈھالنے کے لیے ایک ایسے نظام تعلیم کا سلسلہ شروع ھو چکا تھا جو یہاں کے محکوم باشندوں کو علم کے صحیح مرتبے و مقام پر پہنچانے



ڈاکٹر جی ۔ ڈبلیو لائٹنر
پرنسپل ۱۸۷۰—۱۸۸۶ء

کی بجائے علم کا سطحی تصّور پیش کرتا تھا ۔ ڈاکٹر لائٹنر نے اس سامراجی نظام تعلیم کے خلاف زبردست جہاد کیا اور حقیقی معنوں میں سر زمین پنجاب و شمالی ہند میں حُریّت فکر کا بیج بویا ۔ اور اس مقصد کے لیے ایک ایسا تعلیمی نظریہ پیش کیا جس میں مشرق و مغرب کی ذھنی کاوشوں اور قدیم و جدید علوم کا صحیح امتزاج تھا ۔ یہ تعلیمی نظریہ یہاں کے باشندوں کے تہذیبی تصّورات اور ذھن و مزاج کے عین مطابق تھا ۔

ڈاکٹر لائٹنر نے جس وقت گورنمنٹ کالج کے پرنسپل کی حیثیت سے اپنے منصب کو سنبھالا اس وقت شمالی ھند اور پنجاب میں کلکتہ یونیورسٹی کا اقتدار مسلط تھا ۔ قطع نظر بُعد مسافت کے ' کلکتہ یونیورسٹی کے نصابات پنجاب اور شمالی ھند کی فضا اور ماحول سے بھی ھم آھنگ نہیں تھے ۔ نیز یہ نصابات زیادہ تر رٹنے رٹانے پر مبنی تھے جس کے لائٹنر شدید ترین مخالف تھے ۔ ڈاکٹر لائٹنر نے یہاں آتے ھی کلکتہ یونیورسٹی کے سطحی نصاب تعلیم اور شمالی ھند و پنجاب پر اس کے اقتدار کے خلاف پُرزور جہاد کیا اور اس میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی ھوئے ۔ اس مقصد کے لیے ڈاکٹر لائٹنر نے ۲۱ جنوری ۱۸۶۵ع کو انجمن پنجاب کی بنا ڈالی جو بہت جلد پنجاب کے اھل فکر و نظر کی نمائندہ بن گئی ۔ انجمن پنجاب نے اس خطّہ پاک کے باشندوں کی ذھنی بیداری میں جو قابل قدر حصہ لیا وہ تفصیلی مطالعے کا مقتضی ھے[۱] انجمن پنجاب نے اپنے قیام کے پہلے برس ھی ایک ھمہ گیر تحریک شروع کی جو اورینٹل یونیورسٹی

۱۔ اس کے لیے ملاحظہ ھو آغا محمد باقر کا مضمون "مرحوم انجمن پنجاب" مطبوعہ اورینٹل کالج میگزین بابت فروری و مئی ۱۹۳۳ع ۔

کی تحریک کے نام سے یاد کی جاتی ہے (جس کا جائزہ حصّہ اول میں لیا گیا) انجمن پنجاب کی اس تعلیمی تحریک نے اس خطّے کے عوام میں اتنی مقبولیت حاصل کر لی کہ نوابوں اور راجواڑوں سے لے کر عام کاشتکاروں، کسانوں اور کاروباری لوگوں نے اس تحریک کو لبیک کہا اور یونیورسٹی کے قیام کے لیے چندہ فراہم کیا۔ اس سے پہلے اس خطّے کی تاریخ میں بیداریٔ جمہور کی ایسی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اس بیداری کا سہرا ڈاکٹر لائٹنر کے سر ہے۔ اس تحریک کے نتیجہ میں بالآخر ۱۸۶۹—۱۸۷۰ع میں پنجاب یونیورسٹی کالج کا قیام عمل میں آیا۔ اور اس کے ساتھ ھی اورینٹل کالج معرض وجود میں آیا۔ ڈاکٹر لائٹنر یونیورسٹی کالج کے پہلے رجسٹرار اور اورینٹل کالج کے پہلے پرنسپل مقرر ھوئے۔ ڈاکٹر لائٹنر کی جد و جہد کا سلسلہ جاری رھا۔ ۱۸۷۶ع میں اُنہوں نے لارڈ لٹن (وائسرائے ھند) سے پنجاب یونیورسٹی کالج کو مکمل یونیورسٹی بنا دینے کا وعدہ لیا جس کی توثیق ۱۸۷۷ع کے شاھی دربار میں کی گئی۔ ۱۸۸۲ع میں پنجاب کو مکمل اور با اختیار یونیورسٹی مل گئی۔ ڈاکٹر لائٹنر پنجاب یونیورسٹی کے پہلے رجسٹرار مقرر ھوئے۔ یونیورسٹی کے پہلے کانووکیشن (منعقدہ ۱۸ نومبر ۱۸۸۲ع) پر ڈاکٹر لائٹنر کی خدمات کا اعتراف اُنہیں ڈی۔ او۔ ایل کی ڈگری عطا کرکے کیا گیا۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس کانووکیشن کی کاروائی اُردو میں ھوئی تھی۔

ڈاکٹر لائٹنر نے اپنی بصیرت اور مشرقی علوم و السنہ کے گہرے مطالعے کی بدولت اس حقیقت کو پا لیا تھا کہ اس ملک میں مغربی تعلیم کو ھر دلعزیز بنانے کے لیے ضروری ہے کہ قدیم مشرقی علوم کے بقا و احیاء

کو بھی نگاہ میں رکھا جائے جن میں عظیم مشرق کا فکری و ذہنی سرمایہ محفوظ ہے ۔ اُنہیں اس امر کا احساس تھا کہ اس ملک میں وہی نظام تعلیم کامیاب ہو سکتا ہے جو نئے تقاضوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ یہاں کے باشندوں کے نظریات و معتقدات اور تہذیبی ضرورتوں کو بھی ملحوظ رکھے ۔ ڈاکٹر لائٹنر قدیم مشرقی علوم کے بقا و احیاء کے علاوہ جدید مغربی علوم کے بھی ہوا خواہ تھے اور وہ خلوص نیت سے یہ چاہتے کہ یہاں کے باشندے ان علوم کو بھی سیکھیں ۔ لیکن وہ ان علوم کا ماحصل عوام کے حلقوں تک پہنچانا چاہتے تھے ۔ یہ مقصد اُسی صورت میں پورا ہوسکتا تھا کہ ان علوم کی تعلیم دیسی زبانوں میں ہو ۔ ڈاکٹر لائٹنر کا یہ شدید احساس تھا کہ مشرقی علوم و السنہ کو تقویت پہنچا کر اور جدید مغربی علوم کو دیسی زبانوں میں پڑھا کر ہی یہاں صحیح معنوں میں تعلیم عامہ کا سلسلہ ہمہ گیر کیا جا سکتا ہے ۔ مشرق و مغربی علوم کا یہ خوشگوار امتزاج برعظیم کی تعلیم عامہ کے لیے ایسا تیر بہدف نسخہ تھا کہ جو یہاں کے باشندوں کے ذہنی تصوّرات سے قریب تر تھا اور جسے وہ بآسانی قبول کر سکتے تھے ۔ اس نظریہ تعلیم کی بدولت ڈاکٹر لائٹنر یہاں کے عوام کے ہر دلعزیز رہنما بن گئے ۔

ڈاکٹر لائٹنر کو اپنے عظیم مقاصد کے حصول کے لیے قدم قدم پر اُن انگریز حاکموں اور حکومت کی پالیسیوں سے نبرد آزما ہونا پڑا جو میکالے کی تعلیمی حکمتوں کو پروان چڑھانے کے درپے تھے اور اس سلسلے میں ہر ایسی کوشش کے خلاف تھے جو یہاں کے باشندوں میں ملکی و قومی شعور پیدا کرسکے ۔ لیکن ڈاکٹر لائٹنر نے ہمت نہ ہاری اور نہایت بے جگری سے حکومت کی پالیسیوں کے علی الرغم عوامی

تعلیم کی جدوجہد کو جاری رکھا ۔ حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر لائٹنر اپنی ذات میں یہاں ایک ایسی قوت بن گئے تھے جس سے اکثر ارکان حکومت، خواہ وہ رتبے میں اُن سے برتر ہوں یا فرو تر، خائف رہتے تھے ۔ لیکن پنجاب کے عوام کے وہ محسن تھے ۔ اُنھوں نے یہاں رہ کر اُن کی تہذیبی جنگ لڑی ۔ طرح طرح کی مشکلات کے باوجود حکومت سے مشرقی علوم اور دیسی زبانوں کی اہمیت کو تسلیم کروایا ۔ یہ ڈاکٹر لائٹنر کی مسلسل جدوجہد اور ہمت و استقامت کا نتیجہ تھا کہ پنجاب یونیورسٹی نے اپنے مقاصد میں اُس تہذیبی شق کو سر عنوان بنایا جس میں دیسی زبانوں کی ترقی اور مشرقی علوم و السنہ کے فروغ کو بنیادی اہمیت دی گئی تھی ۔ یہ تہذیبی شق ۱۸۸۲ع سے ۱۹۵۵ع تک پنجاب یونیورسٹی کے دستور العمل کا جزو لاینفک بنی رہی ۔

لیکن ڈاکٹر لائٹنر اپنے عظیم مقاصد میں پوری طرح کامیاب نہ ہو سکے ۔ یہ جو کچھ حاصل ہوا انتہائی جد و جہد سے حاصل ہوا ۔ انھیں اس کے لیے حکمرانوں سے جو جنگیں لڑنا پڑیں ان کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ۔ اس محنت و مشقت کا خمیازہ ڈاکٹر لائٹنر کو اکثر خرابی صحت کی صورت میں بھگتنا پڑتا تھا ۔ اپریل ۱۸۸۶ع میں بھی وہ علالت، افسردگی اور دل شکستگی کے عالم میں رخصت (فرلو) پر یورپ گئے ۔ اس کے بعد وہ واپس نہ آ سکے اور وہیں ۱۸۸۷ع میں اپنے مناصب (پرنسپل اورینٹل کالج و پرنسپل گورنمنٹ کالج) سے سبکدوش ہوگئے ۔

سبکدوش ہونے کے بعد ڈاکٹر لائٹنر نے ووکنگ (انگلستان) میں قیام اختیار کیا ۔ ووکنگ میں اُنھوں نے رائل ڈرامیٹک کالج کی

عمارت حاصل کر کے اُسے اوریئنٹل انسٹی ٹیوٹ میں تبدیل کیا اور تحقیق و تصنیف کا مشغلہ جاری رکھا - ۱۸۹۰ع سے سہ ماھی ایشیاٹک ریویو (The Asiatic Quarterly Review) جاری کیا - اور آخری وقت تک مشرقی علوم کی خدمات سر انجام دیتے رہے - ڈاکٹر لائٹنر نے ۲۲ مارچ ۱۸۹۹ع کو بون (Boun) جرمنی میں وفات پائی -

(۱) عربی صرف و نحو (انگریزی و اردو) -

(۲) سنین اسلام (دو حصص) ۱۸۷۱ع ' ۱۸۷۶ع -

(3) The Languages and Races of Dardistan, 1877.

(4) The Theory and Practice of Education.

(5) The Races of Turkey, 1871.

(6) Bashgeli Kafirs and their Language, 1880.

(7) Discovery of Gracio-Budhistic Sculptures at Takht-Bahai.

(8) The Simla Dialect.

(9) Appendix to "Changars" And Linguistic fragments, 1882.

(10) Dardistan in 1866, 1886 and 1893.

(11) Hunza and Nagyr Handbook, 1893.

مولانا فیض الحسن سہارنپوری

صدر مدرس و سپرنٹنڈنٹ صیغہ عربی ۱۸۷۰–۱۸۸۷ع

برعظیم پاک و ھند میں عربی شعر و ادبیات کے نامور فاضل مولانا فیض الحسن فیض، سہارنپور کے ایک زمیندار گھرانے میں ۱۸۱۶ع (۱۲۳۲ھ) میں پیدا ھوئے - والد حافظ خلیفہ علی بخش ایک عالم فاضل بزرگ تھے - فیض الحسن نے ابتدائی تعلیم گھر پر اپنے والد سے حاصل کی اور مروّجہ عربی و فارسی کتبہ پڑھیں - کھیل کود کے علاوہ پہلوانی اور بنوٹ وغیرہ فنون سے بھی دلچسپی رھی - ۱۹، ۲۰ سال کی عمر میں شادی ھو گئی لیکن تحصیل علم کے شوق میں دلّی پہنچے - دلّی میں مفتی صدرالدین آزردہ سے اکتساب فیض کیا - شاہ احمد سعید مجددی اور آخون صاحب ولایتی (اخوند شیر محمد) سے، جو اس دور کے جلیل القدر فاضل تھے، حدیث کا درس لیا - مولانا فضل حق خیر آبادی سے معقولات و ادبیات کے اسباق پڑھے - مولانا امام بخش صہبائی، حکیم مومن خاں مومن، اسد اللہ خان غالب اور خاقانیٔ ھند ابراھیم ذوق کی شعری و ادبی محفلوں میں شریک رھے - شاعری میں امام بخش صہبائی کے شاگرد ھوئے - کچھ عرصہ تک رام پور اور لکھنؤ کے تعلیمی مرکزوں میں بھی رھے - دلّی کے ایک نامور طبیب حکیم امام الدین خان سے طبّ کی کتابیں پڑھیں - فارغ التحصیل ھونے کے

بعد دلی میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا - ۱۸۵۷ع کے انقلاب میں دلّی سے نکلے اور کچھ عرصہ تک سہارنپور میں طبّ پر گذر اوقات کرتے رہے - پھر علی گڑھ چلے گئے جہاں عربی کی چند کتابوں کا اردو میں ترجمہ کیا - اور ۱۸۷۰ع کے اوائل میں اورینٹل کالج کے قیام پر ڈاکٹر لائٹنر نے اُن کی خدمات کالج کے لیے حاصل کر لیں -

۱۸۷۰ع میں مولانا فیض الحسن صدر شعبۂ عربی و سپرنٹنڈنٹ تحقیق و تصنیف کی حیثیت سے اورینٹل کالج لاهور میں آ گئے - اُن کی علمی و تدریسی شہرت دور دراز گوشوں تک پہنچنے لگی اور تشنگان علم اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے لاهور کا رخ کرنے لگے - لاهور میں مولانا فیض الحسن کا قیام بازار حکیماں میں رہا - موسم گرما کی تعطیلات میں وہ اکثر سہارنپور چلے جاتے تھے اور وهاں بھی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھتے تھے - مولانا محمد قاسم نانوتوی بانئی مدرسۃ العلوم دیوبند اور مولانا فیض الحسن کے مراسم بڑے بے تکلفانہ تھے - دونوں هم عمر بھی تھے اور ایک هی بزرگ حاجی شیخ امداداللہ صاحب تھانوی مہاجر مکّی کے مرید بھی تھے -

اورینٹل کالج میں آ کر مولانا فیض الحسن نے درس و تدریس کے علاوہ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا - ۱۸۷۱ع میں اُنھوں نے سنین اسلام (اسلام کی سیاسی و علمی تاریخ دو جلدوں میں) کی تالیف میں ڈاکٹر لائٹنر کا هاتھ بٹایا - شرح سبعہ معلقہ (عربی ' فارسی ' اردو) ' شرح حماسہ ' رشیدیہ ' فیضیہ (علم مناظرہ - اردو) کی تالیف کے علاوہ اُنھوں نے دیوان حسان مرتب کیا - ان تالیفات کے علاوہ مولانا فیض الحسن اورینٹل کالج کے ماهوار علمی و تحقیقی مجلّہ

"شفاء الصدور" کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔

مولانا فیض الحسن سہارنپوری اوریئنٹل کالج کی عربی کی جماعتوں کے علاوہ گورنمنٹ کالج کی آرٹس کی جماعتوں کو بھی درس دیتے تھے۔ اوریئنٹل کالج میں ۱۷ برس تک تدریسی و تصنیفی خدمات سر انجام دینے کے بعد ٦ فروری ۱۸۸۷ع کو مولانا فیض الحسن وفات پا گئے۔ اُن کی نعش تابوت میں رکھ کر ریل میں سہارنپور لے جائی گئی اور وہیں تدفین ہوئی۔ مولانا فیض الحسن کی وفات کے بعد ان کے فرزند اکبر مولوی رشید احمد اوریئنٹل کالج میں بحیثیت مدرس عربی و فارسی ملازم ہوئے اور ۱۹۲۲ع تک یہ خدمت سر انجام دینے کے بعد سبکدوش ہوئے۔

مولانا فیض الحسن سہارنپوری نے عربی علوم و ادبیات کی جس شمع کو اوریئنٹل کالج میں فروزاں کیا اُس سے دور دور کے طالبان صادق نے اکتساب فیض کیا۔ مولانا شبلی نعمانی کا شمار بھی انہیں میں ہوتا ہے۔ بقول علامہ سیّد سلیمان ندوی :

"مولانا (فیض الحسن) اس پایہ کے ادیب تھے کہ خاک ہند نے صدیوں میں شاید ہی کوئی اتنا بڑا امام الادب پیدا کیا ہو"۔ (حیات شبلی)

تصنیفات : (مذکورہ بالا تالیفات کے علاوہ) التعلیقات علی الجلالین، تحفہ صدیقیہ۔ عروض المفتاح۔ ریاض الفیض۔ دیوان الفیض۔ حل ابیات بیضاوی۔

شمس العلما مولانا عبدالحکیم کلانوری

صدر مدرس فارسی جولائی ۱۸۷۲-۱۹۱٦ع

ادبیات فارسی کے فاضل مدرس، ۱۸۷۱ع میں اورینٹل سکول سے انٹرنس اور منشی عالم کا امتحان پاس کیا۔ منشی عالم کے امتحان میں اوّل آئے۔ ۱۸۷۲ع میں اورینٹل کالج سے مولوی عالم کے امتحانات پاس کیے اور اسی سال کالج میں مدرس فارسی مقرر ہوئے۔ ۱۸۷۳ع میں مولوی فاضل کے امتحان میں شریک ہوئے۔ پنجاب یونیورسٹی کالج میں اس سال عربی کا یہ پہلا بڑا امتحان ہوا۔ مولوی عبدالحکیم اس امتحان میں اوّل آئے۔ دوسرے نمبر پر مولوی جلال‌الدین تھے۔ اس کے بعد مولوی عبدالحکیم صدر مدرس فارسی بنائے گئے۔ سبکدوش ہونے تک وہ اسی منصب پر فائز رہے۔ مولانا محمد حسین آزاد کے سبکدوش ہونے کے بعد ۱۸۹۰ع میں شعبۂ فارسی کے سپرنٹنڈنٹ (تصنیف وتالیف) بنائے گئے۔ ۱۹۰۳ع میں شمس العلما کا خطاب ملا۔ ۱۹۱۴ع میں تقریباً ۴۴ برس کی ملازمت کے بعد دو سال کی رخصت سبکدوشی پر چلے گئے۔ اُردو، فارسی، عربی میں کئی کتابیں تصنیف و تالیف کیں۔

تصنیفات و تالیفات: مبہمات القرآن۔ کنز الادب۔ قواعد فارسی۔ رسالہ صنائع بدائع۔ ہدایت الاملا۔ تاریخ معجم (فارسی تاریخ، مرتبہ

۱۸۸۴—۱۸۸۵ع) ۔ انتخاب درہ نادر (تاریخ) ۔ انتخاب ناسخ التواریخ ۔ جلاء القلوب (۱۸۹۸ع) ۔ تفسیر المبہات (علم تفسیر) ۔ شرح قصیدہ لامیہ (۱۹۱۲ع) ۔

پنڈت گورو پرشاد ایم ۔ ایم

ہیڈ پنڈت و سپرنٹنڈنٹ صیغہ سنسکرت اکتوبر ۱۸۷۲—۱۸۹٤ع

سنسکرت و ہندی کے نامور فاضل، آبائی وطن بنارس تھا ۔ اکتوبر ۱۸۷۲ع میں اورینٹل کالج کے شعبۂ سنسکرت میں بحیثیت ہیڈ پنڈت ملازم ہوئے ۔ سپرنٹنڈنٹ شعبہ سنسکرت، ہندو لاء لیکچرار اور میکلوڈ کشمیر سنسکرت ریڈر کے فرائض بھی انجام دیتے رہے ۔ پنجاب یونیورسٹی کے قیام پر یونیورسٹی کے فیلو مقرر ہوئے ۔ ۱۸۹۳ع کے آخر میں رخصت علالت پر بنارس چلے گئے اور وہیں ۱۲ مارچ ۱۸۹٤ع کو ان کا انتقال ہوا ۔ اورینٹل کالج کمیٹی اور پنجاب یونیورسٹی سنڈیکیٹ نے اُن کی وفات پر قرار داد تعزیت منظور کرتے ہوئے اُن کی بیش بہا تدریسی، تحقیقی خدمات کا اعترف کیا ۔

تصنیفات و تالیفات :

Lalta char.
Bhasha Mumarnish.
Indian Vaidak Literature.
Parasar Smriti (Hindi Translation).
Bhasha Vimarsha.
Siddhant Kaumudi (Hindi translation of Panini's Grammar).
Prakrit Vyakaranam.

مولوی محمد الـــدین

ایم - او - ایل

مدرس دوم فارسی ۶ اگست ۱۸۷۳–۱۸۹۸ء

مولوی محمد الدین ۳ جمادی الاول ۱۲۶۷ھ (۱۸۵۱ع) کو لاهور میں پیدا هوئے - بچپن میں پہلے قرآن مجید حفظ کیا - پھر فارسی و عربی کتب کا مطالعہ شروع کیا - ۱۹ سال کی عمر میں کتب درسیہ فارسی و عربی و طبّ سے فراغت پائی - اور پھر اورینٹل سکول و کالج میں داخل هوئے - ۱۸۷۰ع میں مولوی کا امتحان پاس کیا - ۱۸۷۱ع میں انٹرنس اور منشی عالم کے امتحانات پاس کیے - ۱۸۷۲ع میں مولوی عالم کا امتحان پاس کیا - ۱۸۷۴ع میں مولوی فاضل اور منشی فاضل کے امتحانات پاس کیے - اگست ۱۸۷۳ع میں اورینٹل کالج میں فارسی کے مدرّس دوم مقرر هوئے - تنخواہ چالیس روپے ماهوار تھی - ۱۸۸۳ع میں ایم - او - ایل کا امتحان پاس کیا - ۱۸۸۷ع سے سیکنڈ منشی کے علاوہ اسسٹنٹ پروفیسر مقرر هوئے - تنخواہ ۶۰ روپے ماهوار تھی - ۱۸۹۰ع میں ستّر روپے اور ۱۸۹۵ع میں تنخواہ نوّے روپے ماهوار تھی - مولوی محمدالدین زیادہ تر گورنمنٹ کالج کی ایف - اے اور بی - اے کی جماعتوں کو عربی فارسی پڑھاتے تھے - اس اعتبار سے شاعر مشرق علّامہ اقبال بھی ۱۸۹۵–۱۸۹۷ع میں اُن کے شاگرد تھے -

۲۵ برس کی ملازمت کے بعد مولوی محمد الدین ۲۶ نومبر ۱۸۹۸ء کو انتقال فرما گئے - مرحوم نے فارسی اور اردو میں متعدد کتابیں تصنیف و تالیف کیں - چند کتابوں کے نام درج ذیل ھیں :

روضۃالادباء (عرب شعرا و ادباء و علماء کے حالات - ماخذ ابن خلکان ' اغانی ' ابن خلدون ' ابوالفدا) مرتبہ ۱۸۷۶-۱۸۷۸ع مطبوعہ ۱۸۷۹ع - غایۃ الارب فی تاریخ العرب (اردو) - قلائد الذھب فی فواید الادب (عربی) ' حل لغات الف لیلہ (فارسی) - مختصر السیر فی احوال خیر البشر المعروف بہ بستان محمدی ' منتخبات اخلاق ناصری - تبیان الصنائع ' فلسفہ ھملٹن ' مخزن الفوائد (فارسی قواعد) - میزان الاخلاق -

---

شمس العلما مُفتی مولانا محمد عبداللہ ٹونکی

یکم مئی ۱۸۸۳-۱۹۱۷ع

عربی کے مشہور فاضل ' مفتی عبداللہ ٹونکی قدیم درس گاھوں کی پیداوار تھے - عربی ادبیات کی تعلیم مولانا فیض الحسن سے حاصل کی اور دینیات کا درس مولانا احمد علی محدّث سے لیا - یکم مئی ۱۸۸۳ع سے اوریئنٹل کالج میں عربی کے مُدرّس دوم مقرر ھوئے - تنخواہ چالیس روپے ماھوار تھی - ۱۸۸۶ع میں پنجاب یونیورسٹی کا مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا - مولانا فیض‌الحسن سہارنپوری کے انتقال (۶ فروری ۱۸۸۷ء) کے بعد عربی کے صدر مُدرّس مقرر ھوئے اور تنخواہ اسّی روپے

ماہوار ہوگئی ۔ مولانا محمد حسین آزاد کے سبکدوش ہونے کے بعد مُفتی عبداللہ ٹونکی شعبۂ عربی کے سپرنٹنڈنٹ بھی ہوگئے ۔ اس وقت تنخواہ سو روپے اور ۱۸۹۵ء سے ۱۲۰ روپے ہوگئی ۔ ۱۸۹۷ء میں چند ماہ کے لیے قائم مقام پرنسپل کے فرائض بھی انجام دیے چنانچہ اس سال کالج کی سالانہ رپورٹ انھوں نے پیش کی ۔ ۱۹۰۳ء میں شمس العلما کا خطاب ملا ۔ ۱۹۰۸ء میں حج کا فریضہ ادا کیا ۔ ۱۹۱۳ء میں طویل رخصت پر چلے گئے ۔ ۱۹۱۵ء میں واپس آئے اور ۱۹۱۷ء میں تقریباً ۳۴ سال کی ملازمت کے بعد رخصت سبکدوشی پر چلے گئے ۔ کچھ عرصہ دارالعلوم ندوہ کے مدرس اعلیٰ رہے ۔ اس کے بعد مدرسہ عالیہ کلکتہ کے صدر مدرس مقرر ہوگئے ۔ یہاں سے بیمار ہوکر اپنے صاحبزادہ مفتی انوارالحق ایم ۔ اے (پنجاب) ناظم و مشیر تعلیمات بھوپال کے پاس چلے گئے جہاں ۷ نومبر ۱۹۲۰ء کو بعارضہ فالج انتقال کیا ۔ سیّد سلیمان ندوی کے قول کے مطابق وفات کے وقت مفتی صاحب کی عمر ستر (۷۰) سال کے قریب ہوگی (بحوالہ یاد رفتگان)

تصانیف : (۱) التعلیقات علی شرح سُلّم العلوم ۔

(۲) عُجالة الراکب فی امتناع کذب الواجب ۔

(۳) فتاویٰ صابریہ ، شرع محمدی اردو) چہار جلد ۱۹۰۸ء — ۱۹۱۱ء ۔

(۴) تحریر اقلیدس (عربی سے اردو ترجمہ) جلد اول ۱۹۰۲ء ۔

(۵) الانوار الزاهیه فی دیوان ابی العتاهیه ۔

شمس العلما مولانا محمد حسین آزاد

اسسٹنٹ پروفیسر عربی اکتوبر ۱۸۸٤ – ۱۸۹۰ء

اردو کے نامور انشا پرداز، مولانا آزاد دھلی میں ۱۸۳۰ء میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام مولوی محمد باقر تھا۔ جنہوں نے ۱۸۳۷ء میں اردو کا دوسرا صحیفہ "اردو اخبار" جاری کیا۔ آزاد نے دلّی کالج میں تعلیم حاصل کی۔ شاعری میں خاقانیٔ هند شیخ ابراهیم ذوق دهلوی کے شاگرد ہوئے اور ان کی معیّت میں دلّی کی شاعرانہ محفلوں میں شریک ہوتے رہے۔ ۱۸۵۷ء کے انقلاب کے بعد آزاد آوارۂ وطن ہوئے۔ مولوی محمد باقر انگریزوں کے انتقام کا شکار ہو گئے۔ آزاد بے سروسامانی کے عالم میں مختلف جگہوں پر گھومتے پھرے اور بالآخر ۱۸٦۴ء میں لاهور آ گئے۔ لاهور آ کر سر رشتہ تعلیم پنجاب میں ملازمت کر لی۔ پہلے نائب سرشتہ دار اور پھر محرّر ہوئے۔ جولائی ۱۸٦۵ء سے مارچ ۱۸٦٦ء تک وسط ایشیا اور ایران میں کار خاص پر متعیّن رہے۔ پھر کچھ عرصہ گورنمنٹ بک ڈپو میں مترجم کی حیثیت سے کام کیا۔ ۵۔ جولائی ۱۸٦۹ء سے گورنمنٹ کالج لاهور میں ۱۵۰ روپے ماهوار پر اسسٹنٹ پروفیسر عربی مقرر ہوئے۔

۱۸۸۴ء میں گورنمنٹ کالج کی علوم مشرق کی جماعتیں بند کر دی گئیں اور ان مضامین کی تدریس کا کام اورینٹل کالج کی تحویل میں دے

دیا گیا ۔ گورنمنٹ کالج کے السنہ شرقیہ کے اساتذہ مولانا محمد حسین آزاد اور پنڈت بھگوان داس کو بھی اورینٹل کالج میں تبدیل کر دیا گیا ۔ چنانچہ مولانا محمد حسین آزاد یکم اکتوبر ۱۸۸۴ع سے اورینٹل کالج میں اسسٹنٹ پروفیسر (عربی) کی حیثیت سے متعین ہو گئے ۔ ۳۰ اکتوبر ۱۸۸۵ع سے ۳۱ مارچ ۱۸۸۶ع تک وہ رخصت پر رہے ۔ مولانا فیض الحسن سہارنپوری کی وفات (۶ فروری ۱۸۸۷ع) کے بعد مولانا محمد حسین آزاد شعبۂ عربی کے سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئے ۔ اسی سال (۱۸۸۷ع) انہیں شمس العلما کا خطاب ملا ۔ ۱۸۸۹ع میں ان کی تنخواہ ۱۷۰ روپے ہوار ہو گئی ۔ ۱۶ اکتوبر ۱۸۸۹ع سے آزاد چھ ماہ کی رخصت علالت پر چلے گئے ۔ اس زمانے میں آزاد اختلال دماغ کے عارضے میں مبتلا ہو گئے تھے ۔ اورینٹل کالج کمیٹی اور یونیورسٹی سنڈیکیٹ نے ان کی رخصت میں ۱۵ اپریل سے ۱۵ اکتوبر ۱۸۹۰ع (یعنی چھ ماہ) تک مزید توسیع کر دی ۔

رخصت کے دوران میں ہی ان کی مدت ملازمت ختم ہو گی ۔ دسمبر ۱۸۹۰ع میں اورینٹل کالج کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ مولوی صاحب کو پنشن پر سبکدوش کر دیا جائے ۔ جنوری ۱۸۹۱ع میں سنڈیکیٹ نے طے کیا کہ پنشن کی سفارش گورنمنٹ کے پاس بھیجی جائے ۔ جون ۱۸۹۱ع میں سینیٹ نے اس فیصلے کی توثیق کر دی اور گورنمنٹ نے ۱۸۹۲ع میں پچاس روپے ماھوار پنشن منظور کی ۔ دو سال بعد یہ پنشن بڑھا کر ۷۵ روپے ماھوار کر دی گئی ۔ آخر عمر تک مولانا آزاد حالت جنون میں رہے ۔ ۲۲ جنوری ۱۹۱۰ع کو ان کا انتقال ہو گیا ۔ لاھور میں مدفون ہوئے ۔

مولانا محمد حسین آزاد مدّرس کے علاوہ ایک صاحب طرز ادیب ' شاعر ' محقق' مؤرخ ' زبان داں بھی تھے - اُنہوں نے سررشتہ تعلیم کے لیے اردو و فارسی کی ریڈریں لکھیں - تالیف و تراجم پر نظر ثانی کا کام سرانجام دیا - " اتالیق پنجاب " کے نائب مدیر رہے - مولانا آزاد ۱۸٦۷ع میں انجمن پنجاب کے سیکرٹری مقرر کیے گئے - اسی سال اُنہوں نے انجمن پنجاب کے ایک علمی جلسے میں شاعری پر ایک مقالہ پڑا ' جسے جدید تنقید کی خشت اول کہا جا سکتا ہے - مئی ۱۸۷۴ع میں اُنہوں نے انجمن پنجاب کے نئی طرز کے مشاعروں کی طرح ڈالی اور شاعری کے ایک نئے دبستان کی بنیاد رکھی -

تصانیف : آب حیات ' نیرنگ خیال (جلد اوّل و دوم)' قصص الہند ' سخندان فارس' نگارستان فارس' قند پارسی' دربار اکبری' دیوان ذوق (مرتبہ آزاد)' نظم آزاد ' فارسی ریڈریں (دو حصے) ' قدیم اردو ریڈریں (تین حصے)' قواعد اردو -

مولوی محمد الدین مختار

مدّرس فارسی ۱۸۸۷—۱۹۲۲ع

فروری ۱۸۸۷ع سے اوریئنٹل کالج میں صیغۂ سکول کے مدرس مقرر ہوئے (تنخواہ پندرہ روپے ماہوار تھی) - مولوی محمد الدین ایم-او-ایل کی وفات (۲٦ نومبر ۱۸۹۸ع) کے بعد کالج میں فارسی کے مدرس دوم مقرر ہوئے- (تنخواہ چالیس روپے ماہوار) - ۱۹۱۳ع میں مولوی

عبدالحکیم کے رخصت پر چلے جانے کے بعد مولوی محمد الدین مختار قائم مقام صدر مدرس فارسی (ہیڈ منشی) مقرر ہوئے اور بعد میں مستقل ہوگئے (تنخواہ ۱۲۰ روپے ماہوار) - ۱۹۲۲ع میں مولوی محمد الدین مختار رخصت سبکدوشی پر چلے گئے - متعدد کتابیں تصنیف و تالیف کیں جن کی فہرست درج ذیل ہے :

خلاصہ اخلاق ناصری ، رسالہ صنائع بدائع ، خلاصہ مخزن الفوائد ، شرح قصائد خاقانی ، شرح تحفتہ الاحرار ، جامی ، شرح اخلاق ناصری ، خلاصہ اخلاق جلالی ، شرح مخزن اسرار ، رفیقی نامہ ، روضتہ الابرار ، مختصر تاریخ کشمیر -

ڈاکٹر سر مارک آرل سٹائین

(*Sir Marc Aurel Stein*)

ایم - اے ، ڈی - فل ، ڈی - لٹ (آکسفورڈ) ، ڈی - ایس سی (کیمبرج) ، ڈی - او - ایل (پنجاب)

پرنسپل و پروفیسر سنسکرت ۱۸۸۸-۱۸۹۹ع

ڈاکٹر سر مارک آرل سٹائین بڈاپسٹ (Budapest) ہنگری میں ۲۶ نومبر ۱۸۶۲ع کو پیدا ہوئے - ان کے والد ایم - این سٹائین بڈاپسٹ کے ایک تاجر تھے - مارک آرل سٹائین نے ابتدائی تعلیم بوڈاپسٹ اور ڈریسڈن میں حاصل کی - ۱۸۷۹-۱۸۸۳ع کے عرصہ میں وائنا یونیورسٹی میں السنہ شرقیہ اور آثار قدیمہ (ہند و ایران) کا مطالعہ کرتے رہے - ۱۸۸۳ع میں ڈاکٹر آف فلالوجی کی ڈگری حاصل کی -

۱۸۸۵ع–۱۸۸۷ع کے عرصے میں آکسفورڈ اور لندن میں قدیم ایرانی صوتیات اور قدیم تاریخ ہند کے سلسلے میں تحقیقی کام کرتے رہے ۔ اس مقصد کی خاطر ہندوستان کا سفر بھی کیا ۔ ڈاکٹر آرل سٹائین ۱۸۸۸ع میں اوریئنٹل کالج لاہور کے پرنسپل اور پنجاب یونیورسٹی کے رجسٹرار مقرر ہوئے ۔ یکم فروری ۱۸۸۸ع سے انہوں نے ان دونوں عہدوں کا چارج لیا ۔

ڈاکٹر لائٹنر کے سبکدوش ہونے کے بعد اوریئنٹل کالج کے تنظیمی حالات کچھ ابتر سے ہو گئے تھے ۔ چنانچہ اسی زمانے میں کالج کمیٹی نے سینیٹ پنجاب یونیورسٹی کی ہدایت پر ایک تحقیقاتی کمیٹی قائم کی تھی جس کے نتیجے میں ۱۸۸۸ع میں کالج کی تنظیم نو کی گئی اور علمی جماعتیں کالج سے جدا کر دی گئیں ۔ ڈاکٹر آرل سٹائین نے اس موقعہ پر اوریئنٹل کالج کے انتظامی اور تدریسی و تحقیقی امور کو درست بنانے میں بہت کام کیا ۔ وہ گیارہ سال سے زائد عرصہ تک اوریئنٹل کالج کے پرنسپل رہے اور اس عرصے میں کالج از سر نو اپنی دیرینہ روایت پر گامزن ہو گیا ۔ ڈاکٹر آرل سٹائین نے اس دوران میں تدریس و تحقیق کے سلسلے میں بیش قدر خدمات سرانجام دیں ۔ انہوں نے ۱۸۹۴ع–۱۸۹۵ع میں مہاراجہ جموں و کشمیر کے کتب خانہ رگھوناتھ مندر کے پانچ ہزار سنسکرت مخطوطات کیٹلاگ کیے ۔ علاوہ بریں پنڈت کلہن کی قدیم تاریخ کشمیر بہ زبان سنسکرت مرتب کرنے کے علاوہ اس کا انگریزی ترجمہ کیا اور حواشی لکھے ۔ ۱۸۹۹ع میں ڈاکٹر آرل سٹائین انڈین ایجوکیشن سروس میں شامل ہو گئے اور ۲۸ اپریل ۱۸۹۹ع کو اپنے عہدوں (پرنسپل اوریئنٹل کالج و رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی) سے مستعفی ہو کر مدرسہ کالج کلکتہ



ڈاکٹر سرمارک آرل سٹائین

پرنسپل ۱۸۸۸—۱۸۹۹ع

میں بحیثیت پرنسپل چلے گئے - ۱۹۰۰ع—۱۹۰۱ع میں ڈاکٹر آرل سٹائین نے چینی ترکستان (ختن کے علاقے) میں آثار قدیمہ کی کھدائی کا کام کیا اور کئی مدفون مقامات دریافت کیے - اس تحقیق کے نتیجے میں کئی قیمتی کتبے منظر عام پر آئے جن سے هندوستانی تهذیب کے اس دور پر روشنی پڑی جب بدھ مت مشرق ترکستان میں پھیلا تھا - علاوہ بریں هندوستانی ، چینی اور تبتی زبانوں کے قدیم رسم الخط کے نمونے معلوم هوئے - ۱۹۰۲ع کی عالمی اورینٹل کانگرس نے ڈاکٹر آرل سٹائین کے ان اکتشافات کا پرزور اعتراف کیا -

۱۹۰۲ع میں ڈاکٹر آرل سٹائین انسپکٹر آف سکولز پنجاب مقرر هوئے - ۱۹۰۴ع میں سرحد اور بلوچستان میں انسپکٹر جنرل تعلیمات مقرر هوئے - ۱۹۰۹ع میں انہیں آرکیالوجی سروے آفیسر بنا دیا گیا - ۱۹۱۳--۱۹۱۶ع میں انہوں نے وسط ایشیا اور ایران میں آثار قدیمه کی کھدائی کا کام کیا - دسمبر ۱۹۱۹ع میں پنجاب یونیورسٹی نے انہیں ڈی - او - ایل کی ڈگری دی - ۱۹۲۶—۱۹۲۸ع میں صوبہ سرحد ، بلوچستان ، قلات اور خاران میں کھدائی کا کام کیا - ڈاکٹر آرل سٹائین ۱۹۲۹ع میں ملازمت سے سبکدوش هو گئے - لیکن تحقیق و دریافت کا شغل جاری رکھا - ۱۹۳۲—۱۹۳۴ع میں ایرانی بلوچستان سے خلیج فارس تک اور ۱۹۳۵—۱۹۳۶ع میں کردستان میں تحقیقی کام کرتے رهے - ڈاکٹر سر آرل سٹائین نے نومبر ۱۹۴۳ع میں انگلستان میں وفات پائی -

تصنیفات و تالیفات :

(1) Kalhana's Chronicle of the kings of Kashmir,

(Translated and annotated 1892-98.) 2 Vol. Printed London, 1900.[1]

(2) White Huns and kindred tribes in *Indian History*, *(1897)*.

(3) The Castle of Lohara (1897.).

(4) Sand-buried Ruins of Khotan, 1903-1921.

(5) Ancient Khotan, 2 vol. 1908.

(6) Ruins of Desert Cathay.

(7) In Memorian—T.W. Arnold, 1932.

مہا مہاؤ پادیہ پنڈت سیوادت

ہیڈ پنڈت و سپرنٹنڈنٹ صیغہ سنسکرت ۱۸۹۴–۱۹۲۶ع

سنسکرت زبان و ادبیات کے نامور فاضل ' پنڈت سیوادت' پنڈت گورو پرشاد کے انتقال پر یکم مئی ۱۸۹۴ سے اوریئنٹل کالج میں بحیثیت ہیڈ پنڈت و سپرنٹنڈنٹ شعبہ سنسکرت ملازم ہوئے۔ اوریئنٹل کالج میں آنے سے

---

(۱) پنڈت کلہن کی قدیم تاریخ کشمیر "راج ترنگنی" راجہ جے سنگھ کے عہد میں ۹-۱۱۴۸ع میں بزبان سنسکرت لکھی گئی جس کا انگریزی ترجمہ (معہ حواشی) ڈاکٹر آرل سٹائین نے ۱۸۹۲ تا ۱۸۹۸ع کے دوران میں کیا - اس مقصد کے لیے ڈاکٹر آرل سٹائین کی خدمات حکومت کشمیر نے حاصل کی تھیں اور صاحب موصوف وقتاً فوقتاً رخصت پر کشمیر جا کر یہ کام سر انجام دیتے رہے - "راج ترنگنی" کا اردو ترجمہ دو ضخیم جلدوں میں ٹھاکر اچھر چند شاہپوریہ نے کیا جو ۱۹۱۲ع میں سیوک سٹیم پریس لاہور میں چھپا - یہ اردو ترجمہ ' جو سادا ' سادہ اور شگفتہ ہے 'ڈاکٹر آرل سٹائین کے انگریزی ترجمہ اور اصل تصنیف کو پیش نظر رکھ کر کیا گیا ہے -

پہلے وہ سنسکرت کالج جے پور میں لیکچرار اور Kavyamala کے ایڈیٹر
رہے - اورینٹل کالج میں بتیس (۳۲) سال سے زائد عرصہ تک تدریسی و
تصنیفی خدمات سر انجام دینے کے بعد پنڈت سیوادت (مہا مہاؤ پادیہ)
۹ اکتوبر ۱۹۲۶ء کو سبکدوش ہوئے۔

تصنیفات و تالیفات :

Critical editions of :

(1) Yudhishthiravijayakavya ;
(2) Raghavapandavigakavya ;
(3) Amrtodayanataka ;
(4) Srngarabhushana ;
(5) Yasastilakcampu ,
(6) Alamkarakanstubha ;
(7) Hirasaubhagyakavya :
(8) Vrihatkathemanjari. (all published in the "Kavyamala" Series, Bombay), 1897—1899.
(9) Alamkarakaustubha.
(10) Kavya Mala Yashastilaka.
(11) Mahabhashyasya Samshodhanam.
(12) Sarala Sidhanta Kaumudi.
(13) Notes on Patanjalis Mahabhashya.
(14) Notes of Tatva Bodhini Commentary of Sidhanta Kaumudi.
(15) Nirukta Shodhan Commentary.
(16) Bal Sanskrit Samlapa, 2 Parts.
(17) Hitopdesha (Hindi translation).
(18) Pancha Tantra.
(19) Nirukta Tippani.
(20) A Commentary on Nirukta.
(21) Sidhanta Koumudi Siva Vaidic Prakran Vyakhya.
(22) Nirukta Lochan Khandan.

سر ٹامس آرنلڈ

(پروفیسر فلسفہ گورنمنٹ کالج لاہور)

پرنسپل اورینٹل کالج اپریل ۱۸۹۹ع تا نومبر ۱۸۹۹ع و
ستمبر ۱۹۰۲ع تا اپریل ۱۹۰۳ع

سر ٹامس واکر آرنلڈ (Sir Thomas Walker Arnold) ڈیون پورٹ (Devonport) انگلستان میں ۱۹ اپریل ۱۸٦۴ع کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم پلیماؤتھ (Plymouth) ھائی سکول میں حاصل کی - سولہ برس کی عمر میں وہ اپنے خاندان کے ساتھ لندن میں آ بسے - یہاں آ کر آرنلڈ نے سٹی سکول آف لندن میں داخلہ لیا - ۱۸۸۳ع میں آرنلڈ کیمبرج چلے گئے اور میگڈیلن کالج میں داخل ہوئے۔ آنہیں کلاسکس (یونانی و لاطینی) میں آنرز کورس کے لیے سکالرشپ ملا تھا - کلاسکس کے علاوہ آنہوں نے علوم کے دوسرے شعبوں علی الخصوص تاریخ اور مشرق و اسلامی علوم میں بھی دلچسپی لینا شروع کی اور اس سلسلے میں کیمبرج کے فضلا سے رابطہ پیدا کیا - پروفیسر کاویل (Cowell) اور پروفیسر رابرٹسن سمتھ (مستشرقین) سے فیض حاصل کیا - آرنلڈ نے یورپ کی زبانوں میں فرانسیسی' جرمن اور اطالوی پر مہارت کے علاوہ ڈچ' ھسپانوی' پرتگالی اور روسی پر بھی قدرت حاصل کر لی - مشرقی زبانوں میں عربی' فارسی اور سنسکرت سے آن کی دلچسپی روز بروز بڑھتی گئی -



سرٹامس آرنلڈ

پرنسپل
اپریل ۱۸۹۹—نومبر ۱۸۹۹ع
ستمبر ۱۹۰۲—اپریل ۱۹۰۳ع

۱۸۸۸ء میں ٹامس آرنلڈ ایم۔ اے۔ او کالج علی گڑھ میں پروفیسر مقرر ہو کر ہندوستان آئے۔ علی گڑھ کے زمانۂ قیام میں اُن کی شخصیت پر اسلامی علوم و تہذیب کے گہرے اثرات پڑے۔ علّامہ شبلی نعمانی اور آرنلڈ نے ایک دوسرے سے استفادہ کیا۔ ۱۸۹۸ء میں آرنلڈ محکمہ تعلیم میں ملازم ہوگئے اور ۱۱ فروری ۱۸۹۸ء سے گورنمنٹ کالج لاہور میں فلسفے کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ اپریل ۱۸۹۹ء میں اورینٹل کالج کے پرنسپل ڈاکٹر ایم-اے سٹائن مستعفی ہو کر کلکتہ (بحیثیت پرنسپل مدرسہ کالج) چلے گئے تو پروفیسر آرنلڈ اُن کی جگہ قائم مقام پرنسپل مقرر ہوئے۔ اُنہوں نے ۲۳ نومبر ۱۸۹۹ء تک اس منصب کے فرائض سرانجام دیئے۔ اس کے بعد ڈاکٹر اے۔ ڈبلیو سٹراٹن اورینٹل کالج کے پرنسپل بن کر آ گئے اور پروفیسر آرنلڈ گورنمنٹ کالج میں اپنے منصب پر چلے گئے۔ ڈاکٹر سٹراٹن کے انتقال (۲۳ اگست ۱۹۰۲ء) کے بعد پروفیسر آرنلڈ نے دوبارہ قائم مقام پرنسپل اورینٹل کالج کے فرائض انجام دینے شروع کیے۔ حتیٰ کہ اپریل ۱۹۰۳ء میں مسٹر اے۔ سی وولنر کالج کے مستقل پرنسپل مقرر ہو کر آ گئے اور پروفیسر آرنلڈ پھر گورنمنٹ کالج میں چلے گئے۔

پروفیسر آرنلڈ ۱۹۰۴ء میں انڈیا آفس لائبریری میں اسسٹنٹ لائبریرین کی حیثیت سے چلے گئے۔ تھوڑے دلوں بعد وہ یونیورسٹی کالج لندن میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوگئے۔ ۱۹۰۹ء میں انڈیا آفس نے اُنہیں انگلستان میں ہندوستانی طلبہ کا مشیر بھی مقرر کیا۔ علاوہ بریں وہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے ایک ایڈیٹر کی حیثیت سے بھی اہم خدمت انجام دیتے رہے۔ ۱۹۲۱ء میں پروفیسر آرنلڈ کو سر کا خطاب ملا۔

پروفیسر آرنلڈ اپنی زندگی کے آخری ایّام تک تحقیق و تصنیف و تدریس کا مقدس فریضہ انجام دیتے رہے - ۱۹۳۰ع کے اوائل میں وہ مصر گئے اور قاہرہ یونیورسٹی میں لیکچرز دیئے - مصر سے قسطنطنیہ ہوتے ہوئے انگلستان واپس آئے - لندن آ کر ابھی وہ لندن سکول آف اورینٹل سٹڈیز میں اپنے فرائض انجام دینے کی تیاری کر رہے تھے کہ خالق حقیقی کا بلاوا آ گیا اور ۹ جون ۱۹۳۰ع کو پروفیسر آرنلڈ اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے -

تصانیف :

(1) The Preaching of Islam, 1896.
(2) Painting in Islam, 1928.
(3) Court Painters of the grand Moghals, 1921.
(4) Bihzad and his Paintings, 1930.
(5) The Caliphate, 1924.
(′) Survivals of Sasanian & Manichaean art in Persian Painting, 1924.
(7) Islamic Book, in collaboration with Prof. Grolomann.



ڈاکٹر اے۔ ڈبلیو سٹراٹن

پرنسپل ۱۸۹۹—۱۹۰۲ع

ڈاکٹر اے۔ ڈبلیو سٹراٹن

(*Dr. A.W Stratton*)

پی۔ ایچ۔ ڈی

(پرنسپل و پروفیسر سنسکرت نومبر ۱۸۹۹ء۔اگست ۱۹۰۲ء)

الفرڈ ولیم سٹراٹن ۱۸۶۶ء میں ٹورنٹو (Toronto) کینیڈا میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام ولیم سٹراٹن تھا۔ اے۔ڈبلیو سٹراٹن کے دادا جان سٹراٹن اپنے بیوی بچوں سمیت ۱۸۵۲ء میں انگلستان سے کینیڈا آئے اور یہاں آباد ہو گئے۔ یہیں الفرڈ سٹراٹن پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم ٹورنٹو کے ویلزلی سکول میں حاصل کی۔ ۱۸۸۳ء میں ٹورنٹو یونیورسٹی میں داخل ہوئے۔ صوتیات کے مطالعے سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ ۱۸۸۶ء میں پروفیسر مکارڈی (M'Curdy) نے ٹورنٹو یونیورسٹی میں سنسکرت پر لیکچر دینے شروع کیے۔ الفرڈ سٹراٹن نے بھی ہفتہ کے روز شام کی سنسکرت جماعت میں تعلیم حاصل کرنی شروع کر دی۔ لیکن تین ماہ بعد مئی کے امتحانات کی وجہ سے یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ بی۔ اے کی ڈگری کے بعد ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے سلسلے میں تحقیقی کام شروع کرنے کے درمیان پانچ سال کا وقفہ پڑ گیا۔ اس وقفے میں الفرڈ سٹراٹن نے تدریسی مشغلہ اختیار کر لیا۔ اور ۱۸۹۲ء تک کیلئے ' اونٹاریو اور ہملٹن کے مختلف سکولوں میں رہے۔ ہملٹن میں سٹراٹن کی کوشش سے صوتیات کا

ایک شعبہ بنا جس کے وہ سیکرٹری تھے - اس دوران میں سنسکرت سے ان کی دلچسپی بڑھتی گئی - پروفیسر هنری وٹن (Henry Witton) کے ساتھ، جو سٹراٹن کے ایک هم جاعت (Gray Witton) کے والد تھے، انہوں نے هتو پدیش پڑھی - ۱۸۹۲ع میں جانز هوپکنز (Johns Hopkins) یونیورسٹی کے مشرق شعبے کے پروفیسر بلوم فیلڈ سے فیض یاب هونے کے لیے وهاں پہنچے - ۱۸۹۳ع میں سٹراٹن کو بالٹی مور (Baltimore) میں یونانی اور سنسکرت زبانوں میں سکالر شپ مل گیا - اگلے سال سنسکرت اور صوتیات میں فیلوشپ ملا - ۱۸۹۳ع سے ۱۸۹۰ تک انہوں نے تحقیق کے علاوہ پروفیسر بلوم فیلڈ کے معاون کی حیثیت سے کلاسیکل سنسکرت کے سلسلے میں ویدک زبان کی تدریس میں بھی حصہ لیا - جون ۱۸۹۵ع میں سٹراٹن کو جونز هوپکنز یونیورسٹی سے پی ایچ - ڈی کی ڈگری ملی - اسی سال وہ شکاگو یونیورسٹی میں اسسٹنٹ کی حیثیت سے سنسکرت، یونانی اور لاطینی کی تدریس کے سلسلے میں چلے گئے - مارچ ۱۸۹۷ع میں کیلے فورنیا یونیورسٹی نے انہیں صوتیات کی انسٹرکٹر شپ پیش کی لیکن انہوں نے قبول نہ کی - اگلے سال وہ شعبہ سنسکرت اور انڈو یورپین صوتیات (شکاگو یونیورسٹی) میں معاون پروفیسر کی حیثیت سے کام کرتے رہے -

جولائی ۱۸۹۹ع میں ڈاکٹر آرل سٹائین کے ایما پر پروفیسر بلوم فیلڈ نے ڈاکٹر سٹراٹن کا نام اورینٹل کالج لاهور کی پرنسپل شپ کے لیے تجویز کیا - پنجاب یونیورسٹی سنڈیکیٹ نے اکتوبر ۱۸۹۹ع میں اس تجویز کو قبول کر لیا - اور ڈاکٹر سٹراٹن یورپ کے راستے هندوستان روانہ هو گئے - اثنائے سفر میں انہوں نے اردو سیکھنی شروع کر دی -

۲۴ نومبر ۱۸۹۹ع کو لاهور پہنچ کر اپنے دونوں مناصب (پرنسپل اورینٹل کالج و رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی) کا چارج لیا - لاهور پہنچ کر مولوی محمد شعیب استاذ عربی و فارسی سے چند ماہ تک اردو سیکھتے رہے اور پھر اردو کے ذریعے کالج و یونیورسٹی کے مسائل پر گفتگو کرنے لگے -

ڈاکٹر سٹرائن شروع میں لیک روڈ پر پروفیسر ٹامس آرنلڈ کے بنگلے میں رہے - کچھ عرصہ بعد چیئرنگ کراس کے قریب هوٹل میں ' اور پھر ایبٹ روڈ پر اپنے بنگلہ میں مقیم هوئے - ڈاکٹر اے - ڈبلیو سٹرائن اورینٹل کالج میں دو سال نو ماہ تک پرنسپل رہے - موسم گرما کی چھٹیوں میں ۲۳ اگست ۱۹۰۲ع کو گلمرگ (کشمیر) میں اُن کا انتقال هوا - اور وهیں مدفون هوئے - مسز سٹرائن نے اپنے مرحوم شوهر کی یاد گار کے طور پر انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا اور بہت سی دیگر قیمتی کتابیں اورینٹل کالج لائبریری کو بطور تحفہ عطا کیں -

تصنیفات :

1. History of Greek noun-formation, 1899.
2. Letters from India, 1908.

ڈاکٹر اے۔ سی وولنر

(*Dr. A.C Woolner*)

ایم ۔ اے (آکسفورڈ)، ڈی ۔ لٹ (پنجاب)

(پرنسپل اورینٹل کالج و رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی

۱۹۰۳-۱۹۳۶ع)

(وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی ۱۹۲۸-۱۹۳۶ع)

ڈاکٹر الفرڈ کوپر وولنر ۱۳ مئی ۱۸۷۸ع کو سٹفورڈ شائر (انگلستان) میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد کیپٹن ہنری وولنر اُس وقت ہینلے (Hanley) کے ایک آرٹ سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ جب الفرڈ وولنر دو سال کے ہوئے اُن کے والدین اپنے آبائی قصبے سفوک (Suffolk) میں آ گئے۔ الفرڈ وولنر کی ابتدائی تعلیم و تربیت اُن کی والدہ کی نگرانی میں ہوئی۔ بارہ برس کی عمر میں اُنہیں اپسوچ (Ipswich) میں کوئین الزبتھ (گرامر) سکول میں داخل کیا گیا۔ سات سال تک یہاں تعلیم حاصل کی۔ جماعت میں ہمیشہ اوّل آئے اور متعدد انعامات حاصل کیے۔ ۱۸۹۷ع میں الفرڈ وولنر نے ٹرنٹی کالج، آکسفورڈ کے کلاسکس کے مقابلے میں حصہ لیا اور انعام کے علاوہ فورڈ سٹوڈنٹ شپ حاصل کیا۔ آکسفورڈ میں وولنر نے کلاسکس (یونانی و لاطینی) کے علاوہ سنسکرت اور فارسی میں بھی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۰۱ع میں اُنہیں سنسکرت کی تعلیم



ڈاکٹر اے - سی وونر

ارنـــل ۱۹۰۳—۱۹۳۶ء

کے سلسلے میں بوڈن (Boden) سکالر شپ ملا - آنرز سکول آف لٹریچر (سنسکرت اور پالی) کی تکمیل کے بعد وولنر نے چینی زبان کا مطالعہ شروع کیا تھا کہ ۱۹۰۳ع میں انہیں اورینٹل کالج کا پرنسپل اور پنجاب یونیورسٹی کا رجسٹرار مقرر کر دیا گیا اور وہ ھندوستان آ گئے - یہاں آ کر انہوں نے ۱۹ اپریل ۱۹۰۳ع کو اپنے دونوں منصبوں کا چارج لیا - اس دن سے لے کر اپنی وفات (۷ جنوری ۱۹۳۶ع) تک الفرڈ کوپر وولنر مسلسل یہ فرائض انجام دیتے رہے -

ڈاکٹر اے - سی وولنر نے اورینٹل کالج اور پنجاب یونیورسٹی کی تنظیم و ترقی کے سلسلے میں جو خدمات سر انجام دیں وہ برّعظیم کی تعلیمی تاریخ میں ھمیشہ یاد گار رہیں گی - جس وقت وہ یہاں آئے اس وقت اورینٹل کالج اور یونیورسٹی کے کسی دوسرے ادارے (مثلاً لاء سکول وغیرہ) کی اپنی عمارت نہ تھی - پنجاب یونیورسٹی کی کائنات سینیٹ ھال کے سوا اور کچھ نہ تھی - یونیورسٹی لائبریری دو الماریوں تک محدود تھی - لیکن جس وقت وہ فوت ھوئے اس وقت اورینٹل کالج بھی اپنی عمارت میں تھا، لا کالج اور ھیلی کالج آف کامرس کی عمارتیں بھی بن چکی تھیں - یونیورسٹی ھال، ھیلی ھال، یونیورسٹی لائبریری اور دیگر بہت سے ادارے مکمل صورت میں موجود تھے اور پنجاب یونیورسٹی صحیح معنوں میں برّعظیم کی ایک باوقار یونیورسٹی بن چکی تھی -

ڈاکٹر اے - سی وولنر ۱۹۰۴ع سے تا دم واپسیں پنجاب یونیورسٹی کے فیلو اور سنڈیکیٹ کے رکن رہے - ۱۹۲۱ع میں پروفیسر وولنر یونیورسٹی کے پہلے ڈین آف انسٹرکشن مقرر ھوئے - ۱۹۲۳ع میں وہ یونیورسٹی پروفیسر آف سنسکرت بنائے گئے - اکتوبر ۱۹۲۸ع

میں پروفیسر وولنر پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر مقرر ہوئے۔ یہ پہلا بڑا اعزاز تھا جو اورینٹل کالج کے ایک پرنسپل کو ملا۔ ڈاکٹر وولنر تادم مرگ اس عہدے کے فرائض بھی سر انجام دیتے رہے۔ ان اہم مناصب کے علاوہ پروفیسر وولنر انٹر یونیورسٹی بورڈ کے (آغاز سے ھی) سرگرم رکن رہے۔ ۱۹۲۹—۱۹۳۰ع میں وہ اس بورڈ کے چیئرمین تھے۔ ۱۹۲۸ع میں حکومت ھند نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی اصلاح و تنظیم کے سلسلے میں ان کی خدمات دو ماہ کے لیے حاصل کیں۔ یونیورسٹی لائبریری کی رکنیت کے علاوہ انھوں نے کچھ عرصہ لائبریرین پنجاب یونیورسٹی کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔ ڈاکٹر وولنر لنگوسٹک سوسائٹی آف انڈیا کے رکن، پنجاب ھسٹاریکل سوسائٹی کے بنیادی رکن اور منروا کلب کے بانی تھے۔ غرض ڈاکٹر وولنر اورینٹل کالج کے پرنسپل، پنجاب یونیورسٹی کے رجسٹرار اور وائس چانسلر کی حیثیت سے بھاری انتظامی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ھونے کے علاوہ تدریسی، تحقیقی اور علمی کاموں میں باقاعدہ حصہ لیتے رہے اور اپنے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔ ڈاکٹر وولنر بین الاقوامی علمی شہرت کے مالک تھے۔ بنیادی طور پر وہ سنسکرت کے فاضل تھے لیکن دوسری زبانوں اور علوم سے بھی گہرا شغف رکھتے تھے۔ حکومت نے ان کی خدمات کے اعتراف کے طور پر ۱۹۲۶ع میں انھیں سی۔ آئی۔ ای کا اعزاز عطا کیا اور اسی سال انھیں رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کا فیلو بنایا گیا۔ ۱۹۳۳ع میں پنجاب یونیورسٹی نے انھیں ڈی۔ لٹ کی ڈگری عطا کی۔ اسی زمانے میں اکادمی فرانس نے انھیں آفیسر ڈی اکیڈمی فرانس (officer d' Academie Franc,aise) کا اعزاز عطا کیا۔

ڈاکٹر الفرڈ کوپر وولنر ۳۳ برس تک اورینٹل کالج اور پنجاب یونیورسٹی کی خدمات سر انجام دیتے رہے - ۱۷ دسمبر ۱۹۳۵ع کو وہ ملیریا میں مبتلا ہوئے - ایک ہفتہ بعد انھیں نمونیہ ہو گیا اور میئو ہسپتال میں داخل کیے گئے جہاں بروز منگل ۷ جنوری ۱۹۳۶ع کو ۱۰ - ۳۰ بجے صبح اُن کا انتقال ہو گیا - فیروز پور روڈ کے قبرستان میں مدفون ہوئے -

ڈاکٹر اے - سی وولنر کی وفات کے بعد اُن کی بہت سی یادگاریں قائم کی گئیں - ۱۹۴۰ع میں اُن کے رفقاء نے اُن کی یاد میں ۳۲۸ صفحات پر مشتمل وولنر کو میموریشن والیوم (انگریزی) پیش کی ' جسے پروفیسر مولوی محمد شفیع (پرنسپل اورینٹل کالج) نے مرتب کیا اور جس میں مشرق و مغرب کے فاضل محققین نے باون ۵۲ تحقیقی مقالات (سوانحی مضامین کے علاوہ) پیش کیے - پروفیسر مولوی محمد شفیع نے ذیل کے بلیغ الفاظ میں ڈاکٹر اے - سی وولنر کی سیرت و کردار کا جو نقشہ پیش کیا ہے ' وہ حقیقت حال کا مظہر ہے :

> "For about seventeen years I had the honour of being Dr. Woolner's Colleague. This period I look upon as the most productive and useful period of my life. He had created an atmosphere of peace around us, which made good work possible. He had confidence in his colleagues. He fought their battles, so that they could do their work undisturbed."
>
> (Preface to the Commemoration Volume.)

تصنیفات :

(1) Introduction to Prakrit, 1917.
(2) Asoka Text and Glossary, 1925.
(3) Thirteen Trivandrum Plays attributed to Bhasa, (translated into English in collaboration with Dr. L. Sarup vol. 1, 1930, vol. II, 1931.)
(4) Jasmine Garland or Kundamala, translated into English, 1935.
(5) Indian Students' Handbook of Philology, 1937.
(6) Languages in History and Politics, 1938.

ڈاکٹر عظیم الدین احمد

ایم - اے' پی ایچ - ڈی

پروفیسر عربی ۱۹۱۴-۱۹۱۸ع

ڈاکٹر عظیم الدین احمد پٹنہ (بہار) میں پیدا ہوئے - بی - اے تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ میں شعبۂ عربی کے فہرست نگار مقرر ہوئے - اس کے بعد حکومت نے وظیفہ دیا اور وہ اعلی تعلیم حاصل کرنے کے لیے یورپ چلے گئے - جرمنی سے لسانیات میں پی ایچ - ڈی کی ڈگری حاصل کی - ڈاکٹریٹ کرنے کے بعد ھندوستان آئے اور اورینٹل کالج میں ۵۰۰ روپے ماھوار پر عربی کے پروفیسر مقرر ھوئے -

ڈاکٹر عظیم الدین احمد پانچ سال تک اورینٹل کالج میں پروفیسر عربی کے فرائض سرانجام دینے کے بعد سبکدوش ھوکر اپنے مولد پٹنہ

چلے گئے اور پٹنہ کالج میں شعبۂ عربی و فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ ڈاکٹر عظیم الدین احمد محقق بھی تھے اور شاعر بھی۔ اُن کا مجموعہ کلام "گل نغمہ" کے نام سے چھپ چکا ہے۔ پٹنہ کالج سے اردو کا علمی و تحقیقی مجلہ "معاصر" اُن کی ادارت میں نکلتا رہا۔

اورینٹل کالج کے زمانۂ ملازمت میں ڈاکٹر عظیم الدین احمد قرآن پاک کا لسانی مطالعہ کرتے رہے۔ اس کے علاوہ بروکلمن کی تصنیف Semetische Sprachwissen Schaften کا جرمن سے انگریزی میں ترجمہ کیا۔

ڈاکٹر مولوی محمد شفیع

ایم۔اے (انگریزی و عربی، پنجاب)، ایم۔اے (کنٹب)، ڈی۔او۔ایل (پنجاب)

پروفیسر عربی ۱۹۱۹ء، وائس پرنسپل ۱۹۲۱ء، پرنسپل ۱۹۳۶–۱۹۴۲ء

مشرقی علوم و ادبیات کے نامور فاضل، اُردو دائرۂ معارف اسلامیہ کے مدیر اعلیٰ — خان بہادر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع ۶ اگست ۱۸۸۳ء کو قصور (ضلع لاہور) میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۰۰ء میں قصور سے انٹرنس کا امتحان پاس کیا اور اسلامیہ کالج لاہور میں داخل ہوئے۔ ۱۹۰۴ء میں بی۔اے کا امتحان درجہ اوّل میں پاس کیا۔ عربی و فارسی میں یونیورسٹی میں اوّل رہے۔ ۱۹۰۵ء میں انگریزی میں ایم۔اے کیا۔ ۱۹۰۶ء میں محکمۂ تعلیم میں ملازم ہوئے۔ کچھ عرصہ نارمل سکول لاہور میں سیکنڈ ماسٹر اور بعد میں انسپکٹر مدارس کے فرائض

انجام دیئے - ۱۹۱۳ء میں پنجاب یونیورسٹی سے پرائیویٹ طور پر ایم-اے (عربی) کا امتحان درجہ اوّل میں پاس کیا اور یونیورسٹی میں اوّل رہے جس پر آپ کو میکلوڈ عربک ریسرچ سکالر شپ عطا کیا گیا - ۱۹۱۷ء میں آپ کو یورپ جا کر عربی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے حکومت ہند کی طرف سے ریسرچ سکالر شپ ملا - اسی سال آپ انگلستان روانہ ہو گئے اور کیمبرج یونیورسٹی میں ریسرچ سکالر کی حیثیت سے داخل ہوئے جہاں سے آپ نے ایم-اے کی ڈگری حاصل کی (اس زمانے میں کیمبرج میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری کا سلسلہ نہ تھا) - کیمبرج کے دوران قیام میں مولوی محمد شفیع ۱۹۱۸ء میں آئی - سی - ایس کے طلبا کے لیے یونیورسٹی کی طرف سے اردو لیکچرار مقرر ہوئے - ۱۹۱۹ء کے شروع میں مولوی محمد شفیع کیمبرج سے لاہور واپس آئے اور پنجاب یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے - یکم جنوری ۱۹۲۰ء سے ۳۰ جون ۱۹۲۰ء تک (مسٹر اے - سی وولنر کی جگہ) قائم مقام پرنسپل کے فرائض انجام دیئے - پروفیسر مولوی محمد شفیع ۱۹۲۱ء سے وائس پرنسپل بنا دیئے گئے اور ڈاکٹر وولنر کی وفات کے بعد ۲۲ جنوری ۱۹۳۶ء سے اورینٹل کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے - ۳۰ ستمبر ۱۹۴۲ء تک پرنسپل و پروفیسر عربی کے فرائض انجام دینے کے بعد مولوی محمد شفیع اورینٹل کالج سے سبکدوش ہو گئے لیکن علوم مشرق سے متعلق اُن کی خدمات عظیمہ کا سلسلہ جاری رہا -

پروفیسر مولوی محمد شفیع ۱۹۱۹ء سے پنجاب یونیورسٹی کے فیلو اور سنڈیکیٹ کے رکن مقرر ہوئے (اور اس حیثیت سے تا حال اپنے فرائض نہایت محنت و فرض شناسی سے انجام دے رہے ہیں) - ۱۹۳۳ سے



ڈاکٹر مولوی محمد شفیع

پرنسپل ۱۹۲۶ — ۱۹۴۲ع

۱۹۳۴ع ' ۱۹۵۰ سے ۱۹۵۴ع اور ۱۹۵۸ سے ۱۹۶۱ع تک مختلف ادوار میں اُنھوں نے ڈین آف اورینٹل فیکلٹی کے فرائض انجام دیئے ۔ علاوہ بریں عربی ' فارسی ' اسلامیات ' اردو بورڈ آف سٹڈیز کے سرگرم رکن اور مختلف علمی و ادبی انجمنوں کے رکن اور سربراہ رہے ۔

۱۹۴۲ع میں حکومت نے پروفیسر محمد شفیع کو خان بہادر کا خطاب دیا ۔ ۱۹۵۲ع میں پنجاب یونیورسٹی نے اُن کی علمی و تحقیقی خدمات کے اعتراف میں اُنھیں ڈی ۔ او ۔ ایل کی ڈگری پیش کی ۔ ۱۹۵۳ع میں حکومت ایران نے اُنھیں نشان علمی (درجہ اوّل) عطا کیا ۔ ۱۹۵۵ع میں پروفیسر ڈاکٹر محمد شفیع کی خدمت میں ارمغان علمی پیش کیا گیا جس میں اُن کے اوصاف و سوانح کے علاوہ مشرق و مغرب کے ممتاز علماء و فضلا کے ۴۱ تحقیقی مقالات کا مجموعہ شامل تھا ۔ ۱۹۵۹ع میں حکومت پاکستان نے اُنھیں ستارۂ پاکستان کا اعزاز عطا کیا ۔

ڈاکٹر مولوی محمد شفیع نے اورینٹل کالج میں آکر تدریس و تحقیق کی قدیم روایت کو زندہ رکھنے کے علاوہ بعض نئی روایات کی تخلیق بھی کی ۔ مؤرخانہ تحقیق و تنقید کے سلسلے میں اوریجنل مآخذ کی تلاش اور ان سے استفادہ ' جزئیات پر گہری نظر اور ٹھوس علمی انداز تحریر ' اورینٹل کالج کا یہ وہ خاص علمی مسلک ہے جسے ڈاکٹر مولوی محمد شفیع نے ایک نئی زندگی بخشی ۔ وہ خود اس راہ پر چلے اور دوسروں کی رہنمائی کی ۔ قلمی نوادر و مخطوطات کی تلاش اور ان کا مطالعہ پروفیسر شفیع کا مشغلۂ حیات رہا اور یہی ذوق و شوق اُنھوں نے اپنے رفقاء اور شاگردوں میں بیدار کرنے کی کوشش کی ۔ اُنھوں نے اورینٹل کالج کے زمانۂ ملازمت میں یونیورسٹی لائبریری کے شعبۂ عربی و فارسی کو نوادر

علمی سے مالا مال کر دیا ۔ ان کی اس محنت ' تلاش اور کوشش کی بدولت اب یہ کتب خانہ تحقیقی مواد کے اعتبار سے دنیا کے بہترین کتب خانوں میں شمار ہوتا ہے ۔

ڈاکٹر مولوی محمد شفیع کے اہم علمی کارناموں میں اورینٹل کالج میگزین کا اجراء بھی ہے ۔ یہ مجلّہ فروری ۱۹۲۵ع سے اگست ۱۹۳۲ع تک آن کی ادارت میں نکلتا رہا ۔ "اس مجلّہ کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے سرسری' سطحی اور ارزاں مقالہ نگاری کو نظروں سے گرا دیا ۔ تحقیق میں "امر واقعہ" کی مکمل جستجو کا سائنٹفک طرز بہت حد تک اسی مجلّہ کے ذریعے ملک میں مقبول ہوا ۔ اس رجحان کو ترقی دینے کا فخر ترجیحاً اس کے فاضل مدیر پروفیسر شفیع کو حاصل ہے جن کی گہری تنقدی نظر اور جزئیاتی چھان بین کی وجہ سے اس میگزین کے اکثر مقالہ نگاروں نے ذمہ دارانہ مقالہ نگاری کا سبق سیکھا " (بحوالہ اورینٹل کالج میگزین بابت فروری ۱۹۵۶ع ' صفحہ ۳۱—۳۲) ۔

مئی ۱۹۳۷ع میں پروفیسر ڈاکٹر محمد شفیع نے انجمن عربی و فارسی پنجاب یونیورسٹی کی بنیاد رکھی اور اسی سال اس انجمن کا علمی مجلّہ بھی جاری کیا جو اورینٹل کالج میگزین کے ساتھ ضمیمے کے طور پر شائع ہوتا تھا ۔ کالج سے سبکدوش ہونے کے بعد بھی کئی سال تک پروفیسر شفیع اس مجلّہ کی ادارت کے فرائض انجام دیتے رہے ۔

دسمبر ۱۹۵۰ع میں پنجاب یونیورسٹی نے پروفیسر شفیع کی خدمات اُردو دائرۂ معارف اسلامیہ کی تدوین کے لیے بطور چیئرمین اور مدیر اعلیٰ حاصل کیں ۔ یہ عظیم منصوبہ انگریزی انسائیکلو پیڈیا

آو اسلام (لائڈن) کو اردو دائرۂ معارف اسلامیہ میں منتقل کرنے پر مبنی تھا (اس سے قبل یہ انسائیکلو پیڈیا ترکی اور مصر میں ترجمہ ہو چکا ہے)۔ گیارہ برس کی محنت شاقہ کے بعد یہ منصوبہ تکمیل کے قریب پہنچ کر جولائی ۱۹۶۹ء سے طباعت کے مراحل طے کر رہا ہے۔ تادم تحریر اردو دائرۂ معارف اسلامیہ کے ۱۷ کراسے (۱۰۴۸ صفحات) چھپ کر منظر عام پر آ چکے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ انگریزی انسائیکلو پیڈیا آو اسلام سے زیادہ جامعیت اور صحت کے ساتھ تیار ہوا ہے اور اصل انسائیکلو پیڈیا میں دین اسلام اور اسلامی ثقافت کے بارے میں جو ناقابل قبول باتیں تھیں، اردو انسائیکلو پیڈیا میں ان کی تصحیح کر دی گئی ہے۔ علاوہ بریں اس میں پاکستانی نقطہ نظر سے کئی نئے مقالات بھی شامل کیے گئے ہیں۔ کوہ کنی کا یہ عظیم کارنامہ بھی پروفیسر مولوی محمد شفیع کی محنت، ہمت اور تبحر علمی کا مرہون منت ہے۔

پروفیسر مولوی محمد شفیع نے تصنیف و تالیف کے میدان میں متعدد بیش قیمت کارنامے سرانجام دیئے ہیں۔ مقالات و مضامین سے قطع نظر یہاں ان کی تألیفات (کتب) کی فہرست پیش کی جاتی ہے:

(۱) فہارس العقد الفرید لابن عبد ربہ: یہ کتاب پروفیسر محمد شفیع کی تقریباً پندرہ سال کی محنت کا نتیجہ ہے۔ پنجاب یونیورسٹی نے اسے بصرف کثیر شائع کیا ۲ جلد، کلکتہ ۱۹۳۵ء و ۱۹۳۷ء تعداد صفحات ۱۳۰۰۔

(۲) میخانۂ عبدالنبی فخرالزمانی قزوینی: (تذکرۂ شعراء) ۔ فارسی متن معہ حواشی و فہارس تحلیلی، لاہور ۱۹۲۶ء تعداد

صفحات ٥٧٠ -

(٣) تتمة صوان الحكمة لعلی بن زید البیہقی : متن عربی معہ حواشی و فہارس ، مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی ١٩٣٥ع، تعداد صفحات ٣٦٠ -

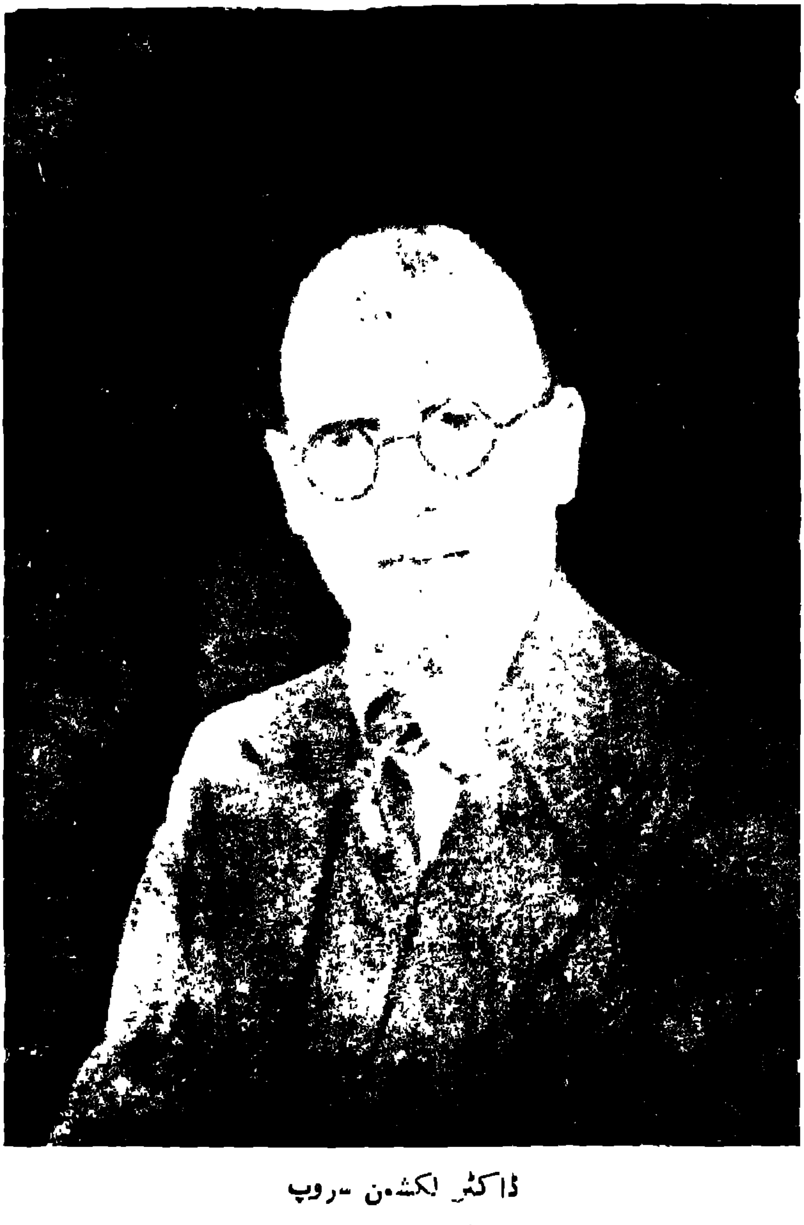
(٤) تتمۂ صوان الحکمۃ - ترجمہ فارسی (درۃ الاخبار) : مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی ١٩٣٥ع -

(٥) مطلع سعدین ، از کمال الدین عبدالرزاق سمر قندی : متن فارسی مع حواشی و فرہنگ ، جلد دوم : حصہ اول ، لاہور ١٩٤١ع ، حصہ دوم و سوم ، ١٩٤٩ع ، تعداد صفحات ١٥٥٨ -

(٦) مکاتبات رشیدی ، (مکاتبات رشیدالدین فضل اللہ طبیب) : متن فارسی و حواشی ، لاہور ١٩٤٧ع صفحات ٩٧٤ -

(٧) وولنر کومیموریشن وولیوم : تصحیح و ترتیب بزبان انگریزی ، لاہور ١٩٤٠ع تعداد صفحات ٣٢٨ -

(٨) وامق عذرا ، عنصری کی ناپید مثنوی کے چند اوراق (زیر طبع) -



ڈاکٹر لکشمن سروپ

پرنسپل ۱۹۳۲ - ۱۹۳۶ء

ڈاکٹر لکشمن سروپ

ایم - اے (پنجاب) ، ڈی - فل (آکسفورڈ)

پروفیسر سنسکرت ۱۹۲۱ع ، پرنسپل ۱۹۴۲ — ۱۹۴۶ع

سنسکرت زبان و ادبیات کے نامور محقق و عالم، ڈاکٹر لکشمن سروپ ۱۵ جنوری ۱۸۹۴ع کو قصبہ کیرانہ ضلع مظفر نگر (یو - پی) کے ایک زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے - والد کا نام لالہ بندرا بن تھا - جب وہ سات برس کے ہوئے تو ان کا خاندان فاضلکا (ضلع فیروز پور - مشرقی پنجاب) میں چلا آیا -

لکشمن سروپ نے سکول کی تعلیم فیروز پور میں حاصل کی - ۱۹۰۹ع میں انھوں نے انٹرنس کا امتحان پاس کیا اور ڈی - اے - وی کالج لاہور میں داخل ہوئے - ۱۹۱۳ع میں بی - اے کا امتحان درجہ دوم میں، اور ۱۹۱۵ع میں ایم - اے کا امتحان درجہ سوم میں پاس کیا - ۱۹۱۶ع میں لکشمن سروپ ڈی - اے - وی کالج میں وید پاٹھ کے لیکچرار مقرر ہو گئے - اسی سال انھیں حکومت کی طرف سے وظیفہ ملا اور وہ سنسکرت زبان و ادب کی اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان چلے گئے - وہاں انھوں نے آکسفورڈ جا کر بیلیل (Balliol) کالج میں داخلہ لیا - اور چار سال تک پروفیسر میکڈانل کی نگرانی میں لسانیات کے موضوع پر تحقیقی کام کرتے رہے - ۱۹۲۰ع میں انھوں نے آکسفورڈ

سے ڈی۔ فل کی ڈگری حاصل کی۔ پہلی جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد لکشمن سروپ فرانس، جرمنی اور ہالینڈ بھی گئے اور کچھ عرصہ پیرس یونیورسٹی میں رہے۔

ڈاکٹر لکشمن سروپ ولایت سے واپس آ کر مارچ ۱۹۲۱ع سے اورینٹل کالج میں سنسکرت زبان و ادبیات کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ ۲۰ جنوری ۱۹۳۶ع سے وہ اورینٹل کالج کے وائس پرنسپل بنائے گئے۔ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع (پرنسپل) کی سبکدوشی کے بعد ڈاکٹر لکشمن سروپ اکتوبر ۱۹۴۲ع میں اورینٹل کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ چار برس تک یہ فرائض انجام دینے کے بعد ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۶ع کو ڈاکٹر لکشمن سروپ وفات پا گئے۔

ڈاکٹر لکشمن سروپ نے ۲۶ سال تک بحیثیت پروفیسر سنسکرت، صدر شعبۂ سنسکرت، وائس پرنسپل اور پرنسپل کی حیثیت سے نہایت خاموشی، استقلال اور محنت سے اورینٹل کالج میں علمی، تحقیقی، تصنیفی، تدریسی اور تنظیمی فرائض سر انجام دیئے۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے شعبۂ سنسکرت میں مخطوطات کا جو قیمتی مجموعہ محفوظ ہے اُس کے حصول و جمع آوری میں ڈاکٹر لکشمن سروپ نے بڑی محنت کی۔ سنسکرت زبان و ادبیات کی تحقیق میں ڈاکٹر سروپ کا پایہ اتنا بلند ہے کہ نہ صرف برِّعظیم میں بلکہ باہر کی دنیا میں بھی اس کا اعتراف کیا گیا۔ ۱۹۳۷ع میں حکومت فرانس نے ڈاکٹر لکشمن سروپ کو آفیسر ڈی اکیڈمی فرانس (Officer d, Academie Franchaise) کا اعزاز پیش کیا۔ ڈاکٹر سروپ انیس (۱۹) سال تک آل انڈیا اورینٹل کانفرنس کی

مجلس منتظمہ کے رکن رہے اور کانفرنس کے سالانہ جلسوں میں سرگرم حصہ لیتے رہے - وہ بھنڈارکر اورینٹل انسٹی ٹیوٹ (پونا) کے دائمی رکن تھے -

ڈاکٹر لکشمن سروپ اگرچہ سنسکرت زبان و ادبیات کے فاضل تھے مگر اپنے اختصاصی علوم کے علاوہ وہ دیگر زبانوں اور ادبیات سے بھی گہری دلچسپی رکھتے تھے - ان کو کئی فارسی اشعار زبانی یاد تھے - شستہ و پاکیزہ اُردو بولتے تھے - اُنھوں نے مولیئر کے ناٹک ''ژور ویں'' کا اُردو ترجمہ بھی شائع کیا - انجمن عربی و فارسی میں چند مقالے پڑھے - ڈاکٹر لکشمن سروپ اورینٹل کالج میگزین کے حصۂ ہندی کے مدیر بھی تھے -

ڈاکٹر لکشمن سروپ کی تالیفات و تصنیفات کی تفصیل (مضامین و مقالات کے علاوہ) درج ذیل ہے :

(الف) سنسکرت

1. An Introduction to the Nirukta, Oxford.
2. The Nighaṇṭu and Nirukta (English translation), Oxford.
3. The Nighaṇṭu and Nirukta (critical text), Lahore.
4. Indices and Appendices to the Nirukta, Lahore.
5. Fragments of the Commentaries of Skanda and Maheshvara, Lahore.
6. Commentary of Shandasvamin and Maheshvara, 3 Vols, Lahore.
7. Rgveda with the Commentary of Vankaṭa Mādhava, Vols. I, II and III, Lahore.
8. The Vision of Vasavadatta (Critical edition of

Bhasas, Svapnavasavadatta with English Translation and Notes).

9. A Critical edition of Nilakantha's Kalyanasaugandhika.
10. Editio Princeps of Tirumalamba's Ambikaparinayacampu.
11. Thirteen Trivandrum Plays (Translated into English in collaboration with Dr. A.C. Woolner).

(ب) ھندی

۱- مولیئر (سوانح و تصانیف)، ۲- وعمی روگی، ۳- نل دمینتی،
۴- چندر گپتا -

(ج) اردو

۱- مولیئر (سوانح و تصانیف)، ۲- نل دمینتی -

مولانا عبدالعزیز میمن

مدرس عربی ۱۹۲۱-۱۹۲۵ع

ادبیات عربی کے نامور فاضل مولانا عبدالعزیز میمن راجکوٹ (کاٹھیاواڑ) میں پیدا ہوئے - انہوں نے باقاعدہ کسی درس گاہ میں تعلیم حاصل نہیں کی - مختلف علماء کی خدمت میں رہ کر عربی کی تحصیل کی اور اپنی ذہانت اور محنت سے استعداد میں اضافہ کیا - ڈاکٹر مولوی نذیر احمد کے بھی شاگرد رہے - اپریل ۱۹۲۱ع میں اورینٹل کالج میں ایک سو روپے ماہوار پر ایڈیشنل مولوی کی حیثیت سے ملازم ہوئے - چار برس

تک تدریسی و تحقیقی خدمات سرانجام دینے کے بعد مولانا عبدالعزیز میمن ۱۹۲۵ع کے اواخر میں اورینٹل کالج سے چلے گئے اور علی گڑھ یونیورسٹی کے شعبۂ عربی میں استاد مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۹ء میں علی گڑھ یونیورسٹی کی شعبۂ عربی کی چیئرمین شپ سے سبکدوش ہوگئے اور کراچی یونیورسٹی کے قیام پر وہاں صدر شعبۂ عربی مقرر ہوئے۔ کراچی یونیورسٹی سے سبکدوشی کے بعد کچھ عرصہ اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے ڈائرکٹر رہے۔

تصنیفات و تالیفات:

۱۔ ابن رشیق۔ ۲۔ سمط اللآلی۔ ۳۔ ابوالعلاء و ما الیہ۔ ۴۔ نسب عدنان و قحطان۔ ۵۔ نظرۃ علی دیوان النعمان بن بشیر الانصاری و بکر الدلفی العجلی۔ ۶۔ ما اتفق لفظہ و اختلف معناہ۔ ۷۔ النتف۔ ۸۔ الطرائف الادبیہ۔ ۹۔ اکلید الخزانۃ۔

ڈاکٹر محمد اقبال

ایم۔ اے (الہ آباد)، پی ایچ۔ ڈی، (کیمبرج)

پروفیسر فارسی ۱۹۲۳ع، پرنسپل ۱۹۴۶ — ۱۹۴۸ع

ڈاکٹر محمد اقبال ۱۱ اکتوبر ۱۸۹۴ع کو جالندھر میں پیدا ہوئے۔ دادا مولوی غلام قادر فارسی کے استاد تھے۔ والد تحصیل دار تھے۔ ملازمت سے سبکدوش ہو کر فیروز پور چلے آئے تھے۔ محمد اقبال کی ابتدائی تعلیم و تربیت کا سلسلہ مسجد سے شروع ہوا۔ قرآن مجید پڑھنے کے بعد

گورنمنٹ ہائی سکول فیروز پور میں داخل ہوئے۔ پرائمری سے انٹرنس تک وظیفہ حاصل کرتے رہے۔ انٹرنس کا امتحان پاس کرکے ایم۔ اے۔ او کالج علی گڑھ میں داخل ہوئے۔ بی۔ اے کا امتحان پاس کرکے ایم۔اے (عربی) میں داخل ہوئے۔ ایم۔ اے کی تیاری کے ساتھ ساتھ قرآن مجید حفظ کیا۔ حالی و اکبر کا بیشتر کلام زبانی یاد تھا۔ اکبر الہ آبادی کے بہت معتقد تھے اور انہیں اخلاقیات قومی کا نبّاض اور مصلح معاشرت قرار دیتے تھے۔ ایم۔ اے کا امتحان درجہ اوّل میں پاس کرنے کے بعد سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور میں بی۔ ٹی کے لیے داخل ہوئے لیکن اسی دوران میں اعلیٰ تحقیق کے سلسلے میں انگلستان جانے کے لیے وظیفہ مل گیا۔ ۱۹۱۸ء میں انگلستان روانہ ہوگئے۔ پروفیسر ای۔ جی براؤن تحقیق میں اُن کے نگران تھے۔ پروفیسر موصوف نے اُنہیں فارسی میں تحقیقی کام کرنے کا مشورہ دیا۔ وہ چار سال کیمبرج میں رہے اور پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے علاوہ عبرانی، سریانی، جرمن اور فرانسیسی زبانیں سیکھیں۔ ۱۹۲۲ء میں واپس ہندوستان آئے اور مارچ ۱۹۲۳ء سے اورینٹل کالج میں فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ اورینٹل کالج میگزین کے اجراء کے بعد میگزین کے مدیر معاون اور پروفیسر مولوی محمد شفیع کی سبکدوشی (۱۹۴۲ء) کے بعد مدیراعلیٰ کے فرائض انجام دیئے۔ ڈاکٹر لکشمن سروپ (پرنسپل) کی وفات کے بعد اکتوبر ۱۹۴۶ء میں ڈاکٹر محمد اقبال اورینٹل کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ ۲۶ برس تک اورینٹل کالج میں پروفیسر فارسی اور تقریباً دو برس تک پرنسپل کے فرائض انجام دینے کے بعد ڈاکٹر محمد اقبال نے ۲۱ مئی ۱۹۴۸ء کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔



ڈاکٹر محمد اقبال

پرنسپل ۱۹۳۶ -- ۱۹۳۸ء

ڈاکٹر محمد اقبال ایک فرض شناس استاد، عالی مرتبہ محقق، ادیب اور نقّاد تھے۔ عادات و خصائل کے اعتبار سے وہ فطرتاً خاموش طبع، منکسر المزاج اور ہمدرد و شفیق انسان تھے۔ انہوں نے عملی زندگی میں ہمیشہ مشرقی آداب و روایات کی پابندی کی۔ اسلامی عقائد و تصوّرات سے پُرخلوص محبت اور اردو زبان سے گہرا لگاؤ رکھتے تھے اور اپنی اس محبت اور لگاؤ کو عملی صورت دینے کے ہمیشہ متمنّی رہتے تھے۔

تصنیفات و تالیفات:

راحة الصدور (مرتبہ)، تاریخ وصاف، اخبار الدولة السلجوقیہ (مرتبہ)، ایران بعہد ساسانیان (پروفیسر آرتھر کرسٹن سین کی تصنیف کا فرانسیسی سے اردو میں ترجمہ، انجمن ترقی اردو کے لیے)، علاوہ بریں مختلف علمی، ادبی و تحقیقی موضوعات (مثلاً ایران قدیم، شاہنامہ، خیام، خواجہ عماد فقیہ، شعرائے فارسی کے تذکرے وغیرہ) پر متعدد مقالات قلم بند کیے جو اورینٹل کالج میگزین میں شائع ہوئے۔

سیّد اولاد حسین شاداں بلگرامی

صدر مدرس فارسی ۱۹۲۳ – ۱۹۳۸ع

سیّد اولاد حسین شاداں بلگرامی ۱۸٦۹ع (۱۲۸٦ھ) میں آرہ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام سید تفضل حسین اور داد کا نام سید فدا حسین تھا۔ ان کا نسب ۳۲ واسطوں سے حضرت امام علی نقی کے فرزند جعفر تواب سے جا ملتا ہے۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشت ان کے اجداد

میں سے تھے - آبا و اجداد عرب سے بخارا میں آ کر مقیم ہوئے اور وہاں سے بلگرام (ضلع ہر دوئی صوبجات اودھ کا مردم خیز قصبہ) میں آ کر آباد ہوئے - سید غلام علی آزاد بلگرامی (عہد محمد شاہی کے نامور فاضل) شادان بلگرامی کے ننہالی بزرگ تھے -

شادان بلگرامی کے دادا سید فدا حسین ابتدائے ... انگریزی میں آرہ میں وکالت کرتے تھے - اس لیے ان کے والدین بھی وہیں ... گئے تھے - اسی جگہ شادان بلگرامی پیدا ہوئے - ابھی تین برس کے تھے کہ دادا معہ خاندان کے بلگرام آ گئے - اس کے بعد شادان گیارہ سال تک بلگرام میں رہے - دادا سے فارسی کی تکمیل کی - تحصیل کے مڈل سکول میں ابتدائی تعلیم حاصل کی - ١٨٨٢ع میں لکھنؤ آ گئے - اور مشن سکول میں پانچویں درجہ تک انگریزی پڑھی - علاوہ بریں مولوی مرزا ابو تراب کشمیری سے عربی صرف و نحو اور منطق (شرح تہذیب تک) پڑھی - ١٨٩٠ع میں انگریزی مڈل کا امتحان پاس کیا - رفاہ عامہ ہائی سکول میں انٹرنس کی تیاری کی لیکن چھ ماہ بعد یہ سلسلہ ترک کر دیا - ١٨٩٣ع میں تلاش معاش کے لیے سہارنپور گئے - ایک سال وہاں رہ کر لکھنؤ واپس آ گئے اور رفاہ عام ہائی سکول میں مدرس ہو گئے - ١٨٩٦ع میں اس سکول میں انگریزی تعلیم کا سلسلہ منقطع کر دیا گیا اور پنجاب یونیورسٹی کے امتحانات علوم مشرق (عالم فاضل) جاری کر دیئے گئے - شادان بلگرامی ان جماعتوں کو پڑھاتے تھے - انھوں نے ١٨٩٧ع میں بحالت مدرسی منشی عالم اور مولوی کا امتحان پاس کیا اور ١٨٩٨ع میں منشی فاضل کا امتحان پاس کیا - ١٩٠٠ع

میں آنھوں نے رفاہ عامہ سکول سے استعفیٰ دے دیا اور ۱۹۰۱ع میں مدرسۂ عالیہ رام پور میں فارسی کے استاد مقرر ہوئے۔ شاداں بلگرامی ستمبر ۱۹۲۳ع میں اوریئنٹل کالج لاہور میں صیغۂ فارسی کے صدر مدرس (ہیڈ منشی) مقرر ہوئے۔[1] پندرہ سال تک وہ اس منصب کی خدمات انجام دینے کے بعد ستمبر ۱۹۳۸ع میں رخصت سبکدوشی پر رام پور چلے گئے۔ اور چند سال بعد وہیں جبڑے کے سرطان میں مبتلا رہ کر وفات پائی۔

تصنیفات و تالیفات :

۱- شرح درہ نادرہ مع تصحیح متن ۱۹۲۲ع -
۲- شرح مرد خسیس معہ ترجمہ و مقدمہ و فرہنگ ۱۹۲۳ع -
۳- فرہنگ حاجی بابا معہ سوانح عمری ۱۹۲۴ع -
۴- خلاصہ درہ نادرہ ۱۹۲۴ع -
۵- بہار العروض ۱۹۲۵ع -
٦- تشریح المعانی ۱۹۲٦ع -
۷- حواشی و خلاصہ تاریخ وصاف
۸- حواشی دفتر ابو الفضل
۹- حواشی سیاحت نامہ ابراہیم بیگ

---

(۱) مولوی محمد الدین مختار صدر مدرس فارسی جنوری ۱۹۲۳ع میں فوت ہوگئے تھے۔ شاداں بلگرامی اُن کی جگہ ۱۷ ستمبر ۱۹۲۳ع سے صدر مدرس فارسی مقرر ہوئے۔

حافظ محمود خاں شیرانی

لیکچرار اردو ۱۹۲۸ — ۱۹۴۰ء

مدرس، محقق، نقاد، مؤرخ، عروضی، ماہر آثار عتیقہ —— پروفیسر حافظ محمد محمود خاں شیرانی اکتوبر ۱۸۸۰ء میں ٹونک میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام محمد اسماعیل خان تھا۔ ابتدائی تعلیم پرانے طریقے پر ہوئی۔ سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد والد سے فارسی پڑھی۔ ۱۸۹۵ء کے قریب حصول تعلیم کے سلسلے میں لاہور بھیجے گئے۔ پہلے سنٹرل ماڈل سکول میں داخل ہوئے۔ ریاضی اور انگریزی سے کچھ زیادہ لگاؤ نہ تھا۔ طبیعت پر مشرقی تعلیم کا رنگ غالب تھا۔ اس لیے سکول سے جی اچاٹ ہوگیا۔ سکول چھوڑ کر اورینٹل کالج کی منشی فاضل جماعت میں داخل ہوگئے۔ مولوی عبد الحکیم کلانوری صدر مدرس فارسی سے فیض حاصل کیا۔ ۱۹۰۱ء میں منشی فاضل کا امتحان پاس کیا[1] اور وطن واپس آ گئے۔ ۱۹۰۴ء میں بیرسٹری کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے انہیں انگلستان بھیجا گیا۔ اسی زمانے میں شیخ عبدالقادر اور شیخ محمد اقبال بھی انگلستان گئے۔ حافظ محمود شیرانی ان سے متعارف ہوئے۔ حافظ محمود شیرانی نے بیرسٹری کے ابتدائی دو تین امتحان پاس کیے تھے کہ والد کا انتقال ہوگیا اور بھائیوں نے خرچ بھیجنا بند کر دیا۔ تعلیم کا

(۱) بحوالہ رپورٹ کالج ۱۹۰۰ء—۱۹۰۱ء صفحہ ۲۱۔

سلسلہ منقطع ہوگیا ۔ اس بے سروسامانی کی حالت میں سر ٹامس آرنلڈ نے ان کی مدد کی اور کسی مّد سے وظیفہ دلوا کر تحقیق میں اپنا مددگار بنا لیا ۔ یہاں سے حافظ محمود شیرانی کو مشرق علوم میں تحقیقات کا شوق پیدا ہوگیا ۔ وظیفہ قلیل تھا ۔ گزر اوقات مشکل سے ہوتی تھی ۔ اس لیے اُنہوں نے قلمی کتابوں اور دیگر نوادرات کی خرید و فروخت کے سلسلے میں لندن کی ایک فرم لوزک کمپنی سے کمیشن پر کام کرنے کا معاہدہ کر لیا ۔ اس کام میں اُنہیں خاصا فائدہ ہوا ۔ بعد میں وہ اس فرم کے حصّہ دار بھی ہوگئے ۔ مالی فائدے کے علاوہ یہ کام اُن کے ذوق و شوق کے بھی عین مطابق تھا ۔

۱۹۱۳ع میں حافظ محمود خاں شیرانی اعزہ و اقربا سے ملنے اور جائیداد وغیرہ کا تصفیہ کرنے کے سلسلے میں واپس ہندوستان آئے ۔ اُن کا ارادہ انگلستان میں مستقل اقامت اختیار کرنے کا تھا ۔ لیکن ۱۹۱۴ع میں پہلی جنگ عظیم شروع ہوگئی اور وہ انگلستان واپس نہ جا سکے ۔ پھر کچھ خانگی پیچیدگیوں میں ایسے اُلجھے کہ آٹھ برس تک گھر بیٹھے رہے ۔ اور مطالعہ و سیر و شکار کا شوق پورا کرتے رہے ۔ ۱۹۲۱ع میں تلاش معاش کے سلسلے میں لاہور آئے اور اسلامیہ کالج لاہور میں ڈیڑھ سو روپے ماہوار پر اُردو فارسی کے لیکچرار مقرر ہوگئے ۔ اسی دوران میں اُن کے علمی و تحقیقی کاموں کا آغاز ہوا جو انجمن ترقی اُردو کے رسالہ " اُردو " اور " اورینٹل کالج میگزین " کے صفحات پر منظر عام پر آنے لگے ۔ اسی زمانے میں اُن کی شہرۂ آفاق تصنیف " پنجاب میں اُردو " شائع ہوئی ۔ یہی تصنیف اُن کے یونیورسٹی

میں آنے کی تمہید بنی اور یکم اکتوبر ۱۹۲۸ع سے وہ اورینٹل کالج میں (۰۰-۲۵-۲۵۰-۲۰۰) کے گریڈ میں) اردو لیکچرار مقرر ہوگئے - ۱۹۳۶ع میں آن کی سبکدوشی کا وقت آ گیا لیکن یونیورسٹی نے آن کی حسن کارکردگی کے پیش نظر مدت ملازمت میں دو سال کی توسیع کر دی - ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۸ع سے مزید دو سال کے لیے آن کا تقرر اسی اسامی پر مگر حسب قاعدہ قدرے کم تنخواہ پر دوبارہ ہوا - یہ مدت بھی گزر گئی اور بالآخر ۱۵ نومبر ۱۹۴۰ع سے وہ قریباً ½۸ ماہ کی فرلو پر روانہ ہوگئے - اور اس کے بعد اورینٹل کالج کی ملازمت سے سبکدوش ہو کر وطن چلے گئے - کچھ عرصہ انجمن ترقیٔ اردو دھلی سے تعلق رہا اور بالآخر علالت کے سبب مستقل طور پر وطن (ٹونک) میں مقیم ہو گئے - اور وھیں جمعة المبارک ۱۵ فروری ۱۹۴۶ع کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا -

پروفیسر حافظ محمد محمود خاں شیرانی نے تدریس، تحقیق، تنقید اور تصنیف میں ایک ایسی عظیم الشان روایت قائم کی جس کی مثال شاید ھی کہیں ملے گی- پروفیسر شیرانی نے دس پندرہ برس کے عرصے میں قلیل تنخواہ کے باوصف ایک ایسا نادر اور عظیم الشان کتاب خانہ جمع کر لیا تھا جس میں عربی، فارسی، اردو، پنجابی کے نادر قلمی اور نایاب مطبوعہ نسخے شامل ھیں- مسکوکات کا ذخیرہ اس کے علاوہ تھا - ۱۹۴۰ع میں اورینٹل کالج سے سبکدوش ہونے پر انہوں نے یہ سارا کتب خانہ پنجاب یونیورسٹی کو نسبتاً کم قیمت پر دے دیا - اس میں قلمی کتابوں کی تعداد قریباً سات ہزار اور اسی قدر مطبوعہ کتابیں ھیں- اس کتب

خانے کے اضافے سے پنجاب یونیورسٹی لائبریری دنیا کی بڑی بڑی لائبریریوں کی صف میں شمار ہونے لگی ۔

پروفیسر شیرانی ایک عالم متبحّر تھے لیکن اس فضیلت علمی کے ساتھ سادگی ، خلوص اور عجز و انکسار میں بھی بے مثل تھے ۔ شیخ سر عبدالقادر (مرحوم) نے پروفیسر شیرانی سے اپنی آخری ملاقات کی جو قلمی تصویر بنائی ہے وہ اُن کی شخصیت کی بھرپور عکاسی کرتی ہے ۔ فرماتے ہیں :

" لاہور سے جانے سے کچھ پیشتر ایک دن شیرانی صاحب نے مجھے اپنے مکان پر بلایا کہ اُن کے مجموعہ کے بعض نوادر کو دیکھوں ۔ گرمی کا موسم تھا اور دوپہر کے بعد کا وقت ۔ میں نے نوادر کو بھی دیکھا اور اُن کی داد دی ۔ مگر اس سے زیادہ خود شیرانی صاحب کی داد دی ۔ کیونکہ وہ بھی اپنی جگہ داخل نوادر تھے ۔ گرمی کی وجہ سے ایک ہلکا سا بنیان پہنے ہوئے تھے اور کمر کے گرد صرف ایک چھوٹا سا تہ بند باندھے بیٹھے تھے ۔ پنکھا نہ دستی نہ بجلی کا ۔ نہ گرمی سے بچنے کی فکر نہ پروا ۔ کتابیں اور وہ ۔ گرد و پیش فرامین اور سکّے ۔ یہ پروفیسر محنت کے لحاظ سے مغربی پروفیسروں سے زیادہ اور آسائش اور ماند و بود میں کسی غریب مسجد کے ملّا سے زیادہ سادہ تھا ۔ شیرانی کی یہ آخری تصویر ہے جو میرے صفحۂ دل پر منقوش ہے " ۔

(اوریئنٹل کالج میگزین ۔ بابت فروری ۱۹۴۷ع)

تصانیف : پنجاب میں اُردو ، پرتھی راج راسا (تنقید) ، خالق

پاری (تنقید)، تنقید شعر العجم، مجموعۂ نغز (مرتّبہ)، اور متعدد تحقیقی و تنقیدی مضامین۔

ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ

ایم۔ اے انگریزی (کلکتہ)، پی ایچ۔ ڈی (کلکتہ)، ڈی۔ لٹ (پنجاب)

لیکچرار پنجابی ۱۹۲۸ء، ریڈر پنجابی ۱۹۴۵–۱۹۴۷ء

مارچ ۱۸۹۹ء میں دیوی (تحصیل گوجر خان، ضلع راولپنڈی) میں پیدا ہوئے۔ والد منشی شیر سنگھ مدرس تھے۔ ابتداء میں اردو فارسی کی تعلیم انہی سے حاصل کی۔ مڈل تک کی تعلیم قصبہ سیّد میں حاصل کی۔ اس کے بعد سیالکوٹ آ گئے۔ ۱۹۱۴ء میں گورنمنٹ ہائی سکول سیالکوٹ سے انٹرنس کا امتحان پاس کیا اور دیال سنگھ کالج لاہور میں داخل ہوئے۔ ۱۹۱۶ء میں ایف۔ اے کا امتحان پاس کیا اور بی۔ اے کے لیے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہوئے۔ سیّد احمد شاہ پطرس بخاری موہن سنگھ کے ہم جماعت و ہم درس تھے۔ ۱۹۱۸ء میں بی۔ اے کرنے کے بعد ملازمت کر لی اور اس سلسلے میں کراچی، بصرہ، رنگون میں رہے۔ ۱۹۲۴ء میں کلکتہ یونیورسٹی سے ایم۔ اے (انگریزی) کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۲۵ء میں سناتن دھرم کالج کانپور میں انگریزی کے لیکچرار مقرر ہوئے۔ اس وقت تک اُردو زبان مکتب میں پڑھی تھی۔ اب اُردو کا ماحول مل گیا۔ کانپور کے زمانۂ قیام میں مولانا

حسرت موہانی کی پُرخلوص صحبت میسّر آئی ، ثاقب کانپوری سے ملاقاتیں رہیں۔ " زمانہ " کانپور سے بھی روابط قائم ہوئے جہاں وہ سدرشن سے ملے ۔ اسی دوران میں لکھنؤ جا کر پریم چند سے بھی ملے اور ریاض خیر آبادی سے بھی ملاقات ہوئی ۔ فراق گورکھپوری، افسر میرٹھی اور جگر بریلوی سے بھی صحبتیں رہیں ۔ موہن سنگھ ۱۹۲۸ع تک کانپور میں رہے ۔ اس زمانے میں انہوں نے اُردو کی بھی خدمت کی اور ہندی میں بھی شعر و ادب کا سلسلہ جاری رہا ۔ یکم اکتوبر ۱۹۲۸ع سے موہن سنگھ اورینٹل کالج لاہور میں (۲۵۰ - ۲۵ - ۴۰۰ کے گریڈ میں) لیکچرار پنجابی کی حیثیت سے آ گئے ۔ اورینٹل کالج میں موہن سنگھ پنجابی کے علاوہ انگریزی کی تدریس میں بھی شریک تھے ۔ اور تحقیق و تصنیف کا سلسلہ بھی جاری رہا ۔

۱۹۳۱ع میں کلکتہ یونیورسٹی نے موہن سنگھ کو اُن کے تحقیقی مقالہ " جدید اُردو شاعری کی خصوصیات و رجحانات " پر پی ایچ ۔ ڈی کی ڈگری عطا کی ۔ ۱۹۳۳ع میں پنجاب یونیورسٹی نے ڈاکٹر موہن سنگھ کو اُن کے تحقیقی مقالہ " پنجابی ادب کا تاریخی جائزہ " پر ڈی ۔ لٹ کی ڈگری عطا کی ۔ ۱۹۳۵—۱۹۳۶ع میں ڈاکٹر موہن سنگھ پہلی بار یورپ گئے ۔ ۱۹۴۵ع میں ڈاکٹر موہن سنگھ شعبۂ پنجابی میں ریڈر بنائے گئے ۔ تقسیم ملک کے بعد ڈاکٹر موہن سنگھ بھارت چلے گئے اور مشرقی پنجاب یونیورسٹی میں تدریسی و تحقیقی خدمات انجام دیتے رہے اور اکتوبر ۱۹۵۹ع میں بار ملازمت سے سبکدوش ہوگئے ۔ سبکدوشی کے بعد ۱۹۵۹—۱۹۶۰ع میں پھر یورپ کی سیر و سیاحت کے لیے گئے ۔

ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ مدرس اور محقق کے علاوہ ایک صاحب نظر ادیب اور خوش فکر شاعر بھی ہیں۔ تحقیقی مقالات و مضامین کے علاوہ (جو اورینٹل کالج میگزین اور دیگر رسائل میں چھپتے رہے) آن کے شعری و نثری مجموعوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

نظم: ترانۂ قدرت، دوشیزہ، کیفیات، نئی دنیا — اور ایک دیوان غزلیات (غیر مطبوعہ)

نثر: چٹکیاں اور متعدد تنقیدی و تحقیقی مضامین۔

ڈاکٹر بنارسی داس جین

ایم۔ اے (پنجاب) پی ایچ۔ ڈی، (لندن)

ایکچرز ہندی اکتوبر ۱۹۲۸ء؛ ریڈر ہندی ۱۹۴۵ء-اگست ۱۹۴۷ء

ڈاکٹر بنارسی داس جین ۱۸۸۹ء میں لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ ہائی سکول لدھیانہ سے ۱۹۰۸ء میں انٹرنس کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۱۴ء میں دیال سنگھ کالج سے بی۔ اے کا امتحان درجہ دوم میں پاس کیا۔ ۱۹۱۵ء میں اورینٹل کالج سے ایم۔ اے (سنسکرت) کا امتحان درجہ سوم میں پاس کیا۔ اسی دوران (۱۹۱۳—۱۹۱۵) میں لالہ بنارسی داس نے میئو پٹیالہ ریسرچ سکالر کی حیثیت سے پنجاب یونیورسٹی میں پنجابی صوتیات و لسانیات کا تحقیقی مطالعہ کیا۔ اگست ۱۹۱۵ء میں وہ اورینٹل کالج میں (۸۵—۵—۱۵۰ کے گریڈ میں) فرسٹ

انگلش ٹیچر مقرر ہوئے ۔ ۱۹۱۹ع میں لالہ بنارسی داس دو سال کی رخصت خاص پر انگلستان چلے گئے جہاں انہوں نے Phonetics of Lodhianvi پر تحقیقی کام کیا اور ۱۹۲۶ع میں لندن یونیورسٹی سے پی ایچ ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی ۔ انگلستان جانے سے پہلے (دسمبر ۱۹۱۸ع میں) لالہ بنارسی داس پنجابی انگریزی ڈکشنری کے منصوبے کا آغاز کر چکے تھے ۔ یکم اکتوبر ۱۹۲۶ع سے ڈاکٹر بنارسی داس نے ڈکشنری آفیسر کی حیثیت سے اورینٹل کالج میں آ کر پنجابی انگریزی لغات کا کام دوبارہ شروع کیا ۔ تنخواہ ۲۵۰ روپے ماہوار تھی ۔ یکم اکتوبر ۱۹۲۸ع سے ڈاکٹر بنارسی داس (۲۵۰—۲۵—۴۰۰ کے گریڈ میں) ۴۰۰ روپے ماہوار پر اورینٹل کالج میں لیکچرار ھندی مقرر ہوئے ۔ ۱۹۴۵ع میں انہیں ریڈر ھندی بنا دیا گیا ۔ برعظیم کی تقسیم کے بعد ڈاکٹر بنارسی داس بھارت چلے گئے اور ستمبر ۱۹۴۷ع میں یونیورسٹی کی ملازمت سے سبکدوش ہو گئے ۔ اس کے بعد ۱۹۴۹ع سے ۱۹۵۳ع تک ڈاکٹر بنارسی داس مشرقی پنجاب یونیورسٹی کے پبلیکیشنز بیورو سے منسلک رہے ۔ ۱۹۵۳ع میں یہاں سے سبکدوش ہو کر لدھیانہ چلے گئے ۔ جہاں ۱۲ اپریل ۱۹۵۴ع کو ان کا انتقال ہوا ۔

ڈاکٹر بنارسی داس جین سنسکرت اور ھندی کے علاوہ انگریزی ، فارسی ، اردو ، پنجابی ، گجراتی ، فرانسیسی اور جرمن زبانیں بھی جانتے تھے ۔ پنجابی ، انگریزی لغات مرتب کرنے کے علاوہ انہوں نے لسانیات اور ادب پر خاصہ تحقیقی و تصنیفی کام کیا ۔

تصنیفات و تالیفات :

۱۔ پنجابی ، انگریزی لغت (غیر مطبوعہ) ۔

۲- لدھیانوی صوتیات ' ۱۹۳۴ع -

۳- ھیر رانجھا ' مقبل (فارسی) مرتبہ و مطبوعہ ۱۹۲۱ع -

۴- پنجابی زبان اور اس کا ادب ' ۱۹۴۱ع -

5. Hindi-Suman-Guccha, P.U. 1932.

6. Galpa-Mala, 1035.

7. Dhananjay. with critical notes, 1921.

اس کے علاوہ بہت سے علمی تحقیقی مضامین و مقالات -

مولانا محمد رسول خاں

فاضل دیوبند

لیکچرار، صدر مدرس عربی ۱۹۳۵—۱۹۵۴ع

عربی زبان و ادبیات کے فاضل ' محمد رسول خاں موضع لکری (باغستان) میں پیدا ہوئے - ابتدائی دینی تعلیم و تربیت باغستان کی مساجد میں حاصل کی - یہ علاقہ انگریزی عہد میں آزاد قبائلی علاقہ کہلاتا تھا - تحریک خلافت کے زمانے میں مولوی رسول خاں دیوبند پہنچے اور مدرسة العلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کرتے رہے - تکمیل تعلیم کے بعد مولانا رسول خاں مدرسة العلوم میں ھی معلّم مقرر ہوگئے۔ ۲۹ مئی ۱۹۳۵ع کو آن کا تقرر اوریئنٹل کالج میں بحیثیت صدر مدرس عربی ھوا - بعد میں آنہیں لیکچرار بنا دیا گیا -

مولانا رسول خاں تقریباً بیس سال تک اورینٹل کالج میں درس و تدریس کی خدمات سر انجام دیتے رہے - ستمبر ۱۹۵۴ء میں سبکدوش ہوئے - سبکدوشی کے بعد مولانا رسول خاں جامعہ اشرفیہ لاہور میں شیخ التفسیر مقرر ہوئے اور تا حال یہ خدمت سر انجام دے رہے ہیں - مولانا رسول خاں کی عمر اس وقت تقریباً ستر (۷۰) سال ہے -

---

ڈاکٹر سوریا کانت

ایم - اے ' ڈی - لٹ (پنجاب) ' ڈی - فل (آکسفورڈ)

ریڈر سنسکرت دسمبر ۱۹۳۷ء تا اگست ۱۹۴۷ء

ڈاکٹر سوریا کانت ۱۵ جولائی ۱۹۰۱ء کو ضلع سہارنپور (یو - پی) میں پیدا ہوئے - ۱۹۱۹ء میں کلکتہ یونیورسٹی سے Vyakaranatirtha اور پنجاب یونیورسٹی سے شاستری کے امتحانات درجہ اوّل میں پاس کیے اور دونوں میں اوّل بھی رہے - ۱۹۲۸ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم - اے (سنسکرت) کا امتحان درجہ اوّل میں پاس کیا اور یونیورسٹی میں اوّل رہے - ۱۹۲۸ء-۱۹۲۹ء میں لالہ منشی رام (انگلش ٹیچر) بی - ٹی کا کورس کرنے کے لیے آٹھ ماہ کی رخصت پر گئے تو سوریا کانت ایم - اے اُن کی جگہ عارضی طور پر اورینٹل کالج میں کام کرتے رہے - ۱۹۲۹-۱۹۳۵ء کے دوران میں

سوریا کانت ڈی ۔ اے وی کالج لاهور میں لیکچرار هندی کی حیثیت سے کام کرتے رہے ۔ ۱۹۳۴ع میں پنجاب یونیورسٹی نے انھیں ڈی ۔ لٹ کی ڈگری عطا کی ۔

جون ۱۹۳۶ع میں ڈاکٹر سوریا کانت حکومت پنجاب کے وظیفۂ خاص پر آکسفورڈ گئے اور دو سال سے زائد عرصہ تک وهاں تحقیقی مطالعہ میں مصروف رہے ۔ ۱۹۳۸ع میں ڈاکٹر سوریا کانت کو آکسفورڈ یونیورسٹی نے ڈی ۔ فل کی ڈگری دی ۔ ۸ دسمبر ۱۹۳۷ع سے ڈاکٹر سوریا کانت اورینٹل کالج میں شعبۂ سنسکرت کے ریڈر بنا دیئے گئے اور وہ اس حیثیت سے اگست ۱۹۴۷ع تک اورینٹل کالج میں اپنے فرائض سر انجام دیتے رہے ۔

برعظیم کی تقسیم کے بعد ڈاکٹر سوریا کانت بھارت چلے گئے ۔ کچھ عرصہ جالندھر میں رہے اور پھر بنارس هندو یونیورسٹی میں پروفیسر سنسکرت کی حیثیت سے چلے گئے ۔ ڈاکٹر سوریا کانت ان دنوں بنارس هندو یونیورسٹی میں، کالج آف انڈولوجی (Indology) کے قائم مقام پرنسپل کی حیثیت سے کام کر رہے هیں ۔

ڈاکٹر سوریا کانت کی تصنیفات کی تعداد ساٹھ (٦٠) سے زائد ہے ۔ ۱۹۴٦ع میں حکومت فرانس نے ڈاکٹر سوریا کانت کی علمی خدمات کے اعتراف کے طور پر انھیں آفیسر ڈی اکیڈمی فرانس (Officer d' Academie France, ais) کا اعزاز عطا کیا ۔



ڈاکٹر سیّد عبداللہ

پرنسپل ۱۹۵۴ء — تا حال

ڈاکٹر سیّد عبداللہ

ایم - اے ' ڈی - لٹ (پنجاب)

لیکچرار فارسی ۱۹۳۸ع لیکچرار اردو ۱۹۴۰ع ' ریڈر اردو ۱۹۴۵ع ' پروفیسر اردو ۱۹۵۳ع پرنسپل ۱۹۵۴ع تا حال۔

ڈاکٹر سیّد عبداللہ منگلور تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ میں ۱۹۰۶ع میں پیدا ہوئے - ابتدائی تعلیم (انٹرنس تک) ایبٹ آباد میں حاصل کی - اس کے بعد تحریک خلافت کا جوش لاہور کھینچ لایا - لاہور میں مولانا احمد علی کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے - پھر علی گڑھ پہنچے اور کچھ عرصہ جامعۂ ملّیہ میں تعلیم حاصل کرتے رہے - وہاں مولانا محمد علی جوہر اور ڈاکٹر ذاکر حسین کے لیکچر سنے - مولانا سورتی سے عربی پڑھی - پھر واپس لاہور آ گئے اور اورینٹل کالج میں داخل ہوئے - ۱۹۲۲ع میں پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا - ۱۹۲۵ع میں ایم-اے فارسی کا امتحان پاس کیا - ۱۹۲۶ع — ۱۹۲۸ع تک پنجاب یونیورسٹی لائبریری کیٹلاگر کی حیثیت سے کام کیا - ۱۹۲۸ — ۱۹۳۲ع میں فارسی ریسرچ سکالر (الفرڈ پٹیالہ) کی حیثیت سے تحقیقی کام کرتے رہے - موضوع تحقیق ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ تھا - ۱۹۳۲ع میں ایم-اے عربی کا امتحان درجہ اول میں پاس کیا اور یونیورسٹی میں اوّل آئے - ۱۹۳۵ع میں پنجاب یونیورسٹی سے ڈی - لٹ کی ڈگری ملی - ۱۹۳۴ — ۱۹۳۸ع میں یونیورسٹی لائبریری

میں عربک اسسٹنٹ کی حیثیت سے کام کیا ۔ شاداں بلگرامی کے سبکدوش ہونے پر ۲۰ ستمبر ۱۹۳۸ع سے صیغہ فارسی میں صدر مدرس مقرر ہوئے ۔ پروفیسر حافظ محمود خاں شیرانی کی سبکدوشی پر نومبر ۱۹۴۰ع میں اُردو لیکچرار مقرر ہوئے ۔ ۱۹۴۵ع میں ریڈر اُردو اور ۱۹۵۳ع میں پروفیسر اُردو بنائے گئے ۔ ۱۹۶۰—۱۹۶۱ع میں قائم مقام پرنسپل کی حیثیت سے کام کیا ۔ ستمبر ۱۹۵۴ع میں ڈاکٹر برکت علی قریشی کے سبکدوش ہونے پر اورینٹل کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے ۔ ستمبر ۱۹۶۹ع میں ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ کی سبکدوشی پر شعبۂ عربی کے اعزازی صدر مقرر ہوئے (ڈاکٹر سیّد عبداللہ ان سب مناصب کی ذمہ داریاں اس وقت سر انجام دے رہے ہیں) ۱۹۴۹—۱۹۵۵ع تک اُنہوں نے اعزازی طور پر پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں لائبریرین کے فرائض بھی سرانجام دیئے ۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے مندرجہ ذیل کانفرنسوں کی تنظیم میں اہم حصہ لیا :

۱۔ پاکستان اُردو کانفرنس ۱۹۴۸ع (جنرل سیکرٹری)
۲۔ پاکستان اورینٹل کانفرنس ۱۹۵۶ع (جنرل سیکرٹری)
۳۔ مغربی پاکستان اُردو کانفرنس ۱۹۵۹ع (جنرل سیکرٹری)
۴۔ اُردو تدریس کانفرنس ۱۹۶۱ع (صدر استقبالیہ)

علاوہ بریں یونیورسٹی اردو دائرۂ معارف اسلامیہ کمیٹی، رسم الخط کمیٹی اور اردو اکیڈمی کمیٹی کے کنوینر کے فرائض انجام دیئے ۔ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ کی تاسیس و تشکیل میں اہم حصہ لیا ۔ مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی کے جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے تنظیمی اور علمی امور سر انجام دے کر اردو اکیڈمی کو ایک

فعّال ادارہ بنایا ۔ حکومت پاکستان کے ترقی اُردو بورڈ کے رکن کی حیثیت سے اہم خدمات سر انجام دے رہے ہیں ۔ ۱۹۶۰ع میں حکومت پاکستان نے ڈاکٹر سیّد عبداللہ کو صدارتی تمغہ اور پانچ ہزار روپیہ عطا کر کے اُن کی علمی خدمات کا اعتراف کیا ۔ ۱۹۶۱ع میں حکومت ایران نے انہیں نشان سپاس عطا کیا ۔

تصنیفات و تالیفات : (متعدد مضامین و مقالات کے علاوہ) ۔

۱۔ ادبیات فارسی میں ہندؤں کا حصہ (اردو و انگریزی) ۔

۲۔ التنبیہات علی الکامل (ابوالقاسم البصری کا متن معہ حواشی و مقدمہ) ۔

۳۔ لطائف نامہ فخری (معہ مقدمہ و حواشی) ۔

۴۔ نل دمن (احمد سراوی) قدیم ہریانی اردو کی ایک مثنوی مع مقدمہ و حواشی ۔

۵۔ اردو ادب جنگ عظیم کے بعد ۔

6. Spirit and substance of Urdu Prose under the Influence of Sir Sayyed,

۷۔ شعرائے اُردو کے تذکرے اور تذکرہ نگاری کا فن ۔

۸۔ نوادر الالفاظ ' خان آرزو (مع مقدمہ) عبدالواسع ہانسوی ۔

۹۔ تذکرہ مردم دیدہ (حاکم لاہوری کا فارسی تذکرہ) ۔

۱۰۔ تعلیم کے مقاصد (وائٹ ہیڈ کی تصنیف Aims of Education کا اردو ترجمہ) ۔

۱۱۔ بحث و نظر ۔ ۱۹۵۲ع

۱۲۔ ولی سے اقبال تک ۔

۱۳- نقد میر (مجلس ترقئی ادب نے اس تصنیف پر مصنف کو پانچ سو روپے کا انعام دیا)۔

۱۴- مقامات اقبال -

۱۵- سر سیّد احمد خاں اور اُن کے نامور رفقاء کی نثر کا فکری و فنی جائزہ (انگریزی تصنیف کو اضافوں کے ساتھ اُردو کا جامہ پہنایا گیا) -

۱۶- فہرست مخطوطات پنجاب یونیورسٹی لائبریری (دو حصے، چہار جلد) -

۱۷- ارمغان علمی، اس کے مقالات کی تدوین میں مشرق و مغرب کے فضلا نے حصہ لیا - ڈاکٹر سید عبداللہ نے اسے مرتب کیا اور جسٹس ڈاکٹر ایس-اے رحمان صدر مجلس ارمغان علمی نے یہ مجموعہ پروفیسر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع کی خدمت میں پیش کیا -

---

ڈاکٹر محمد باقر

ایم - اے (پنجاب) ' پی ایچ - ڈی (لندن)

لیکچرار فارسی ۱۹٤۰-۱۹٤۳، ریڈر و صدر شعبہ فارسی ۱۹۵۰ع ، پروفیسر فارسی ۱۹۵۳-تاحال

ڈاکٹر محمد باقر ۳ اپریل ۱۹۱۰ع کو لائل پور میں پیدا ہوئے - ابتدائی تعلیم گوجرانوالہ ' گجرات اور بہاولپور میں حاصل کی -



ڈاکٹر محمد باقر

پروفیسر فارسی ۱۹۵۳ء — تا حال

۱۹۲۳ع میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم ۔ اے کا امتحان پاس کیا ۔ ۱۹۲۳—۱۹۳۰ع میں پنجاب یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخ میں ریسرچ سکالر رہے ۔ ۱۹۳۶—۱۹۳۷ع میں ڈون پبلک سکول ڈیرہ دون میں مدرس رہے ۔ ۱۹۳۷—۱۹۳۹ع کے عرصہ میں لندن سکول آف اورینٹل سٹڈیز میں تحقیقی کام کرتے رہے ' نیز ایڈیشنل لیکچرار کی حیثیت سے بھی کام کیا ۔ ۱۹۳۹ع میں لندن یونیورسٹی نے انہیں پی ایچ ۔ ڈی کی ڈگری عطا کی ۔ ڈاکٹریٹ کرنے کے بعد ڈاکٹر محمد باقر لاھور آ گئے اور اسلامیہ کالج لاھور میں استاذ فارسی مقرر ھوئے ۔ ۱۹۴۰ع میں اورینٹل کالج میں صدر مدرس فارسی مقرر ھوئے ۔ ۱۹۴۳ع میں ڈاکٹر محمد باقر رائل انڈین ایئر فورس میں چلے گئے ۔ تین سال وھاں کام کرنے کے بعد ۱۹۴۶ع میں ڈاکٹر محمد باقر حکومت ھند کے محکمۂ تعلیم میں چلے گئے اور صوبۂ دھلی میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر تعلیمات مقرر ھوئے ۔ قیام پاکستان کے بعد ڈاکٹر محمد باقر رائل پاکستان ایئر فورس میں واپس آ گئے اور ۱۹۵۰ع میں وھاں سے سبکدوش ھو کر یکم مارچ ۱۹۵۰ع سے اورینٹل کالج میں ریڈر و صدر شعبۂ فارسی مقرر ھوئے ۔ ۱۹۵۳ع میں ڈاکٹر محمد باقر کو پروفیسر فارسی بنا دیا گیا ۔ (اور تاحال وہ اس منصب کے فرائض سر انجام دے رہے ھیں) ۔

ڈاکٹر محمد باقر نے علوم و السنہ مشرق کی تعمیر و ترقی کے سلسلے میں متعدد کانفرنسوں میں حصہ لیا ۔ پاکستان اورینٹل کانفرنس ۱۹۵۶ع میں جائنٹ سیکرٹری کی حیثیت سے خدمات سر انجام دیں ۔ بین الاقوامی اسلامی مذاکرہ منعقدہ لاھور اور بین الاقوامی اورینٹل کانگرس ۱۹۵۷ (منعقدہ میونک) میں بحیثیت مندوب حصہ لیا ۔ علاقائی

زبانوں کی کانفرنس ۱۹۶۱ء کی تنظیم کی ۔ علاوہ بریں پنجابی ادبی اکیڈمی کی تشکیل و تنظیم کرکے متعدد نایاب فارسی، پنجابی کتب کی طباعت و اشاعت کی ۔ ۱۹۶۱ء میں حکومت ایران نے انہیں نشان سپاس عطا کیا ۔

تصنیفات و تالیفات (مضامین و مقالات کے علاوہ) :

۱- لاہور، ماضی و حال	(انگریزی)	۱۹۵۲ء
۲- تاریخ ممتاز، اردو	(مرتبہ)	۱۹۵۱ء
۳- تاریخ سامانیان	(مرتبہ)	۱۹۵۳ء
۴- مقبرۂ زیب النسا	(انگریزی)	۱۹۵۲ء
۵- کلیات جویای تبریزی	(مرتبہ)	۱۹۵۸ء
۶- مدار الافاضل	(مرتبہ)	۱۹۵۸ء
۷- تاریخ کوہ نور	(فارسی و انگریزی)	۱۹۵۸ء
۸- پنجابی قصے فارسی میں	(فارسی و اردو)	۱۹۵۸ء
۹- تذکرہ شعرائے پنجاب	(اردو)	۱۹۳۷ء
۱۰ تہذیب عمل		۱۹۳۳ء
۱۱- سیاہ کار اور دوسرے افسانے		۱۹۳۷ء
۱۲- لندن سے خطوط	(افسانے)	۱۹۴۶ء
۱۳- خدا کی لاٹھی	(افسانے)	۱۹۴۶ء
۱۴- لندنی دوست کے نام	(افسانے)	۱۹۴۶ء
۱۵- عبرت نامہ	(فارسی و انگریزی)	۱۹۶۱ء
۱۶- جوہر اخلاق، اردو	(مرتبہ)	۱۹۶۲ء
۱۷- سپاہی عالم (سید اسمعیل شہید) انگریزی		۱۹۴۲ء



ڈاکٹر برکت علی قریشی

پرنسپل ۱۹۴۸ — ۱۹۵۴ء

ڈاکٹر برکت علی قریشی

ایم - اے' پی ایچ - ڈی (برلن)

پروفیسر عربی ۱۹٤۲ع پرنسپل ۱۹٤۸—۱۹۵۴ع

ڈاکٹر برکت علی قریشی ۱۵ نومبر ۱۸۹۶ع کو غازی آباد (یو - پی) میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام حاجی رحمت علی قریشی تھا - ۱۹۰۸—۱۹۲۰ع کی مدت میں سکول و کالج کی تعلیم علی گڑھ میں حاصل کی - ۱۹۲۱—۱۹۲۳ع میں آئی - این ہائی سکول دہلی کے ہیڈ ماسٹر اور اسلامیہ کالج دہلی کے پرنسپل رہے - ۱۹۲۴ع میں جرمنی چلے گئے اور فریڈرک ولیم یونیورسٹی برلن میں تحقیقی مطالعہ کرتے رہے - ۱۹۲۸ع میں برلن یونیورسٹی سے پی ایچ - ڈی کی ڈگری حاصل کی اور اسی سال اسلامیہ کالج لاہور میں پروفیسر مقرر ہو کر آ گئے - کچھ عرصہ بعد ڈاکٹر برکت علی قریشی اسلامیہ کالج لاہور کے پرنسپل مقرر ہو گئے - اکتوبر ۱۹۴۲ع میں ڈاکٹر مولوی محمد شفیع کے سبکدوش ہو جانے کے بعد ڈاکٹر برکت علی قریشی اورینٹل کالج میں پروفیسر عربی کی حیثیت سے آ گئے - مئی ۱۹۴۸ع میں پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال کے انتقال کے بعد ڈاکٹر برکت علی قریشی اورینٹل کالج کے پرنسپل مقرر ہو گئے - فروری ۱۹۵۰ع میں ڈاکٹر برکت علی قریشی شام' لبنان اور اردن میں سفیر بن کر چلے گئے اور جون ۱۹۵۱ع میں اپنے منصب (پروفیسر و پرنسپل) پر واپس

آئے ۔ ۳۰ ستمبر ۱۹۵۴ع کو ڈاکٹر برکت علی قریشی اورینٹل کالج میں اپنے ان منصبوں سے سبکدوش ہو گئے ۔ سبکدوشی کے بعد ڈاکٹر قریشی برلن ' جرمنی چلے گئے اور وہیں ۳۰ مئی ۱۹۶۰ع کو آن کا انتقال ہو گیا ۔

تصنیفات :

1. Die Mawali im Islam, 1928.
2. Omar Ibn Abdul Aziz, 1938.
3. State and Culture as viewed by Ibn Khaldun, 1936.
4. Abu Bekr, der erste Caliph, 1927.

شیخ (سر) عبدالقادر

بار ایٹ لا

اعزازی پروفیسر اردو ۱۹۴۸–۱۹۴۹ع

شیخ عبدالقادر ۱۸۷۴ع میں لدھیانہ میں پیدا ہوئے ۔ ۱۸۹۴ع میں بی ۔ اے کیا ۔ ۱۸۹۵ع میں پنجاب آبزور کے نائب مدیر اور تین سال بعد مدیر اعلیٰ مقرر ہوئے ۔ اپریل ۱۹۰۱ع میں ''مخزن'' جاری کیا۔ ۱۹۰۴ع میں انگلستان گئے اور بیرسٹری کا امتحان پاس کر کے ۱۹۰۶ع میں واپس آئے ۔ دھلی میں وکالت شروع کی ۔ ۱۹۰۹ع میں لاھور چلے آئے۔ ۱۹۱۲ع میں لائل پور میں سرکاری وکیل مقرر ہوئے اور اس حیثیت سے آٹھ سال تک وھاں کام کرتے رہے۔ ۱۹۲۱ع میں ھائی کورٹ لاھور کے جج مقرر ہوئے ۔ ۱۹۲۲ع میں مجلس قانون ساز پنجاب کے صدر بنے ۔

۱۹۲۵ء میں قائم مقام وزیر تعلیم مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۶ء میں مجلس اقوام متحدہ میں ہندوستان کے نمائندہ ہو کر جنیوا گئے۔ ۱۹۲۶ء میں کل ہند مسلم لیگ کے اجلاس دھلی کی صدارت کی۔ ۱۹۲۷ء میں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس مدراس کی صدارت کی۔ ۱۹۲۸ء میں پنجاب ایگزیکٹو کونسل کے قائم مقام رکن بنے اور سر کا خطاب پایا۔ ۱۹۲۹ء میں پبلک سروس کمیشن کے رکن مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۰ء میں لاھور ھائی کورٹ کے ایڈیشنل جج بنے۔ ۱۹۳۴ء میں انڈیا کونسل لندن کے رکن مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۹ء میں ہندوستان واپس آئے اور وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے قائم مقام رکن مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۲ء میں بہاول پور ھائی کورٹ کے چیف جسٹس بنے جہاں سے ۱۹۴۵ء میں سبکدوش ہو کر لاھور میں مقیم ہو گئے۔

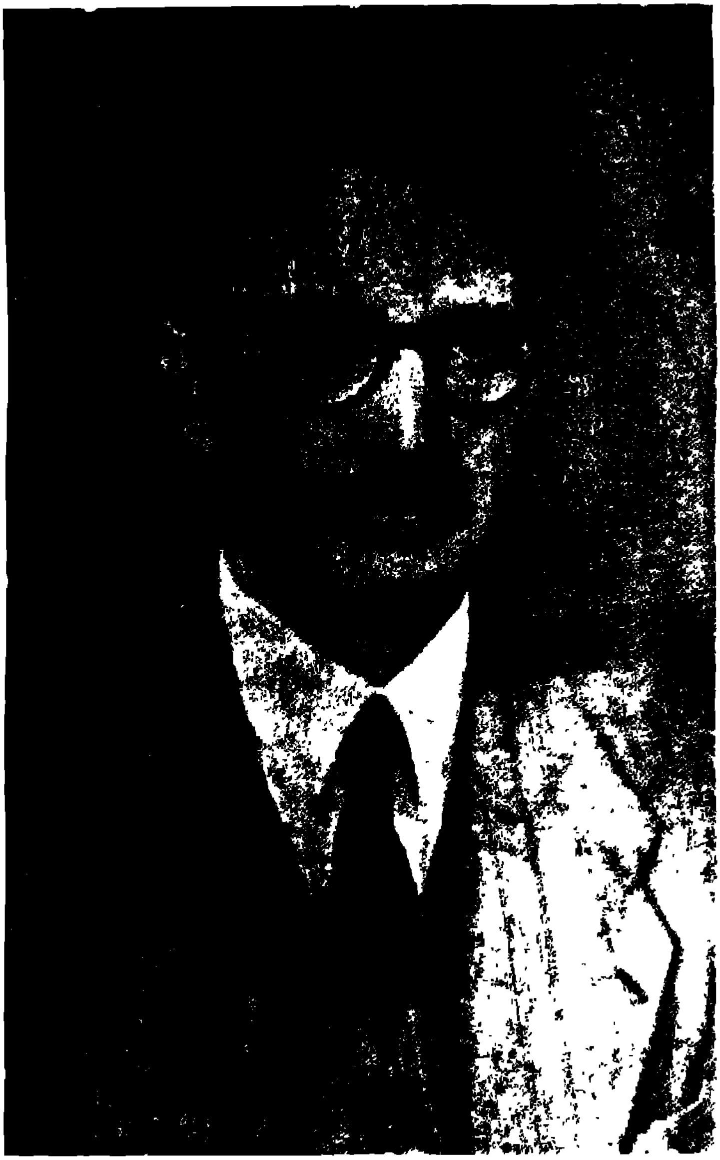
اکتوبر ۱۹۴۸ء میں جب پنجاب یونیورسٹی نے ایم۔ اے (اردو) کی جماعتوں کا سلسلہ شروع کیا تو شیخ (سر) عبدالقادر نے اورینٹل کالج میں اعزازی پروفیسر کی حیثیت سے ایم۔ اے (اردو) کی تدریس میں حصہ لینا شروع کیا اور ضعیف العمری کے باوجود انھوں نے خدمت اُردو کے جذبے سے سرشار ہو کر جس ذوق و شوق سے تدریسی فرائض انجام دیئے اُس سے دوسرے اساتذہ بھی بہت متأثر ہوئے۔ تدریس کے علاوہ شیخ عبدالقادر نے انجمن اردو کی صدارت بھی قبول کی اور اس طرح تحقیق و تصنیف کے سلسلے کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے کر اپنی زندگی کے ایک اہم ترین مقصد کو پورا کیا۔۔۔۔ ۹ فروری ۱۹۵۰ء کو شیخ عبدالقادر اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کر گئے۔

ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ

ایم - اے (پنجاب) ' پی ایچ - ڈی (لنڈن)

صدر شعبہ عربی ۱۹۵۴، پروفیسر عربی ۱۹۵۶-۱۹۵۹

ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۰۱ع کو امرتسر میں پیدا ہوئے۔ ان کے آبا و اجداد کشمیر سے نقل مکانی کر کے آئے تھے اور امرتسر میں پشمینہ کی تجارت کرتے تھے - سکول اور کالج کی تعلیم امرتسر میں پائی - ۱۹۱۷ع میں انٹرنس کا امتحان پاس کیا اور وظیفہ حاصل کیا - اسی دوران میں ڈاکٹر سیف الدین کچلو سے فرانسیسی اور جرمن کی ابتدائی کتابیں پڑھیں - ۱۹۲۱ع میں شیخ عنایت اللہ نے اورینٹل کالج لاهور میں ایم - اے (عربی) کی جماعت میں داخلہ لیا - ۱۹۲۳ع میں پنجاب یونیورسٹی سے عربی میں ایم - اے کی ڈگری حاصل کی - اسی دوران میں اطالوی زبان کی بھی تحصیل کی - اکتوبر ۱۹۲۳ع میں شیخ عنایت اللہ اسلامیہ کالج لاهور میں عارضی لیکچرار مقرر ہوئے - اپریل ۱۹۲۴ع میں انہیں پنجاب یونیورسٹی میں میکلوڈ عربک ریسرچ سکالر مقرر کر دیا گیا اور اس حیثیت سے انہوں نے اپریل ۱۹۲۶ع تک مقدمہ ابن خلدون کا مطالعہ کیا - ۱۹۲۶ع میں شیخ عنایت اللہ محکمہ تعلیم پنجاب میں ملازم ہو کر گورنمنٹ کالج جھنگ میں لیکچرار عربی مقرر ہوئے - اور تین سال تک وهاں کام کرتے



ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ

پروفیسر عربی ۱۹۵۶—۱۹۵۹ء

رہے۔ ۱۹۲۹ء میں پنجاب گورنمنٹ نے انہیں وظیفہ دے کر عربی زبان کی مزید تحصیل و تحقیق کے لیے انگلستان بھیجا۔ وہاں لندن سکول آف اورینٹل سٹڈیز میں داخلہ لے کر انھوں نے پروفیسر ٹامس آرنلڈ اور پروفیسر گب سے استفادہ کیا۔ ۱۹۳۱ء میں انہیں لندن یونیورسٹی سے پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری ملی۔ انگلستان سے واپس آ کر ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ ملتان وغیرہ مفصلات کے کالجوں میں کام کرتے رہے۔ ۱۹۴۰ء میں ان کا تبادلہ گورنمنٹ کالج لاهور میں هو گیا اور وہ یونیورسٹی کی ایم۔ اے (عربی) کی تدریس میں بھی حصہ لینے لگے۔

۱۹۴۸ء میں ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ گورنمنٹ کالج لاهور میں عربی کے علاوہ شعبہ اسلامیات کے بھی صدر مقرر هوئے۔ ۱۹۵۰ میں یونیورسٹی اردو دائرۂ معارف اسلامیہ کی تشکیل هوئی تو انہیں ایڈیٹوریل بورڈ کا رکن بنایا گیا۔ اسی زمانے میں انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (لائڈن) کے جدید اڈیشن کی ابتدا هوئی اور ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ اس میں ایک مشیر اور معاون کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ ۱۹۵۰۔ ۱۹۵۱ء میں انھوں نے ڈاکٹر برکت علی قریشی کی جگہ شعبۂ عربی کے اعزازی صدر کے فرائض انجام دیئے۔ ستمبر ۱۹۵۴ء میں ڈاکٹر برکت علی قریشی کے سبکدوش هونے کے بعد ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ پھر شعبہ عربی کے اعزازی صدر بنائے گئے۔ ۱۹۵۶ء میں گورنمنٹ کالج کی ملازمت سے سبکدوش هونے کے بعد انہیں اورینٹل کالج میں صدر شعبۂ و پروفیسر عربی مقرر کیا گیا۔ تین سال تک یہ خدمات انجام دینے کے بعد ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ ستمبر ۱۹۵۹ء میں سبکدوش هوئے۔

ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ نے متعدد علمی کانفرنسوں میں اهم حصہ

لیا - ۱۹۳۱ء میں مستشرقین کی بین الاقوامی کانگرس منعقدہ لائڈن میں مقالہ پڑھا - ۱۹۵۶ء میں پاکستان اورینٹل کانفرنس میں بحیثیت نائب صدر (استقبالیہ) فرائض انجام دیئے - ۱۹۵۷ء میں ہسٹاریکل کانگرس منعقدہ ڈھاکہ میں شعبۂ تاریخ اسلامی کی صدارت کی - ۱۹۵۸ء میں بین الاقوامی اسلامی کلوکیم منعقدہ لاہور میں مندوب کی حیثیت سے شریک ہوئے اورمقالہ بھی پڑھا -

تصنیفات و تالیفات :

1. Geographical Factors in Arabian Life and History, Lahore, 1942.
2. Why we Learn the Arabic Language, Lahore, 1942, 2nd; ed; 1943.

۳- تاریخ اسلام (اردو) طبع ثانی، لاہور ۱۹۵۵ء -

۴- تاریخ ابن خلدون (اردو ترجمہ معہ حواشی) ترجمہ کا ابتدائی حصہ جلد اوّل کی صورت میں چھپ چکا ہے - باقی زیر ترتیب ہے - (اس کے علاوہ متعدد علمی، تحقیقی مضامین جو وقتاً فوقتاً اورینٹل کالج میگزین، اسلامک کلچر (حیدر آباد)، معارف (اعظم گڑھ) اور امروز (لاہور) میں چھپتے رہے) -